بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تطهير الاعتقاد و العمل عن الابتداع و الزغل

المعروف به

تطهير الاعتقاد و العمل

تاليف

شيخ الادب و التفسير حضرت علامه مفتي

محمّد اشتياق القادري صاحب رضوي جوكهن فوري

المؤسّس و الرئيس

لجمعيّة المعارف الاسلاميّة و العربيّة

جوكهن فور ، بريلي ، أتربراديش ، الهند

ناشر

تنظيم علماءِ اهلِ سنّت و جماعت

پيلي بهيت شريف ، يوپي

9411283787, 9627059777, 9719568515

نام کتاب: تطہیر الاعتقاد والعمل عن الابتداع والزغل

تالیف: حضرت علامہ مفتی محمد اشتیاق القادری صاحب رضوی جوکھن پوری

کمپوزنگ: مکی گرافکس، دہلی (8882858583)

اشاعت: جمادی الآخر ۱۴۳۶ھ / مارچ ۲۰۱۵ء تعداد: ایک ہزار

ناشر: تنظیم علمائے اہلسنت و جماعت، پیلی بھیت شریف، یوپی

قیمت:

ملنے کے پتے:

- جمعیۃ المعارف الاسلامیہ والعربیہ جوکھنفور، بریلی شریف
- الجامعۃ القادریہ نینی تال روڈ، رچھا ریلوے اسٹیشن بریلی شریف
- دارالعلوم غوثیہ نیوریا حسین پور، پیلی بھیت شریف
- گلشن فاطمہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، نیوریا حسین پور، پیلی بھیت شریف
- جامعہ فاطمہ جلال نگر، شاہجہانپور، یوپی
- امام احمد رضا اکیڈمی رامپور روڈ، صالح نگر، بریلی شریف
- مولانا عبدالحمید نوری نزد درگاہ شریف، فائق انکلیو، بریلی شریف
- دارالعلوم گلشن مصطفےٰ طیبی رضا مارکیٹ، بھکاری پور، پیلی بھیت شریف
- دارالعلوم غوث اعظم غریب نواز، رضا نگر، بائی پاس تراہا، پیلی بھیت روڈ، پیر بہوڑا، بریلی
- مولانا محمد اظہار خانصاحب برکاتی خطیب وامام شاہی جامع مسجد، پیلی بھیت شریف
- مؤسسہ مرأۃ الدعوۃ الاسلامیہ گلڑیا پوسٹ سکولہ، پیلی بھیت شریف
- حافظ محمد سعید خاں نوری امام مسجد ٹونڈلپور، پیلی بھیت شریف

محتویات و اشاریات

الدعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ ، وعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ ، وَ صَحْبِهٖ هُدَاةِ الْحَقِّ وَ حُمَاةِ الدِّيْنِ .

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ .

اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّى لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِى ، وَأَنَا عَبْدُكَ ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِى ، فَاغْفِرْ لِى ؛ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ .

اللّٰهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِى وَتَرْحَمَنِى وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِى قَوْمٍ فَتَوَفَّنِى غَيْرَ مَفْتُونٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِى إِلَى حُبِّكَ .

اللّٰهُمَّ إِنِّى أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لا تَشْبَعُ ، وَمِنْ عِلْمٍ لا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَوْلٍ لا يُسْمَعُ ، اللّٰهُمَّ إِنِّى أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰؤُلاءِ الْأَرْبَعِ .

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا عَلٰى نَبِيِّنَا وَ اِمَامِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ سَيِّدِنَا مَحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ، الَّذِىْ أَرْسَلَهٗ رَبُّهٗ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ ، وَ عَلٰى آلِهِ الْكَامِلِيْنَ ، وَ أَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهِدَايَةِ وَ الْيَقِيْنِ .

وأناالفقير الى مغفرة من اللّٰه العليّ القدير

محمّد اشتياق القادرى

۱۶/ مارس / ۲۰۱۵م ليلة الاثنين

الاهداء

❁ الی الامام الأكبر العبقریّ، والمجدّد الأعظم العصامیّ ، و شیخ الاسلام و المسلمین ، أحمد رضا القادری البریلوی الهندی رضی اللّٰه تعالی عنه ، الذی استطاع بایمانه الصادق و صلابته فی الحق ، أن یهزم الوهّابیّة ، والدیابنة ، والرافضة ، والقادیانیّة ، والمبتدعة ، ومالی ذلك من الطوائف الخارجة من الاسلام ، و الفرق المارقة من الدین ، شرّهزیمة ، والذی تشعّ معالم شخصیّته ضیاء و نورا ، وتفیض برکة و خیرا ، وتتفجر معرفة و علما ، و تتدفق زهدا و ورعا ، وتسمو تواضعا ، و تجلّ اعتزازا بکلمة اللّٰه تعالی ، و تصمد دفاعا عن سنة رسوله ﷺ ، وتتکون صورة کاملة للحبّ الصادق بالحبیب المصطفی ﷺ.

❁ و الی العارف باللّٰه ، والعالم الربانی ، وسیّدی المفتی الأعظم بالجمهوریة الهندیة سابقًا ، العلامة الامام الشیخ محمّد مصطفی رضا القادری رضی اللّٰه تعالی عنه.

❁ والی جمهرة الأساتذة والشیوخ الذین استقیت من ینابیعهم الفیاضة ، و معینهم الصافی الذی لاینضب ، فبارك اللّٰه تعالی فی علومهم ، و مدّ آجالهم.

❁ والی الأبوین الکریمین الذین ترعرعت فی أکنافهما ، والذین بذلا قصاری جهودهما لتوفیر التسهیلات و التیسیرات فی سبیل العلم والتعلم علی مابهما من خصاصة و ضآلة الامکانیّات ، رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا.

خادم العلم

محمّد اشتیاق القادری

شکر وامتنان

یوں تو میرے لیے تمام اساتذۂ کرام دنیا و آخرت کا قیمتی اثاثہ اور عظیم سرمایہ ہیں، لیکن جن شخصیات کے تابندہ نقوش ہر قدم پر میرے لیے آئیڈیل اور سنگِ منزل کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے اسماءِ گرامی کا اظہار نہ کرنا اپنے حق میں بڑی تقصیر سمجھتا ہوں، اس سلسلۃ الذہب کے یہ یواقیت وجواہر میری ساری پونجی اور کل کمائی ہیں:

(۱) مصلحِ قوم وملت، داعی وناشرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، استاذی الکریم حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی دھونروی۔

(۲) احسن الاصفیاء، معمارِ ملت استاذی الکریم حضرت علامہ سید محمد احسن صاحب بانی ومہتمم جامعہ فاطمہ شاہجہانپور۔

(۳) ماہر درسیات، نمونۂ اسلاف حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ بریلی شریف۔

(۴) آبروئے علم وفن، استاذی الکریم حضرت علامہ مولانا مشکور احمد صاحب رضوی استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف۔

(۵) ادیبِ شہیر، عمدۃ العلماء، استاذی الکریم، سیدی العظیم حضرت علامہ مولانا اسحاق احمد صاحب رضوی کیمری رامپور۔

فأقدم الی سماحة هؤلاء الأعلام الأفذاذ أعمق معانی الشکر والامتنان حبّا و برّا واجلالا و تقدیرا لأفضالهم التی طوّقت عنقی.

بِهِمْ أَعْتَلِی مَا حَمَّلَتْنِی مُجَاشِعٌ وَأَصْرَعُ أَقْرَانِی الَّذِینَ أُصَارِعُ

نیازکیش

محمد اشتیاق القادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات وتصدیقات

- **حضرت علامہ مولانا فرید احمد صاحب نوری**
  استاذ الجامعۃ القادریہ، رچھا اسٹیشن، بریلی شریف
- **حضرت علامہ مولانا نفیس احمد صاحب رضوی**
  ناظمِ تعلیمات دارالعلوم غوثیہ، نیوریا حسین پور، پیلی بھیت
- **حضرت علامہ مولانا تنظیف احمد صاحب رضوی**
  شیخ الحدیث جامعہ رضویہ برکاتیہ، سہسوان، بدایوں شریف
- **حضرت علامہ مولانا محمد شعبان صاحب رضوی**
  استاذ دارالعلوم غوثیہ، نیوریا حسین پور، پیلی بھیت
- **حضرت مولانا حافظ عبدالجلیل نظامی صاحب**
  بانی ومہتمم گلشنِ فاطمہ، نیوریا حسین پور، پیلی بھیت
- **حضرت مولانا الحاج محمد عطاء المصطفیٰ ازہری**
  ڈائریکٹر الجامعۃ القادریہ، رچھا اسٹیشن، بریلی شریف
- **حضرت مولانا مبارک حسین صاحب**
  صدرالمدرسین مدرسہ رضویہ ترکنیاں، پیلی بھیت
- **حضرت مولانا محمد عرفان صاحب**
  استاذ الجامعۃ القادریہ، رچھا اسٹیشن، بریلی شریف

❁

مصلحِ ملت، استاذنا الکریم، حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی دام ظلہ العالی کا شمار جماعتِ اہلِ سنت کے مخلصین علماءِ ربانیین میں ہوتا ہے، آپ شبانہ روز مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں اور اپنی سحر انگیز، دل نشین اور مؤثر ونتیجہ خیز تقریر اور عام فہم، سادہ اور سلیس و پرکشش تحریر کی وجہ سے عوام وخواص میں یکساں مقبول و محبوب ہیں۔ موصوف ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، جن کے متعدد ایڈیشن شائع ہوکر اہلِ علم وانصاف سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ حضرت کی تقریر وتحریر کی زبردست مقبولیت سے خائف کچھ ناعاقبت اندیشوں نے آپ کی کتابوں کی چند عبارات کو سیاق و سباق سے جدا کیا، ان میں تحریف وترمیم کا رنگ بھرا اور ایک نام نہاد مفتی کے ذریعہ دجل کا مرقّع تیار کرکے ایک ماہواری میں شائع کردیا۔ اگرچہ وہ تحریر علمی و دینی نقطۂ نظر سے اس لائق تو نہیں تھی کہ اس کی طرف التفات کیا جائے، تاہم اس اندیشہ سے کہ سادہ لوح عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوجائیں، حضرت کے ہی ایک شاگردِ رشید مولانا محمد اشتیاق القادری جوکھن پوری نے قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ فقہاءِ کرام اور ارشاداتِ اسلافِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روشنی میں زیرِ نظر کتاب **"تطہیر الاعتقاد و العمل عن الابتداع والزغل"** ترتیب دے کر ان تمام الزامات وبہتانات کی پردہ دری کردی ہے جنہیں کتر بیونت اور مکر وفریب کی سازشی بنیادوں پر کھڑا کرکے گمراہ گری کی کوشش کی گئی تھی۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، مشمولات پر نظر ڈالیے اور سطر سطر سے افراط وغلو کی تردید وتنقید کا منظر ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو قبول فرماکر فریب خوردہ لوگوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ **آمین بجاہ النبیّ الأمیّ الأمین علیہ أفضل الصلوٰۃ وأکمل التسلیم.**

❁ ❁ ❁

۞

زیرِ نظر کتاب مستطاب ''تطھیر الاعتقاد و العمل عن الابتداع و الزغل'' رئیس التحریر، شیخ الأدب والتفسیر، حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد اشتیاق القادری صاحب جوکھن پوری کی تصنیف ہے، جو مصلحِ قوم وملت استاذی الکریم حضرت علامہ الحاج تطہیر احمد صاحب قبلہ کی کتابوں کی بعض عبارات پر ایک مفت کے مفتی کی طرف سے کیے گئے لایعنی اعتراضات وخرافات کا جواب ہے۔ میں نے اس کتاب کو چند مقامات سے پڑھا اور کچھ ان سے سنا، مولانا موصوف نے مسلکِ اہل سنت مسلکِ اعلیٰ حضرت میں غلو کرنے والوں کی قلعی کھول دی ہے اور مراسمِ اہل سنت کی حیثیت واضح کی ہے، اور مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح تشریح و تعبیر فرمائی ہے، اور مذہبِ اہلِ سنت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کو بریلوی مسلک کہنے پر زور دینے والوں کو اعتدال و انصاف کی عینک لگانے پر مجبور کر دیا ہے۔ مولانا موصوف کا یہ کارنامہ مسلکِ کی ترویج وتبلیغ کرنے والوں کی طرف سے فرضِ کفایہ ہے۔ میری دعا ہے کہ مولی تبارک وتعالی مولانا موصوف کو اجرِ جمیل وجزیل عطا فرمائے اور زورِ قلم اور بڑھائے۔ آمین۔

احقر العباد

فرید احمد نوری

استاذ الجامعۃ القادریہ رچھا ریلوے اسٹیشن، بریلی شریف

۱۷ر جمادی الأولیٰ ۱۴۳۶ھ سہ شنبہ

۞ ۞ ۞

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء و المرسلین ، وعلی آلہ و صحبہ نجوم الحق والھدایۃ والیقین ، والعلماء الدعاۃ الذین حملوا العلم ونفوا عنہ تحریف الغالین ، وتأویل الجاھلین ، وانتحال المبطلین ، ومن انتھج منھجم ، واقتفی آثارھم ، وسلک مسلکھم ، وتبعھم باحسان الی یوم الدین .

محترم قارئین! ہمارے پیش نظر اس وقت ناگپور سے نکلنے والی ماہواری بنام ''سنی آواز'' نومبر/دسمبر ۲۰۱۴ء، جلد نمبر:۲۹، شمارہ:۱۲/۱۱ ہے، اس میں ''**الصواعق القادریۃ علی المتاھات التطھیریۃ**'' کے عنوان سے ایک مقالہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو بیس صفحات پر مشتمل ہے، مقالہ نگار کے نام سے پہلے مفتی لکھا ہوا ہے، عنوان دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ ''تطہیر'' نامی شخص نے روئے زمین پر ضلالت وگمراہی کا بازار گرم کر رکھا ہے، جسے ''پیکر رشد وہدایت'' مفتی نے آسمان سے آگ برسا کر خاکستر کر دیا ہے، ہم نے بڑی للک اور چاؤ سے مشمولات کو دیکھنا شروع کیا، مگر:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مضمون کا ہر جملہ بہتان کا ملغوبہ، ہر سطر افتراء کا نادر نمونہ اور ہر پیرایہ دجل واتہام کا مرقّع ہے، مقالہ (جس کی صحیح تعبیر: خبط وہوس نامہ ہے) کی صرف چند سطروں کے مطالعہ سے ساری خوش فہمی کافور ہوگئی اور اس کی جگہ یہ یقین راسخ ہوگیا کہ خبط نویس تضلیل وتجہیل کے خطرناک جرم کا مرتکب ہے، اور حرمان ونامرادی کے خیاباں میں غلطان وپیچاں آوارہ روح اور بھٹکتا ہوا آسیب ہے، قدم قدم پر فکری آوارگی اور نظریاتی کشمکش کی آویزش کا طومار ہے، علمی خیانت اور جہالت کا عفریت ہر جگہ سینہ تانے کھڑا ہے، ہر ذیلی سرخی میں

بدی اور شیطنت کا پیکرِ محسوس اہل حق کا منہ چڑاتا اور غراتا نظر آرہا ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو مضمون نگار کی بیمار ذہنیت، مضحکہ خیز بہیمانہ سوچ، سوقیانہ اور زنانہ روش اور ذلیل وخسیس سرشت کا کریہہ منظر دیکھ کر بے ساختہ ضمیر پکار اٹھتا ہے کہ:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اسلامی اور انسانی تاریخ نے افترا پردازی، بہتان طرازی، دسیسہ کاری، ریشہ دوانی اور باطل کوشی کی بے شمار داستانوں کو اپنے سینہ میں محفوظ کر رکھا ہے، لیکن ایسی مثالیں بہت کم ہیں کہ ایک ہی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے دوسرے کے خلاف شرارت و شراست، شناعت وشیطنت، حماقت و بلادت، خباثت و رذالت اور سفالت وسفاہت کا ایسا گھناؤنا کردار ادا کیا ہو کہ انصاف و عدالت اور دین و دیانت کا خون کر کے رکھ دیا ہو اور حق کو باطل، سچ کو جھوٹ، حقیقت کو افسانہ، اُجالے کو اندھیرا، نور کو نار، دن کو رات، خیر کو شر اور نیکی کو بدی میں تبدیل کر دینے کے لئے ہمرنگِ زمین ایسا دامِ دجل وتزویر بچھایا ہو کہ سادہ لوح اور حقیقت سے ناآشنا افراد بآسانی اس میں پھنس جائیں۔

رمتنی بدائہا وانسلّت

دراصل ایک کج فکر اور افتار کے نام پر بدنما داغ نابالغ مفتی نے مصلح قوم وملت، حامی سنت، ماحی بدعت وضلالت، حامل معرفت وحکمت، عالم ربانی، استاذ گرامی، حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ رضوی دھونروی بریلوی دامت برکاتہم العالیۃ کی مقبول عام تصانیف پر انتہائی جاہلانہ اور خالص احمقانہ طرز میں کچھ ہفوات و بطالات کو یکجا کر کے ناگپوری ماہواری کے چند صفحات کو سیاہ وتباہ کیا ہے۔

عنوان سے لے کر مضمون کے آخری نقطہ تک ہر سطر اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مضمون نگار بلکہ خبط نویس نابالغ مفتی کا علم ودیانت اور عقل ودانش سے وہ رشتہ بھی نہیں جو آگ کو پانی سے ہے۔

باعث ومحرّک

یہ تحریر دیکھنے کے بعد پہلے پہل یہ خیال آیا کہ "بازار کی گالی ہنس کے ٹالی" کے مطابق اس سے صرف نظر کر لیا جائے اور مضمون نگار کی طرح اس خبط نامہ کو بھی قعرِ خمولی میں "خسف و خنسریٰ" کے مراحل طے کر کے اپنی موت آپ مرجانے کے لئے چھوڑ دیا جائے، لیکن اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے ناشرِ مسلکِ اعلی حضرت، محبّ گرامی منزلت، مخیّر قوم وملت، ہمدردِ اہل سنت، فاضل جلیل، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب قبلہ زیدت معالیہم کو کہ انہیں یہ احساس ہوا کہ اگر اس خبط نامہ کا جواب نہ دیا گیا، تو بدی کے عفریت اور دجل کے طاغوت اہلِ حق کے خلاف ریشہ دوانی و دسیسہ کاری کے نت نئے حربے استعمال کرتے رہیں گے، ان کی سازشوں کا کھیل چلتا رہے گا اور کرش خوروں، فضلہ خواروں اور کرمکی حشرات کی جرأت اس قدر بڑھ جائے گی کہ اہل سنت و جماعت کے محکم معتقدات، مسلم معمولات اور محترم شخصیات کے خلاف زہر افشانی کو اپنا معمول بنالیں گے۔ حضرت مولانا موصوف کا احساس ہمارے لئے مہمیز کا کام کر گیا اور اس ٹاٹ کی انگیا مونجھ کی تنی کے تبختر وتعلّی اور تفوق و برتری کے بھوت کو اُتارنے کے لئے انتہائی اختصار کے ساتھ یہ چند سطریں اس امید پر سپردِ قرطاس کر دی گئیں کہ شاید مضمون نگار کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور آئندہ اس قسم کے ہفوات وہذیانات، اباطیل واکاذیب، مناکیر واساطیر، ضلال ووبال، اوہام واضغاثِ احلام اور مزعومات ومزخرفات سے اہل سنت و جماعت کے مضبوط اتحاد اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پرامن فضا کو مکدر ومسموم بنانے کی سازش رچنے سے باز رہے، اور اگر خبط نویس نے مثبت اثر قبول کرنے کے بجائے عناد وفساد، دجل ودغا، مکر وغدر اور اتہام و افترا کی روش پر چلتے ہوئے حالات کو مزید سنگین بنانے کی کوشش کی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ:

فلسنا علی الأعقاب تدمی کُلومنا
ولکن علی أقدامنا تقطر الدما

دوسری بات یہ ہے کہ تمرّد وسرکشی کے ''رَملی قلعوں'' اورنخوت وانانیت کے ''سرابی گھروندوں'' کوتاراج ونابود کرنے کے لئے **ان شاء اللّٰہ تعالٰی** اگلا اقدام اسلامی تعلیمات اورایمانی جذبات کا وہ ''**مجمع البحرین**'' ہوگا کہ اس کا معمولی دھارا بدعات ومنکرات کے ایوانوں میں ہیبت ناک زلزلے اورخوفناک شگاف پیدا کردے گا، ہیبت حق سے باطل کی دنیا میں کہرام مچ جائے گا اور عادی مجرموں کی کمین گاہوں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے جائیں گے۔

برادرسامی مرتبت حضرت مولانا نفیس احمد صاحب رضوی، محبّ مکرم، محسن گرامی، حضرت مولانا شکیل احمد صاحب قبلہ رضوی بلند شہری، صوفی ملت، عالم باعمل، حضرت مولانا فرید احمد صاحب قبلہ رضوی اورمیرے رفیق درس، ماہر درسیات، عالم ذی شان، حضرت مولانا محمد شعبان صاحب قبلہ رضوی وغیرہم علماء اہل سنت ودانشوران ملت کا بھی یہی حکم ہوا کہ کاٹھ کی ہانڈی کوخاکستر کردیا جائے اورکندہ ناتراش کو اس کے انجام نافرجام تک پہنچادیا جائے، تاکہ حق کوٹیڑھی نظر سے دیکھنے والی آنکھیں خیرہ ہوجائیں اور دعوت وارشاد کے فرائض انجام دینے والے مخلص داعیان اسلام پر اوچھے اورخنوثی حملے کرنے والے اپنی موت آپ مرجائیں۔

قذف وبہتان اورافتراء واتہام انتہائی سنگین جرم ہے

نابالغ مفتی کو اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ کسی پاک دامن پر بہتان لگانا انسانیت کے خلاف عظیم سازش اور بھیانک جرم ہے، افتراپردازی گناہ کبیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت میں ذلت وخواری کا ہی سبب بنتی ہے اور تہمت لگانے والے کی حقیقت جب بے نقاب ہوتی ہے تو کمین گاہ سے خواب گاہ تک اور فرودگاہ سے پائے گاہ تک ملامت کا طوق، ذلت کا قلادہ اور نفرت کا ہار ڈالنے والوں کا ازدحام دوہری موت بن جاتا ہے۔

نابالغ مفتی! بہتان طرازی وافتراپردازی کس قدر سنگین وبدترین جرم وگناہ ہے،

ذیل کے ارشادات مبارکہ پڑھ کر سنجیدگی کے ساتھ غور کرو اور اپنے گندے کرتوت کی دھجیاں بکھرتی دیکھو۔

❁ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (سورة النساء، آية: ١١٢)

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اُسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

❁ دوسری جگہ رب کریم جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (سورة الأحزاب، آية: ٥٨)

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

❁ ایک اور مقام پر اللہ عزوجل یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ (سورة النور، آية: ١٥)

جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے ہو اور اپنے منہ سے وہ بات نکالتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے آسان سمجھتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال في مؤمن ماليس فيه؛ أسكنه الله رَدْغَةَ الخَبال، حتّى يخرج مماقال. (سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ٣٥٩٩، و السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ١١٧٧٣، والمستدرك للحاكم، رقم

الحدیث : ۲۲۲۲، والمعجم الکبیر ، رقم الحدیث : ۱۳۲۵٤)

جس شخص نے مومن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جہنمیوں سے نکلنے والی گندگی اور آلودگی میں رکھے گا، یہاں تک کہ اس کے بہتان کی سزا پوری ہو جائے۔

۞ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ذکر امرأً بمالیس فیه لیَعیبَه بمالیس فیه، حبسه اللّٰه فی نار جهنم حتی یأتی بنفاذ ماقال فیه. (المعجم الکبیر للطبرانی ، رقم الحدیث : ۱۷۹٤ ، والمعجم الأوسط له ، رقم الحدیث : ۸۹۳٦)

جس نے کسی شخص کو عیب لگانے کے لئے ایسی بات کہی جو اس میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں قید فرمادے گا، یہاں تک کہ اس کی بات کی سزا مکمل ہو جائے۔

نابالغ مفتی اگر بارگاہِ الٰہی میں تضرع وانکساری کر کے توفیق کی بھیک مانگ لے اور مذکورہ ارشادات وفرمودات میں غور کرلے، تو اس کو اپنی گھناؤنی حرکت اور فرومایگی پر مبنی ناپاک خصلت کے معائب ونقائص نمایاں طور پر نظر آسکتے ہیں، لیکن جس نے آنکھوں پر عناد کی پٹی باندھ لی ہو اس کا حقائق کا روشن آفتاب سیاہ نقطہ اور تاریک دھبّہ ہی نظر آتا ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَه نُورًا فَمَا لَه مِنْ نُورٍ﴾ .

خطف البوارق لأبصار من جنّ جنونه بالصواعق

نابالغ مفتی نے اپنے خبط نامہ کو" **الصواعق القادریة علی المتاهات التطهیریة** " کا نام دیا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ اس عنوان کے زیر جامہ شانِ انوثت پر مبنی شتائم اور اسلوبِ خنوثت کے آئینہ دار اتہامات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، حقیقت حال سے باخبر قاری یقیناً حیرت واستعجاب میں ڈوب جائے گا کہ اتنی اونچی دکان سے اتنا پھیکا پکوان، نام بڑا اور درشن چھوٹا، کسی نے سچ کہا ہے کہ بڑا نوالہ حلق کا دربان ہوتا ہے۔

ایک ذی ہوش انسان عنوان اور اس کی تہہ داریاں دیکھ کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا:

لکل داء دواء یستطاب به

الا الحماقة أعیت من یداویها

یا پھر:

اذا کان الغراب دلیل قوم

یمر بهم علی جیف الکلاب

غور تو کیجئے! ایک صحیح العقیدہ، پرہیزگار عالم دین، جس کے دل میں اسلام وسنیت کی تبلیغ کا وافر جذبہ ہے، جو شبانہ روز اپنی تقریر وتحریر سے اسلامی تعلیمات، کتاب وسنت کے ارشادات، اسلاف کی روایات اور سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے افکار و نظریات کی نشر واشاعت میں مصروف ہے اور جس نے اس بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ اسباب ووسائل پر عموماً نااہلوں کا تسلط ہے، اپنی بے سروسامانی کے باوجود دعوت وارشاد کے لئے وعظ وخطابت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کو ذریعہ بنایا ہوا ہے، اس عالم ربانی اور عظیم داعی اسلام پر سب وشتم اور بہتان وتہمت کی ایسی یورش کہ تہذیب وشرافت اور اخلاق ومروت گریہ کناں ہیں، اور کج بحثی وکج خلقی اور بدلگامی وبدطرازی برہنہ رقص میں افتاں وخیزاں ہیں۔

یہ سچ ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کی بات سے اختلاف کا حق ہے، لیکن اصول وآدابِ اختلاف کی خلاف ورزی اور دریدہ دہنی وکٹ حجتی نہ صرف بدمآلی کی غماز ہے، بلکہ ناقابلِ معافی جرم اور لائقِ تادیب شرارت ہے۔

آج کسی بھی شخص سے رابطہ کرنا انتہائی آسان ہے اور ایک دوسرے کے حالات و معاملات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے اسباب ووسائل کی فراوانی کا حال یہ ہے کہ گویا تمام تر جغرافیائی مسافتوں کی بساط سمٹ کر رہ گئی ہے، نابالغ مفتی کی نیت میں خیر کا عنصر شامل ہوتا، تو کسی بھی ذریعہ سے رابطہ کیا جاسکتا تھا، مشافہۃً اور مباشرۃً اپنے خدشات و

اشکالات پیش کئے جا سکتے تھے، حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ کا عندیہ معلوم کر کے اطمینان حاصل کرلیا جاتا اور جماعت کو کسی نئے فتنہ اور تازہ انتشار کا شکار ہونے سے بچالیا جاتا، مگر وائے رے شومیِ قسمت! پردہ زرنگاری میں بیٹھے ''مبغوض محبوبوں'' کے ایماء پر نام نہاد مفتی نے بے غیرتی پر مبنی وہ قدم اٹھایا کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ خبط نامہ کی سرخی سے ایسا تاثر ملتا ہے کہ مسلک کا اجارہ دار اپنے دامن میں چھپی بجلیاں خرمنِ باطل پر گرا کر اس کو خاکستر کردے گا، لیکن جب اس کے اندر جھانک کر دیکھئے تو پتہ لگے گا کہ یہاں بدحواسیوں اور بوالعجبیوں کے سوا دھرا ہی کیا ہے۔

مسٹر نام نہاد مفتی! مجدد اعظم، فقیہ اسلام، سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طاہرہ کا مطالعہ کر کے اپنی فکری آلودگی اور دماغی نجاست کی تطہیر کیجئے، اگر یہ بس کی بات نہ ہو تو کسی صاحب علم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے مرغول ومرغم اور متعفن ومو خم ذہن کی اصلاح کے لئے طبخ وتبخیر کی بھیک مانگ لیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اپنوں کے ساتھ کس طرح سلوک فرماتے، اور ان کی اصلاح کے لئے کیسا اسلوب اختیار فرماتے تھے، لیکن ہاں، آپ سے تو ان باتوں کا ذکر ہی بے سود ہے؛ کیونکہ آنجناب نے تو بے حیائی کا لبادہ اوڑھ کر بہیمیت وہجیت پھیلانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؛ اسی لئے تو سرخی ایسی قائم کی کہ مانو کسی بددین، بدمذہب نجدی، وہابی، دیوبندی، رافضی، قادیانی وغیرہ مرتد کے خلاف چڑھائی کرنے جا رہے ہوں۔

نابالغ مفتی! ایک صحیح العقیدہ عالم ربانی کے خلاف اس طرح کی سرخی قائم کر کے تم کوئی خدمت دین تو انجام نہ دے سکے، البتہ افتاء اور مفتی کے نام پر کلنک وعار بننے والے افراد کی فہرست میں اپنا نام درج کرانے میں ضرور کامیاب ہو گئے، جس پر میں تم کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین ونفرین پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں تمہاری ہدایت کے لئے دعا گو ہوں۔

حقائق سے شپرہ چشمی اور اپنوں سے طوطا نظری کی مثال قائم کر کے آخر کیا حاصل

کرنا چاہتے ہو؟ کیا حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی دام ظلہ کی درجن بھر سے زائد تصنیفات میں احقاقِ حق، ابطالِ باطل، ردِ وہابیہ ودیابنہ اور مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر استقامت کی دعوت کے ایمان افروز مناظر اور باطل سوز مضامین دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوگئی ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمہاری مثال بھی ایسی ہو کہ موسمِ بہار میں، چمنِ لالہ زار میں، جب کہ گلاب کھل رہے ہوں، شگوفے پھوٹ رہے ہوں، عنادلِ خوش نوا چہک رہے ہوں، گلہائے ہزار رنگ مہک رہے ہوں، ہر چیز پر کیف وسرور، فرحت وانبساط، بہجت و نشاط اور وجد وطرب کی کیفیت طاری ہو اور ہر انسان کام ودہن، مشام وذہن اور روح و بدن کو شاد کام بنانے کے لئے بنفشہ وسوسن، نرگس ونسترن، یاسمین وچندن، صد برگ وسمن، گلاب وعناب، جوہی وگل آفتاب سے سرشار وفیضیاب ہو رہا ہو، ٹھیک اسی وقت رعنائی و برنائی، دلکشی ودلربائی اور طیب ونزہت کی چمن آرائی سے بیگانہ غلاظت خمیر خنزیر سر جھکائے نجاست کی تلاش میں ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر گردش کر رہا ہو، اور جیسے ہی جیفہ قذارت، پارہ غلاظت اور لقمہ نجاست نظر آئے فوراً اس کو منہ میں دبا کر چلتا بنے۔ **والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔**

پہلے تو لو پھر بولو

مسٹر نادان! ہوش کے ناخن لو، غفلت چھوڑو، آنکھیں کھولو، اُجالا ہو چکا ہے، بیدار ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ کوئی تمہیں چومیخا کرے اپنی حالت سدھار لو، زبان کھولو مگر اولاً ہزار بار تو لو پھر بولو، لفظ وترکیب، منہج واسلوب، موقع ومقتضی، مقام ومحل، معنی ومفہوم اور سامع ومخاطب کی اچھی طرح معرفت حاصل کرنے کے بعد بات کرنا سیکھو، اگر فکرِ بداندیش کا خمار کچھ اُتر گیا ہو تو ذیل کی چند احادیث مبارکہ سے عبرت حاصل کرو:

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ

جَارَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ.

(صحيح البخاری ، باب حفظ اللسان ، رقم الحديث : ٦٤٧٥)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہوا سے چاہئے کہ اچھی بات بولے یا خاموش رہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

❁ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. (صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦٤٧٤)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے لئے ضامن ہو اس کا جو اس کی دونوں داڑھوں اور دونوں پیروں کے درمیان ہے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالاً يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالاً يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ.

(صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦٤٧٨)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کبھی بلا قصد اللہ کی رضامندی کی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے، اور بندہ کبھی بے سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سفر میں سید کائنات ﷺ کی رفاقت میسر آئی، معیت میں چلتے ہوئے عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! (ﷺ) ایسا عمل ارشاد فرما دیجئے جو مجھے جنت پہنچا دے اور جہنم سے بچا لے، سید عالم ﷺ نے ایمان و

اسلام کے بنیادی احکام بتانے کے بعد ارشاد فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّه ، وَعَمُوْدِه ، وَذِرْوَةِ سِنَامِه؟ قُلْتُ : بَلَى يَا نَبِيَّ اللّٰه ! فَأَخَذَ بِلِسَانِه ، قَالَ : كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰه !، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ مِمَّا نَتَكَلَّمُ بِهِ ؟ فَقَالَ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ، أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِم إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ .

(السنن للترمذی ، باب ماجاء فی حرمة الصلاة ، رقم الحديث : ٢٦١٦ وقال : هذا حديث حسن صحيح ، والسنن لابن ماجة ، كتاب الفتن ، رقم الحديث : ٣٩٧٣ ، ومسند أحمد ، رقم الحديث : ٢٢٠٦٩ ، والسنن الكبرى للنسائی ، رقم الحديث : ١١٣٩٤)

کیا جو کچھ بتایا گیا اس کی اصل، اس کا ستون اور اس کی بلند ترین چوٹی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور یا نبی اللہ! (ﷺ) آپ نے اپنی زبان (وحی ترجمان) کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: اپنی اس زبان کی حفاظت کرو، میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! (ﷺ) کیا ہمارے بولنے پر بھی گرفت ہوگی؟ ارشاد فرمایا: واہ معاذ! لوگوں کو ان کی زبانوں کی کمائی ہی جہنم میں چہروں یا ناک کے بل جھونکے گی۔

مفتی مخطی! سید عالم ﷺ کے ان ارشادات سے عبرت حاصل کرو اور ہمیشہ حق اور سچ بولنے کی عادت ڈالو، تم نے اپنے سینے کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے یا کسی کی فضلہ خواری کا حق ادا کرنے کے لئے جو سرخی بنائی ہے قطع نظر اس سے کہ تم اس کی معنوی حیثیت سے کلیۃً جاہل و نابلد ہو، اس کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس طرح کی بدقماشی اور بدتمیزی کا مظاہرہ کسی عالم دین تو کجا ایک عام مسلمان کے سامنے بھی کرنے سے باز رہو؛ کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ عذابِ آخرت کی تمہید بن کر ملکی قانون گدی سے زبان باہر کھینچ لے اور دوسروں کے لئے نشان عبرت بنا کر مورو ماہی کے سامنے پھینک دے۔

خبط نامہ کی سرخی پر یہ تبصرہ ابھی یہ کہتے ہوئے ختم کررہا ہوں: **ان عدت فسنعود باذن اللہ تعالی بأشد مما تراہ .**

اب آیئے خبط نامہ کے مطبوعات ومشمولات کی خبر لیتے ہیں:

وقت کی ستم ظریفی

مسٹر خبطی گھڑیالی آنسو بہاتے اور نہنگی گریہ وزاری کرتے لکھتے ہیں:

''مگر واہ رے وقت کی ستم ظریفی لوگ اپنے کو سنی بریلوی بھی کہتے ہیں اور رد وہابیہ میں اپنی قوت صرف کرنے کے بجائے ساری قوت مراسم اہل سنت کے بند کرنے وکروانے میں صرف کرتے ہیں''

مفتی نادان! یہ وقت کی ستم ظریفی کیا ہوتی ہے؟ کیا وقت اور زمانہ بھی ظلم وستم کرتا ہے؟ کہیں دور جاہلیت کے فرسودہ نظریات کے احیا کا خبط تو سوار نہیں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ منکرین حشر ونشر کے باطل وموہوم عقیدہ کی ترویج واشاعت کا شوق بلا طوق انگڑائی لے رہا ہو؟ منکرین حشر ونشر کا خیال خام یہ ہے:

﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴾

(سورة الجاثية ، آية : ٢٤)

اور وہ (منکرین بعث) بولے: ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ، اور انہیں اس کا کوئی علم ہی نہیں، وہ تو صرف اٹکل سے ہی کام لیتے ہیں۔

دیکھا مسٹر خبطی! تم نے وقت کو ستم ظریف کہا اور منکرین بعث نے مہلک کہا، منکرینِ بعث زمانہ کو مؤثرِ حقیقی سمجھ کر مہلک کہتے تھے، تم نے زمانہ کو کیا سمجھ کر ستم ظریف کہا ہے، یہ ہمیں نہیں معلوم؛ **فان الغمائض بالقلوب محلّها ، و کل الصید فی جوف**

الفرا ، ہم تمہاری طرح ظن وتخمین کے لنگڑے لولے اور سر بصحرا باؤلے گھوڑے دوڑا کر کسی کے ایمان واعتقاد پر حملہ آور نہیں ہوتے ، اور نہ اس بدادا حرکت کی اسلامی تعلیمات اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی طرح کی گنجائش ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ تمہارے اور منکرین بعث کے درمیان یہ قدر مشترک یقیناً موجود ہے کہ زمانہ کو سب وشتم کرنے میں دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہو۔

نابالغ مفتی! زمانہ کو سب وشتم کرنے کا حکم جانتے ہو؟ اگر نہیں جانتے ہو تو ارشاداتِ مختار کائنات ﷺ سنو اور چھٹی حس نے اگر باقی حواس کو شل یا معطل نہ کر دیا ہو تو درس عبرت حاصل کرو:

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

قال اللّٰه عزّ و جلّ : یؤذینی ابن آدم ، یقول : یا خیبة الدھر ، فلایقولن أحدکم : یا خیبة الدھر ، فانی أنا الدھر ، أقلب لیله و نھارہ ، فاذا شئت قبضتھما .

(صحیح مسلم ، باب النھی عن سب الدھر ، رقم الحدیث : ٢٢٤٦)

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے، وہ کہتا ہے: ہائے زمانہ کی نامرادی، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے: ہائے زمانہ کی نامرادی، کیونکہ میں زمانہ (کا خالق) ہوں، اس کے شب وروز کی گردش کرتا ہوں اور جب چاہوں گا ان کو قبض فرمالوں گا۔

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق متفق علیہ روایت ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ : قال اللّٰه عزّ و جلّ : یؤذینی ابن آدم، یسب الدھر ، وأنا الدھر ، بیدی الأمر أقلب اللیل والنھار .

(صحیح البخاری ، کتاب التفسیر ، رقم الحدیث ٤٨٢٦ ، و صحیح مسلم، رقم الحدیث : ١ – ٢٢٤٦)

ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، وہ زمانہ کو برا کہتا ہے، اور میں زمانہ (کا خالق) ہوں،

میرے ہی قبضہ میں سارا کام ہے، میں ہی رات ودن کو پلٹتا ہوں۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت دوسرے طریق سے یوں ہے:

"لاتسبوا الدهر ، فان الله هو الدهر."

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥- ٢٢٤٦)

زمانہ کو برا مت کہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ (کا خالق) ہے۔

ممکن ہے ان احادیث مبارکہ کو پڑھ کر نابالغ مفتی پر حواس باختگی کی کیفیت طاری ہوجائے، اوراردو تعبیرات ومحاورات کی پوتھیاں کھنگالنے کی سنک سر میں سمانے لگے، لہٰذا پہلے تو ہم یہ بتادیں کہ اسلام نے ہراس پوتھی کی ارتھی نکال دی ہے جو اسلامی تعلیمات و نظریات سے متصادم ومتحارب ہو، ثانیاً کہیں بھی ہاتھ پاؤں مارنے سے پہلے جنونِ بلاخیز سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل ارشادات ائمہ بغور پڑھو اور "واہ رے وقت کی ستم ظریفی" کا پوسٹ مارٹم دیکھو۔

امام کبیر حضرت علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

قال الخطابى : كانت الجاهلية تضيف المصائب والنوائب إلى الدهر الذى هو من الليل والنهار ، وهم فى ذلك فرقتان : فرقة لا تؤمن بالله ولا تعرف إلا الدهر: الليل والنهار، اللذان هما محل للحوادث وظرف لمساقط الأقدار فتنسب المكاره إليه على أنها من فعله ، ولا ترى أن لها مدبرا غيره ، وهذه الفرقة هى الدهرية الذين حكى الله عنهم فى قوله: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ ، وفرقة تعرف الخالق وتنزهه من أن تنسب إليه المكاره ، فتضيفها إلى الدهر والزمان ، وعلى هذين الوجهين كانوا يسبون الدهر ويذمونه ، فيقول القائل منهم : يا خيبة

الدهر ، ويا بؤس الدهر ، فقال لهم ﷺ مبطلا ذلك : لا يسبن أحد منكم الدهر ؛ فإن الله هو الدهر ، يريد – والله أعلم – لا تسبوا الدهر على أنه الفاعل لهذا الصنيع بكم ، فالله هو الفاعل له ، فإذا سببتم الذى أنزل بكم المكاره رجع السبُّ إلى الله تعالى وانصرف إليه ، ومعنى قوله : أنا الدهر ، أنا مالك الدهر ومصرِّفه ، فحذف اختصارًا للفظ واتساعا فى المعنى . وقال غيره : معنى قوله : أنا الدهر ، أى المدبر ، أو صاحب الدهر ، أو مقلبه ، أو مصرفه، ولهذا عقبه بقوله : بيدى الليل والنهار ، وقال الكرمانى : لم عدل عن الظاهر؟ ثم قال : الدلائل العقلية موجبة للعدول ، ويروى بنصب الدهر على معنى أنا باق أو ثابت فى الدهر . وروى أحمد عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه بلفظ : لا تسبوا الدهر فإن الله قال : أنا الدهر ، الأيام والليالى أُوجدها وأُبليها ، وآتى بملوك بعد ملوك.

(عمدة القارى بشرح صحيح البخارى، ج : ٢٢، ص : ٣١٥، و ٣١٦ دارالكتب العلمية ، بيروت)

سند الحفاظ حضرت علامہ امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قال االمحققون : من نسب شيئا من الأفعال الى الدهر حقيقة كفر ، ومن جرى هذا اللفظ على لسانه غير معتقد لذلك فليس بكافر ، لكنه يكره له ذلك لشبهه بأهل الكفر فى الاطلاق.

(فتح البارى، ج : ١٤، ص : ٥٣)

مفتی جی! ذرا ان الفاظ کو ایک سے زائد مرتبہ پڑھ لیجئے:" **فيقول القائل منهم :**

یا خیبة الدھر، ویا بؤس الدھر ''اور اپنے ''واہ رے وقت کی ستم ظریفی'' سے وقت رہتے نجات پانے کے لئے مجدد اعظم، امام اہل سنت، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ تعلیمات اور تعبیر وترکیب میں پائی جانے والی عظیم الشان احتیاطات کے دامن میں پناہ لے لیجئے۔

مفتی جی! کٹ حجتی سے کام نہ لینا، اگر عقدہ حل نہ ہو تو حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی درسگاہ کے کسی خادم کی جانب رجوع کر لینا ان شاء اللہ تعالیٰ خبط کا عفریت کافور کر دیا جائے گا۔

نابالغ مفتی! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے در پردہ وہابیوں اور دیوبندیوں سے خفیہ سمجھوتہ اور ساز باز کر رکھی ہے، اور موٹے مال وریال کو دیکھ کر ان سے یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ تم صرف چند مباح ومستحب امور کی مداومت ومواظبت اور التزام واہتمام کا مدت العمر درس دیتے رہوگے، اور پوری دنیا کو یہ بتانے اور سمجھانے میں لگے رہوگے کہ ان امور پر مداومت ہی ایمان ہے، ان پر مواظبت ہی اسلام ہے اور ان کا التزام واہتمام ہی عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور جنت میں جانے کے لئے کافی ہے، رہے عقائد صحیحہ اور اسلام کے دیگر ارکان واحکام ان کی دعوت وتبلیغ سے تم کوئی سروکار نہیں رکھوگے، بلکہ جو اہل حق اس مقدس فریضہ کی انجام دہی کے لئے کوشاں ہوں گے ان کی پگڑیاں اُچھالوگے اور عقائد واعمال کے میدان میں کام کرنے اور قوم مسلم کو گمراہ کرنے کے لئے دیوبندیت و وہابیت کو کھلی چھوٹ اور آزادی دیتے رہوگے؟

جہالت یا شیطنت

مفتی جی آگے لکھتے ہیں:

''انہیں میں سے ایک مولوی تطہیر احمد ٹانڈوی ہیں''

ملا جی! تم نے ''ٹانڈوی'' یا تو اس لئے لکھا ہے کہ تم خود حضرت مولانا تطہیر احمد

صاحب رضوی کے اصل وطن سے نابلد اور جاہل ہو، کسی مت کٹے کی تضلیل وتدجیل کا شکار ہو کر لکھ مارا ہے، اگر ایسا ہے تو چلئے آپ کی جہالت کا پردہ سرکا دیتے ہیں، تاکہ آئندہ آپ سے اس قسم کی مذبوحی حرکات صادر نہ ہوں۔

ملا جی! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا وطن مالوف دھونرہ ہے، جو ضلع بریلی شریف میں واقع ہے، ٹانڈہ (جو کہ غیر مقلدین وہابیہ کا مثل شیطان مشہور گاؤں ہے) ہرگز نہیں۔ امید ہے کہ اس سے تمہاری منحوس وناپاک جہالت ختم ہوگئی ہوگی۔

یا پھر ملا جی! آپ کے سینہ میں وسواسِ خنّاس نے وسوسہ ڈالا، شامت اعمال نے زور باندھا اور ایک صحیح العقیدہ عالم دین کو اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے گستاخوں کی بستی کی جانب منسوب ومشتہر کر کے نفسِ خبیث کی تسکین اور ان بدطینت اوباشوں کی تاریخ کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے، جو ہر دور میں اہل حق کے خلاف بہتان والزام اور افتراء واتہام کے مسموم تیر چلاتے رہے ہیں، مثلاً آپ جیسے کسی خبطی نے امام الائمہ، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ بہتان باندھا:

ولد أبو حنيفة و كان أبوه نصرانيا .

(تاريخ بغداد للخطيب، ج: ١٥، ص: ٤٤٦)

ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش کے وقت ان کے والد نصرانی تھے۔

آپ کی طرح ہرزہ سرائی کرنے والے کسی سرپھرے نے بکا:

كان أبو حنيفة نبطيا. (ايضا، ص: ٤٤٧)

ابوحنیفہ نبطی تھے۔ (نبطی: نبط نامی عربی وادی سے منسوب بت پرست قوم)

اس طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں جہاں احمقوں، جاہلوں، ناہنجاروں اور باطل نوازوں نے جغرافیائی، لسانی، نسلی، قومی، تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر مخلصین، صالحین اور اہل علم وتقویٰ کے ساتھ نسبتوں کے معاملہ میں تبدیل وتحریف اور تغلیط وتحمیق کا گندا کھیل کھیل کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا ہے۔

اُمید ہے کہ نابالغ مفتی کو عقل آ گئی ہوگی کہ نسبتوں میں تحریف کرنا جہالت وشرارت کے ساتھ ساتھ اوباشوں کی علامت ہے۔

مراسم اہل سنت بند کرنے اور کروانے کا الزام

ملا جی نے کمالِ شرارت سے مولانا تطہیر احمد صاحب کو ان افراد کی صف میں شمار کیا ہے جو مراسم اہل سنت بند کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کرتے ہیں، اس پر پہلی عرض تو یہ ہے:

﴿ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴾ (سورة النور، آية: ١٦)

الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

ثانیًا: کتاب وسنت اور اجماع وقیاس شرعی سے مراسم اہل سنت کی جامع ومستند تعریف کیجئے؟

ثالثًا: مراسم اہل سنت کی مصطلح کب سے رائج ہوئی؟

رابعًا: یہ کس علم کی مصطلح ہے اور اس کا موجد کون ہے؟

خامسًا: مراسم اہل سنت سید عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں کیا کیا تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کیا تھے، دور تابعین وائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں کیا تھے اور بعد کے زمانوں میں کیا کیا تھے؟

سادسًا: مراسم اہل سنت میں مرورِ زمانہ کے ساتھ کمی یا بیشی ہوتی رہی ہے یا نہیں؟

سابعًا: کمی بیشی ہونے یا نہ ہونے کا مکمل ومعتمد ثبوت پیش کیجئے؟

ثامنًا: مراسم وشعائر کے درمیان شرعاً کون سی نسبت ہے؟

تاسعًا: شعار اسلام اور شعار اہل سنت کے درمیان کون سی نسبت ہے؟

عاشرًا: شعار اسلام اور شعار اہل سنت اس زمانہ میں کیا کیا ہیں اور ان کے اخذ وترک کے شرعی احکام کیا ہیں؟

حادی عشر: مذکورہ سوالات کی توضیح وتنقیح کے بعد یہ بتائیے کہ وہ کون کون سے

مراسم اہل سنت ہیں جن کے بند کرنے اور کرانے میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اپنی قوت صرف فرما رہے ہیں؟

ثانی عشر: بند کرنے اور کرانے والی بات حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب نے اپنی تقریر میں کہی ہے یا کسی کتاب میں لکھی ہے، مکمل ثبوت پیش کیجئے؟

ثالث عشر: اگر ثبوت پیش نہ کر سکیں، تو پھر یہ بتائیے کہ اس بکواس کا منشا القاءِ شیطانی ہے، یا صریح بہتان اور بدگمانی؟

هات برهانك على ما تدعى من الكتاب و السنة و ما الى ذلك من الحجج والدلائل الشرعية ان كنت من الصادقين ، وان لم تأت بها ، ولن تستطيع أن تأتي بها ، فاتق أيها الذى تلفق القول ، وتفترى من سوء الكذب، النار التى تلقى فيها غيّا يوم القيامة.

خیال رہے محض تم جیسے مالیخولیائی کا کسی چیز کو مراسم اہل سنت سے کہہ دینا ایک خر دماغ کی بڑ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، لہٰذا اگر اس مجنونانہ بڑ کی تعمیل کے لئے کوئی کوشاں نہ ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ مراسم اہل سنت بند کرنے کی بات کرتا ہے، بلکہ اس کا صریح معنی یہ ہے کہ وہ اپنے عمل سے یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ خرد ماغو! اپنی عافیت چاہو تو زنانہ گالیوں کے بجائے کسی پاگل خانہ میں اپنا علاج کراؤ اور اسلامی معاشرہ میں فکری اور نظریاتی دہشت گردی پھیلا کر بدعاتِ سیئہ، محدثات خبیثہ، منکرات شنیعہ اور ممنوعات ومنہیات شرعیہ کو رواج دینے کے بدترین جرم سے باز آجاؤ۔

ملا جی! آپ مراسم اہل سنت کی کیا تعریف کریں گے، وہ تو جب آپ ہماری اس تحریر کا جواب لکھنے بیٹھیں گے تو پتہ چلے گا کہ کون سے پہاڑ کھودیں ہیں اور کیا تیر مارا ہے، ابھی مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ رضوی کے ایک رسالہ کی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے اور سر میں سمائے ہوئے سودائے خام پر ان کو پڑھ کر دم کر لیجئے؛ **ففيه الدواء الشافى لدائك الدوىّ، والعلاج الكافى لمرضك القوىّ .**

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

’’کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور کی ولادت پر خوش ہونا اور خوشی منانا اگر جائز بھی ہے تو ایک بار ایسا کر لینا کافی ہے، یہ بار بار محفل میلاد کیوں مناتے ہو؟ اور ہر سال بارہ ربیع الاوّل کی تاریخ آنے پر جشن کیوں مناتے ہو؟ تو ہم کہتے ہیں جو کام اچھا ہے اگر بار بار کیا جائے تب بھی اچھا ہی رہے گا، بار بار کرنے سے اچھائی بڑھے گی یا گھٹے گی؟ مثال کے طور پر غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانا ثواب ہے، تو اگر ایک دن، یا ایک بار کھلائے تب بھی ثواب ملے گا، اور اگر بار بار روزانہ کھلائے تو ثواب بڑھے گا نہ کہ کم ہوگا۔‘‘ (بارہویں شریف جلسے اور جلوس، صفحہ: ۱۰)

ایک عبارت اور سنئے:

’’شریعت کے دائرہ میں رہ کر اولیاء کرام کی تاریخ وصال پر گھروں، مسجدوں میں، یا ان کے مزارات پر حاضر ہو کر ان کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی، صدقہ وخیرات، کھانے پکا کر مسلمانوں کو کھلانا، یا تقسیم کرنا وغیرہا امور یقیناً جائز ومستحب اور اچھے کام ہیں، اسی کو ’’عرس‘‘ کہتے ہیں۔ اور خاص قبر کی جگہ کو چھوڑ کر اس کے اطراف میں دیواریں کھڑی کر کے جو عمارت تیار کرائی جاتی ہے اس کو ’’مزار‘‘ کہتے ہیں۔ قرون اولی، صحابہ وتابعین کے زمانے میں ان امور کا رواج واہتمام نہیں تھا، بعد میں ہوا، لیکن کوئی غلط نہیں ہوا، اچھی باتوں اور اچھے کاموں کو رائج کرنا بھی اچھا ہے۔ حدیث میں ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ’’جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا اجر بھی اس کو ملے گا۔

(صحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ صفحہ: ۳۳) ‘‘ (درمیانی امت، ص: ۱۷۲)

ملاجی! مذکورہ عبارتوں کو بار بار پڑھئے اور بتائیے کہ یہاں جشن میلاد پاک اور

اعراسِ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بند کرنے اور کروانے کی بات کی گئی ہے یا انتہائی سلیس اسلوب میں میلاد شریف کے جشنِ رحمت ونور اور عرس کی محفلِ خیر وبرکت کو منعقد کرنے کی ترغیب وتشویق اور فضیلت واہمیت بتائی گئی ہے؟ اب اگر اس کو بھی آپ کی عقل بند اندیش مراسم اہل سنت کو بند کرنا اور کروانا کہنے لگے، تو میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ اس سے پہلے کہ ’’وقت کی ستم ظریفی‘‘، تمہیں گھر کا رکھے نہ گھاٹ کا، قرآن کریم کے اس فرمان کو بغور سنو، اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے ڈرو اور وقت رہتے آخرت کا خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو:

﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

(سورة البقرة، آية: ۲۱۱)

اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اب بھی گرفتار دہشت ووحشت ہو تو پھر ’’واہ رے وقت کی ستم ظریفی‘‘:

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے، لیلیٰ نظر آتا ہے!

اور اگر خرد ماغی نے نگاہوں پر عناد کے دبیز پردے ڈال دیئے ہوں تو:

گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں
کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

افتراءات واتہامات کا تسلسل

ملاجی کہتے ہیں:

’’کون مولانا تطہیر احمد: جن کا خیال یہ ہے کہ آج دین کا جو بھی کام ہو رہا ہے وہ صرف میری تقریروں اور تحریروں سے ہو رہا ہے، باقی سارے علماء بیکار، سارے

خطباء بیکار، سارے پیران عظام بیکار ہیں اور سب بدعمل ہیں............

الیٰ آخر الهفوات۔"

ملاجی! ہم تو سمجھتے تھے کہ نام سے پہلے مفتی کا ٹائٹل استعمال کرتے ہو، تو کتاب وسنت کے ارشادات اور علوم دینیہ سے ضرور تعلق رکھتے ہوگے، مگر یہ کیا، تم تو افترا پردازی اور بہتان طرازی میں یدطولیٰ رکھنے والے افاکِ اثیم نکلے۔

نابالغ مفتی! بہتان لگانے والوں اور اس کو نقل درنقل کرنے والوں کے بارے میں رب کریم کا فرمان جو پہلے بھی گذر چکا ہے، ایک بار پھر پڑھ لو، شاید نور ہدایت کی کوئی تابش میسر آجائے:

﴿ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ ما لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴾ (سورة النور، آية: ١٥)

جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے ہو اور اپنے منہ سے وہ نکالتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے آسان سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ جو الزام تم نے لگایا وہ درحقیقت **رجما بالغيب** بکی ہوئی خرافات ہے، جو بحکم قرآن تمہارے لئے وبال جان ثابت ہوگی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب علم کے نام پر گندم نما جوفروشوں، خطابت کے نام پر اساطیر ومناکیر پھیلانے والے پیشہ ور خطیبوں اور تصوف ومعرفت کے نام پر **ذياب في ثياب** زندیقوں نے اسلام کی زریں تعلیمات، اہل سنت وجماعت کے مسلمات، دین کی ضروریات اور اسلاف کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معمولات میں تحریف وترمیم کے جراثیم شامل کرنے کا گھناؤنا کھیل شروع کررکھا ہو اور اس کو جاہ وشہرت اور مال ودولت کمانے کا ذریعہ بنالیا ہو، اس وقت ہر صاحب ایمان پر لازم ہے کہ بقدر طاقت **امر بالمعروف اور نهی عن المنکر** کا فریضہ انجام دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے، کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرے، کسی صاحب منصب سے مرعوب نہ ہو، کسی کی شخصی یا خاندانی وجاہت سے خائف نہ ہو، کسی اوجھڑی

خور کی نامردانہ دھمکیوں کو خاطر میں نہ لائے، بلکہ مومنانہ شان، عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار میں جاہلوں، جابروں اور معاندین ومخاصمین کے علی الرغم اعلاء کلمۃ الحق اور احیاء سنت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا ایمان افروز نعرہ مستانہ لگادے۔ ﴿وَ لَوْ كَرِهَ الْكَارِهُوْنَ﴾

بحمدہ تعالیٰ میرے استاذ محترم اس فرض کی انجام دہی میں شبانہ روز مصروف ہیں۔

حفظه اللّٰه تعالیٰ و رعاه، و أدام ظله الوارف و من كل سوء وقاه .

نابالغ مفتی! دعوت وتبلیغ جس سے تمہیں پیدائشی بیر اور فطری عناد ہے، اگر قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اسلاف کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت طاہرہ کی روشنی میں اس کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر لکھوں تو ایک دستاویز تیار ہوسکتی ہے، لیکن یہاں تمہاری تنبیہ کے لئے سردست صرف ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث شریف پیش کررہا ہوں، شاید تمہاری ابلہ فریبی کچھ فرو ہوجائے:

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

(سورة آل عمران، آية: ١٠٤)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اور اچھی بات کا حکم دے، اور بری بات سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ رَأى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ.

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٨٦، والسنن لأبي داؤد، رقم الحديث: ١١٤٢، وجامع الترمذي، رقم الحديث: ٢١٧٢، و السنن للنسائي، رقم الحديث: ٥٠٠٨، و السنن لابن ماجة، رقم الحديث: ١٢٧٥، و مسند أحمد،

رقم الحديث : ١١٦٧٨ ، و السنن الكبرى للبيهقي ، ١١٨٤٧)

رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کردے، اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ملائے مجنون! اگر حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ کے ان دعوتی کارہائے نمایاں کی وجہ سے تم پہ ہذیانی کیفیت طاری ہے اور تم اپنی درکتی، سرکتی، اکھڑتی، سکڑتی، شیطانی سلطنت کے خوفناک منظر کو دیکھ کر اہلِ حق کو باطل پرست بتانے پر تلے ہو تو یہ کوئی تعجب خیز اور نئی چیز نہیں ہے؛ کیونکہ ﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلویت پر حملہ کا شاخسانہ

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

’’آج کل اہل سنت و جماعت کو ایک الگ گروہ اور بریلوی فرقہ کے نام سے نامزد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور ہمیں بجائے مسلمان اور سنی کے بریلوی قرار دے کر چھانٹنے کا منصوبہ چل رہا ہے، اور ہم ہیں کہ خود ہی اپنے اوپر سے مسلمان اور سنی کا لقب ہٹانے میں لگے ہیں، اور خود کو بریلوی کہتے ہیں، حالانکہ اہل سنت ہی مسلمان ہیں، اور یقیناً اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات عین اسلام ہیں، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ خود کو مسلمان ہی کہیں، اور جہاں ضرورت ہو وہاں سنی کہیں، خود کو بریلوی کہنا ہمارا کام نہیں، بدمذہب لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں، اور جب ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہمارے نظریات اور عقائد و خیالات اسلامی ہیں تو اسلام کے نام سے ہماری تنظیموں، اداروں اور مکتبوں کا تعارف ہونا چاہئے، جلسوں اور جلوسوں وغیرہ میں نعرہ لگانے میں بھی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ سیدھے سیدھے

ایک دم مسلک اعلیٰ حضرت، زندہ باد کا نعرہ لگانے کے بجائے پہلے اسلام زندہ باد، اہل سنت زندہ باد، اس کے بعد جہاں ضرورت ہو جہاں ضرورت و مصلحت سمجھیں تو مسلک اعلیٰ حضرت یا تعلیمات اعلیٰ حضرت زندہ باد کا نعرہ لگائیں‘‘۔

(درمیانی امت، ص:١٢٢)

افراط وتفریط سے پاک اعتدال و وسطیت پر مبنی اس تحریر کی جتنی قدر کی جائے وہ کم ہے، یہ تحریر حقانیت کا منہ بولتا ثبوت اور بدمذہبیت کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے، لیکن علم سے محروم اور جہالت و بلادت پر نازاں وشاداں رہنے والے مفت کی جانب منسوب مفتی نے بدقماشی و بدتمیزی کی ساری حدیں پار کردی ہیں، صحرائی درندوں، بازاری ہجڑوں اور نامراد بہروپیوں کی طرح شور وشغب اور آوارگی و انارکی کا طوفان کھڑا کر رکھا ہے، اور جبلی شراست و ناپاک جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالص ابلیسی روش میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ پر عندالفقہا حکم کفر لگایا ہے۔

نابالغ مفتی!

یہ بات اپنی جگہ مسلّم اور صد فیصد درست ہے کہ آج ہند و پاک اور ان دونوں ممالک کے باشندگان جہاں جہاں رہتے ہیں وہاں کے اہل سنت و جماعت کی ایک بڑی تعداد کا عرف یہ ہے کہ وہ مذہب اہل سنت و جماعت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کرتی ہے، اسی طرح دنیا کے اور کئی ممالک ہیں جہاں کے بعض صحیح العقیدہ مسلمان مذہب اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت بھی کہتے ہیں، لہٰذا جہاں مذہب اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے جانا جاتا ہو، وہاں یہ تعبیر یقیناً درست اور ہر قسم کے مفسدہ سے خالی ہے، اور جہاں یہ عرف نہ ہو وہاں مذہب اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کرنا ایک عظیم فتنہ کو جنم دینے کے مترادف ہے، لوگ یقیناً یہ سمجھیں گے کہ یہ کوئی نیا دین و مذہب ہے، اور اگر اس طرح کے حالات میں آپ جیسا کوئی شخص ملاحسن کی عبارت (التصور يتعلق من كل شئ) کی جگالی کرتے ہوئے منطق دانی کے زعم موہوم کی دال بگھارنے لگے اور اغالیط و مخاریق پر مبنی

کٹ حجتی پیش کرکے سب کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے کی تلقین کرنے لگے، تو میرا خیال ہے کہ پھر بچانے کے لئے کوئی غلاظت خور بھی میسر نہیں آئے گا۔

مسٹر خبطی! **الحمدللّٰہ ثم الحمدللّٰہ**، مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ہم اہل سنت و جماعت بشمول حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کی گھٹی میں ہے، اسی مسلک حق پر پیدا ہوئے، اسی مسلک کی ترویج واشاعت اور آبیاری و پاسبانی کے لئے اپنی تمام تر توتیں صرف کرتے ہیں، اسی پاکیزہ مسلک پر خاتمہ کے لئے بارگاہ الٰہی میں تضرعاً دعائیں کرتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی مسلک کا دم بھرتے ہوئے زیر لواء الحمد اپنے مرشد گرامی تاجدار اہل سنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت، امام العارفین حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجدد اعظم، نابغۃ الفقہاء، محدث اکبر، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی وساطت سے رحمۃ للعالمین، امام الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین سیدنا وسندنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے حصہ پائیں گے اور کہتے جائیں گے:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

مسٹر خبطی! مسلک اعلیٰ حضرت سے یہ وابستگی تم جیسے جاہل و احمق کی ہفوات و جزافات کی وجہ سے نہیں ہے، تم جیسے تین سو ساٹھ اور چار سو بیس کتے کی طرح بھونکتے اور ہر نئی صبح کے ساتھ کسی نئے فتنے کو جنم دینے کے لئے شیطانی راگ اُلاپتے رہتے ہیں، مگر ابلیسی چال کا حال بارشاد رب ذوالجلال یہ ہے:

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً ﴾ (سورۃ النساء، آیۃ: ۷۶)

بے شک شیطان کی چال کمزور ہے۔

ملاجی! ہم نے مسلک اعلیٰ حضرت کو دنیا کی کسی رنگینی و دلفریبی، یا کسی کی فضلہ خواری وکاسہ لیسی، یا کسی غربال کی گیدڑ بھبکی، یا کسی پونجی پتی کی ریزہ چینی و دریوزہ گری یا سستی شہرت و جاہ طلبی کی وجہ سے نہیں مانا ہے، بلکہ صرف اور صرف اس لئے مانا ہے کہ یہی مسلک

کتاب وسنت کا سچا ترجمان وآئینہ دار ہے، یہی مسلک صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معمولات کا پاسبان ہے، یہی مسلک عقائد صحیحہ کا امین ہے اور اسی مسلک پر استقامت سے ان شاء اللہ تعالیٰ رضاء الٰہی کی سرمدی سرفرازی نصیب غلامان رضا ہوگی۔

مگر ملاجی! ہم وابستگانِ مسلک اعلیٰ حضرت ایسا بھی نہیں کرتے کہ شریعت کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے لگیں، تم جیسے اوباشوں کی طرح اچھل کود مچاتے پھریں، بھانڈوں گنواروں کی طرح شور وشغب کرتے رہیں، اسلام کے آفاقی پیغام کو اوجھڑی خوروں کی کٹیا کا راگ وترنگ بنادیں، دینی حکمتوں اور مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ دیں، ضمیر فروش اور آوارگانِ فکر ونظر سے ساز باز اور مصالحت کرلیں اور دینی ضرورتوں اور حالات کے تقاضوں سے چشم پوشی کرکے مادی منفعت اور قاذوراتی مفاد کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت کے کھوکھلے نعرے لگانے میں گم ہو جائیں، نہیں نہیں، ہم ایسا ہرگز نہیں کرتے، مسلک اعلیٰ حضرت، ہمارے لئے قبر وحشر کا مسلک ہے، یہ مسلک کسی فرد یا خاندان کی جاگیر نہیں، بلکہ عالمگیر ہے، یہ مسلک گھروندے میں بند اور تنگ نہیں ہے، اس کی وسعت آفاق والنفس کو محیط ہے، یہ حق و باطل کے درمیان نشان امتیاز ہے، اسی لئے جس زمان ومکان میں جو عبقری شخصیت حق کو سربلند اور باطل کو سرنگوں کرکے مرجعیت ومرکزیت کے منصب رفیع پر فائز ہو جاتی ہے، منجانب اللہ دین حق کا تعارف اسی کی نسبت سے ہونے لگتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت جن عقائد حقہ صحیحہ اور معمولات دینیہ ثابتہ کے مجموعہ کا نام ہے، زمان ومکان کی تبدیلی کے باوجود ان عقائد ونظریات سے ادنیٰ انصراف وانحراف، کسی قسم کی مداہنت ومنافقت اور انخفاض وانقباض ناقابل قبول بدترین جرم ہے، جو بسا اوقات کفر وارتداد بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح معمولات دینیہ ثابتہ کا انکار واستہزاء، کبھی کفر وحرام اور کبھی منہیات کے دیگر مدارج کے تحت ممنوع قرار دیا جائے گا، لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ مذکورہ عقائد ومعمولات کی تعبیر عرف بدل جانے یا سرے سے عرف نہ پائے جانے کے باوجود بنام مسلک اعلیٰ حضرت ہو، جہاں عرف ہے وہاں یہ تعبیر

مستحسن ہی نہیں بلکہ بہت سے حالات میں فرض ہے، اور جہاں عرف بدل چکا ہو یا سرے سے عرف ہی نہ رہا ہو وہاں فتنہ وفساد اور انتشار وخلفشار جیسے مفاسد کے سبب حسب حال منہیات کے کسی نہ کسی خانہ میں ضرور رہے گی، اور اس سے اجتناب و احتراز کا ضرور بالضرور حکم دیا جائے گا۔

نابالغ مفتی مخطی! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا یہ ارشاد بھی پڑھ لو اور اس کے بعد اپنی بہیمیت اور سگانِ غلاظت خور کی طرح ہجیت کا مظاہرہ کرنے کے لئے کسی کمیلہ کی دیوار سے لگ کر ڈگڈگی بجانے میں لگ جاؤ:

’’تصنیف وتالیف کا مشغلہ ہو، یا وعظ وتقریر کا کام، ہمارا آئیڈیل آج کے پر فتن دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جو اسلام وسنت کا صحیح ترجمان ہے، اور وہ مجدد ِامت، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف کردہ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں، فتاوی ورسائل ہیں، جو اب دنیا بھر میں شائع وذائع ہیں‘‘۔ (غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح، ص:۵)

نابالغ مفتی! بصیرت سے تو تم یقیناً محروم ہو، لیکن بصارت کی کوئی رمق باقی ہو تو آنکھیں کھول کر دیکھو کہ جو شخص مسلک اعلیٰ حضرت کو تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر کے تمام کاموں میں آئیڈیل مانتا ہو، اور اس کو اسلام وسنت کا صحیح ترجمان قرار دیتا ہو، اس کو مسلک اعلیٰ حضرت کا مخالف قرار دینا اور عند الفقہاء حکم کفر کی بات کرنا تمہاری ’’جہالتِ جہلاء، ضلالتِ عمیاء اور بلادتِ شعواء‘‘ کا گندا کرتوت نہیں تو کیا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کے دو معانی

ہاں اتنا ضرور ہے نابالغ مفتی! مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال عموماً دو معنی میں ہوتا ہے:

(۱) مسلک اعلیٰ حضرت بمعنی مسلک اہل سنت وجماعت۔

(۲) مسلک اعلیٰ حضرت بمعنی مسلک بدعات ومنکرات۔

ہم بحمدہٖ تعالیٰ مسلک اعلیٰ حضرت بمعنی مسلک اہل سنت وجماعت کے قائل وعامل ہیں اور اسی پر استقامت واستدامت کو اپنی دنیا وآخرت کے لئے سعادت وبرکت سمجھتے ہیں۔

اس مسلک کے اہم امتیازات وخصوصیات اور نمایاں شعائر وعلامات میں سے چند یہ ہیں:

❁ عقائد صحیحہ ثابتہ پر استقامت واستدامت اور ان کی تبلیغ ودعوت۔

❁ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے اتباع رسول ﷺ کو ضروری سمجھنا۔

❁ حب مصطفیٰ ﷺ کے لئے اتباعِ مصطفیٰ ﷺ کو لازم تسلیم کرنا۔

❁ کفار ومشرکین، منافقین ومرتدین اور اہل بدعت واعداء دین سے اجتناب و احتراز اور ان کی تردید وابطال۔

❁ دیگر ارکانِ اسلام نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی فرضیت کو قول وعمل سے تسلیم کرنا اور ان کے استخفاف کو کفر قرار دینا۔

❁ علمِ دین اور علماءِ حق کی تعظیم وتوقیر کرنا اور ان کی اہانت وگستاخی کو حرام یا کفر ماننا۔

❁ احیاءِ سنت اور اماتتِ بدعت کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا۔

❁ اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت ونقوش حیات پر عمل کرنا اور ان کی محبت وعقیدت کو لازم جاننا۔

❁ **الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ** کو کمال ایمان ماننا۔

❁ افراط وتفریط سے گریز کرنا اور صراط مستقیم پر گامزن رہنا۔

❁ فرائض وواجبات، سنن ومستحبات اور حرام ومکروہات، بدعات وممنوعات اور مباحات میں سے ہر ایک کے ساتھ شریعت کی بتائی ہوئی حدود کے مطابق معاملہ کرنا۔

مسلک اعلیٰ حضرت بمعنی مسلک بدعات ومنکرات کی چند علامات یہ ہیں

❁ عقائد صحیحہ سے جہالت وعداوت۔

❁ اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت سے اعراض وگریز کرنا۔

۞ اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ کرنا۔

۞ دشمنانِ دین کے باطل نظریات کی اصولی تردید کے بجائے محض فروعی امور کو بنیادی اختلاف قرار دینا۔

۞ ارکانِ اسلام خصوصاً نماز کا استخفاف کرنا اور کہنا کہ جنت نماز سے نہیں عشقِ رسول سے ملے گی۔

۞ علمِ دین اور علماءِ حق کی شان میں گستاخی کرنا اور یہ کہنا کہ فقیروں اور مولویوں کے راستے اور منزلیں جداگانہ ہیں۔

۞ سنتوں کو پس پشت ڈال دینا اور بدعاتِ سیئہ کی ایجاد و ترویج میں منہمک رہنا۔

۞ اولیاءِ کرام کی سیرت کو بھلا دینا اور غیر شرعی حرکات کو ان نفوسِ قدسیہ کی جانب منسوب کرنا۔

۞ حبِّ جاہ، حبِّ مال اور حبِّ دنیا میں توغل کو مقصود و محورِ حیات بنالینا۔

۞ دین میں افراط و غلو کرنا اور شریعت کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنا۔

۞ فرائض و واجبات وسنن سے بے اعتنائی برتنا اور مباحات و مندوبات کو اصل دین سمجھنا۔

۞ تعزیہ داری کو فروغ دینا اور اس کو شعارِ اسلام اور یادگارِ اسلاف باور کرانا۔

نوٹ : حقیقت میں یہ مسلک اعلیٰ حضرت نہیں ہے، یہ جاہلوں اور زندیقوں کی شرارت کا نتیجہ ہے کہ تمام غیر شرعی امور کو عالمِ اسلام کے اس عظیم عبقری امام کی جانب منسوب کرتے ہیں جس نے اپنی پوری زندگی ناموسِ رسالت کی آبیاری میں صرف فرمادی اور ہمہ وقت نجدیت، وہابیت، دیوبندیت، ضلالت و جہالت اور بدعات و منکرات کی تردید وبیخ کنی کے لئے قلمی جہاد فرماتے رہے، اس بحرِ علم و عرفان کی تصانیف جلیلہ اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ وہ عشقِ رسول اور اتباعِ رسول ﷺ کا حسین سنگم تھے، اور ان کا دامن ہر خلاف شرع قول وفعل سے پاک وصاف تھا، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پیکر تھے؛ لہٰذا ان

کے مسلکِ پرنور کی جانب غیر شرعی اقوال وافعال اور غیر اسلامی افکار ونظریات کی نسبت کرنا اور ان کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نام دینا خالص جاہلوں، بے دینوں، گمراہوں اور وہابیوں کی خطرناک چال اور منحوس روش ہے۔

نابالغ مفتی! ہم یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی ٹھیکیدار یا وفادار نہیں ہو، اور نہ اس مسلکِ حق سے تمہیں کوئی آگاہی و دلچسپی ہے، تمہارا مطمحِ نظر اور نصب العین صرف اپنے چند آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا اور مسلکِ بدعات و منکرات کو فروغ دے کر اپنی روزی روٹی اور کاروبار کو بڑھاوا دینا ہے، تم اور تمہاری منڈلی کا وطیرہ محرم کی تعزیہ داری اور ڈھول تاشوں، باجوں گاجوں اور لونڈوں لفنگوں کے ساتھ دن بھر ہر بونگ مچانا اور شریعت اسلامیہ کے پاکیزہ قانون کو ٹھینگا دکھانا ہے، محرم الحرام کا مبارک مہینہ شروع ہوتے ہی تم اور تمہاری منڈلی کے سارے جگادری رافضیت کے شعار اور بدترین بدعت کے فروغ ورواج کے لئے اپنی اپنی لنگوٹیں کس کے میدان میں کود پڑتے ہو، دن بھر شریعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا خون کرتے پھرتے ہو، امام باڑوں کے تقدس و احترام کے راگ الاپتے ہو، مردوزن کے اختلاط سے لطف اندوز ہوتے ہو، اور طرفہ یہ کہ کمال بے شرمی وڈھٹائی سے ان تمام خرافات وواہیات کے بعد بھی خود کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ٹھیکیدار وعلمبردار سمجھتے ہو۔ تو اب یہاں دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں: یا تو یہ ساری خرافات و غیر شرعی حرکات مسلکِ اعلیٰ حضرت بمعنی مسلکِ اہل سنت و جماعت کا حصہ ہوں، یا مسلکِ اعلیٰ حضرت بمعنی مسلکِ بدعات ومنکرات کا۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت بمعنی مسلکِ اہل سنت و جماعت کا تو حصہ ہو نہیں سکتیں؛ کما یأتی، لامحالہ مسلک بدعات ومنکرات کا حصہ ہوں گی، تو ثابت ہوا کہ تم جس مسلکِ اعلیٰ حضرت کا راگ الاپتے ہو وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت بمعنی مسلکِ اہل سنت و جماعت نہیں، بلکہ مسلکِ بدعات ومنکرات ہے، اور یہ وہ منحوس مسلک ہے جس کا سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی تعلق نہیں، اس کی نسبت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جانب جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے، بالکل اسی

طرح جیسے ایک پاکستانی منہاجی ڈاکٹر اپنی تمام تر بدعات ومنکرات، محدثات وخرافات اور ضلالات وکفریات کے باوجود خود کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا وفادار اور تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے، جو سرتاسر دجل ومکر اور کذب وزور ہے۔

مذکورہ بدعات وخرافات کا مسلکِ اعلیٰ حضرت بمعنی مسلکِ اہل سنت وجماعت سے تعلق اس لئے نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ حقیقی مسلکِ اعلیٰ حضرت قرآن وسنت اور تعلیماتِ اسلاف کا امین وپاسبان اور مبلغ وترجمان ہے، اس کی پاکیزہ تعلیمات میں سے یہ ہے کہ:

❁ تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت، مجمعِ بدعات ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۴/۵۰۶)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی مروجہ تعزیہ داری میں علانیہ طور سے ملوث ہے؛ لہٰذا تم سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتویٰ کے مطابق ایک بدعت کے نہیں بلکہ مجمعِ بدعات کے مجرم ہوکر بدعتی بلکہ بدعاتی ہو۔

❁ طریقہ مذکورہ (مروجہ تعزیہ داری) ضرور فسق واتباعِ روافض ہے، اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ۔ (ایضاً ص: ۵۰۷)

نابالغ مفتی! اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق تم ضرور فاسق اور رافضیوں کے متبع وپیروکار ہو، اور تعزیہ کو جائز سمجھنے کی وجہ سے فاسق فی العقیدہ ہو۔ شاید تمہیں معلوم ہو کہ فسقِ عقیدہ فسقِ عمل سے بدتر ہے؛ لہٰذا تم سب بدترین فاسق معلن اور مردود الشہادۃ ہو۔

❁ تعزیہ ناجائز ہے۔ (ایضاً ص: ۵۰۷)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس ناجائز کی مرتکب ہے۔

❁ تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعتِ شنیعہ ہے۔ (ایضاً ص: ۵۰۴)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی کے سارے جگادری اس بدعتِ شنیعہ کے مرتکب ہیں؛ لہٰذا تم سب ضرور اہلِ بدعتِ شنیعہ ہو۔

❁ جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضہ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکینِ شوق کو رکھی، وہ ایسی تھی جیسے روضۂ منورہ وکعبۂ معظّمہ کے نقشے، اُس وقت تک اس قدر میں حرج نہ تھا، اب بوجہ شیعی وشبیہ اس کی بھی اجازت نہیں۔ (ایضاً ص: ۵۰۴)

نابالغ مفتی! اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فرمان کے مطابق اب روضۂ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکینِ شوق کے لئے بناکر رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں روافض کی مشابہت ہے، چہ جائیکہ نقلِ صحیح کے بغیر من گھڑت انداز سے مجسمے بنانا اور ان کو روڈوں اور گلی کوچوں میں گھماتے پھرنا، کہ یہ تو یقیناً ناجائز وحرام ہے۔ تم اور تمہاری منڈلی ان سب حرکات کی مرتکب ہے، لہٰذا فرمانِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روشنی میں تم روافض سے علانیہ مشابہت رکھنے والے ہوئے، اور جانتے ہو: **من تشبّہ بقوم فھو منھم**، جو شخص جس سے مشابہت رکھے وہ انہیں میں سے ہے، تو تم اور تمہاری منڈلی روافض سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے روافض سے ہوئی یا نہیں؟

❁ تعزیہ داری ناجائز ہے۔ (ایضاً ص: ۵۰۲)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس ناجائز کی مرتکب اور ارشاد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی منکر ومخالف ہے۔

❁ تعزیہ، مہندی، روشنی مذکور (شب عاشورہ کو روشنی کرنا) سب بدعت وناجائز ہے۔ (ایضاً ص: ۵۰۰)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی ان سب بدعات اور ناجائز کاموں کی مرتکب ہے۔ یہ مسلکِ بدعات ومنکرات ہوا یا نہیں؟

❁ تعزیہ رائجہ ناجائز وبدعت ہے، اور اس کا بنانا گناہ ومعصیت، اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت، اور اس کی تعظیم بدعت وجہالت، اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بناپر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے، کہنے

والے کو تجدید اسلام و نکاح چاہئے۔ (ایضاً،ص:۵۰۰)

نابالغ مفتی! سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی روشنی میں تم اور تمہاری منڈلی ناجائز و بدعت، گناہ و معصیت اور محض جہالت میں ملوث ٹولی ہوئی یا نہیں؟

۞ علم، تعزیئے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیئے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔ (ایضاً،ص:۴۹۸)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس حرام و گناہ اور ناجائز و منع میں ملوث ہو کر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی باغی ہوئی یا نہیں؟ خیال رہے تم اور تمہاری منڈلی صرف فعلِ حرام کی مرتکب نہیں، بلکہ اس حرام کو حلال، گناہ کو ثواب، ناجائز کو جائز اور منع کو ثابت بتاتی ہے، لہٰذا بتاؤ تم عند المتکلمین وعند الفقہاء مومن و مسلم ہوئے یا کافر و مرتد؟

۞ تعزیہ رائجہ مجمعِ بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام و اشد بدعت۔ (ایضاً،ص:۴۸۹)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس مجمعِ بدعاتِ شنیعہ سیئہ کی مرتکب ہو کر مبتدعِ شنیع وسیئ بھی ہے اور سخت حرام و اشد بدعت میں ملوث ہو کر فاسقِ معلن اور بدترین بدعتی بھی۔ کیا اب بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت سے تمہارا کوئی تعلق باقی بچا ہے؟

۞ تخت، علم، تعزیئے وغیرہ سب ناجائز ہیں، اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام؛ **لأن ما حرم فعله حرم التفرّح عليه**، اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے، اور اس کو ثواب سمجھنا گناہ کے علاوہ فسادِ عقیدہ بھی ہے۔ ملخصاً‘‘

(ایضاً،ص:۱۷۲،۱۷۳)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس ناجائز و حرام کو علانیہ طور سے کرتی ہے، نہ صرف کرتی ہے، بلکہ اس کو حلال اور ثواب کا کام سمجھتی ہے اور اس پر ابلیسی دلائل بھی دیتی ہے، لہٰذا یہ فسادِ عقیدہ ہوا اور تم سب فاسد العقیدہ ہوئے۔ کیا حرام کو حلال کہنے والا، ناجائز کو ثواب سمجھنے

والا اور فسادِ عقیدہ کا شکار شخص بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت والا ہو سکتا ہے؟

۞ اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔

(ایضاً،ص:۵۱۳)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس طریقۂ نامرضیہ میں تلوّث و توغّل رکھتی ہے اور اس پر کٹ حجتیاں اور منہ زوریاں بھی کرتی ہے، لہٰذا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فرمان کے مطابق تم سب قطعاً بدعتی اور ناجائز و حرام کے مرتکب ٹھہرے۔ کیا اب بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نام لے کر مسلمانوں کو گمراہ کرو گے؟ تم تو مسلک کے نام پر کلنک اور انتہائی بدنما داغ ہوئے۔

۞ ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضراتِ شہداءِ کرام علیہم الرضوان کی ارواحِ طیّبہ کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا، اور اگر نظرِ شوق و محبت میں نقلِ روضۂ انور کی حاجت تھی، تو اُسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرکِ و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے، اور اشاعتِ غم و تصنّعِ الم، و نوحہ زنی و ماتم کنی، و دیگر امورِ شنیعہ و بدعاتِ قطعیہ سے بچتے، اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا، مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ، اور آئندہ اپنی اولاد، یا اہلِ اعتقاد کے لئے ابتلاءِ بدعات کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے:

اتقوا مواضع التهم. تہمت کے مواقع سے بچو۔

اور وارد ہوا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايقفن مواقف التهم.

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے،

بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشہ پر قناعت کرے اور اسے بقصدِ تبرک بے آمیزشِ منہیات اپنے پاس رکھے، جس طرح حرمین محترمین سے کعبۂ معظّمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں۔ (ایضاً،ص:۵۱۳)

نابالغ مفتی! سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس ارشاد نے تو تمہاری اور تمہاری پوری منڈلی کی جڑیں کاٹ ڈالی ہیں، تمہارے سارے ابلیسی منصوبوں پر پانی پھیر دیا ہے، تمہاری بوالہوسیوں اور بوالعجبیوں کی کایا پلٹ دی ہے، تمہاری ساری سازشوں کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے، تمہارے باطل نظریات، فرسودہ خیالات، رکیک توہمات اور بے جا تاویلات کے پرخچے اڑا دیئے ہیں، مسلکِ اعلیٰ حضرت سے کھوکھلی اور دکھاوٹی و بناوٹی وابستگی کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے، تمہاری منڈلی کا سارا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور عوام وخواص کے سامنے تمہارے چہروں پر پڑے ہوئے دبیز پردے نوچ کر پھینک دیئے ہیں اور زمانہ کو بتادیا ہے کہ تم ''گندم نما جوفروش'' بھی ہو اور بدعتی بھی، حرام وناجائز میں ملوث بھی ہو اور فسادِ عقیدہ کا شکار بھی۔

۞ تعزیہ داری کہ اس کا آغاز اگرچہ یوں ہی سنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے از انجا کہ ہر سال حاضری روضۂ مقدسہ حضور سید الشہداء، شہزادہ گلگوں قبا علی جدہ الکریم وعلیہ التحیۃ والثناء کو مخلِّ امور سلطنت دیکھا، تو بنظرِ شوق وتبرک تمثالِ روضۂ مبارک بنوائی، اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا، مگر یہ امر حقیقتِ متعارفہ سے وجوداً وعدماً بالکل بے علاقہ ہے، اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینۂ منورہ وکعبۂ معظّمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثالِ روضۂ حضرت سید الشہداء آئینہ میں لگا کر رکھے، ہرگز نہ اسے تعزیہ کہیں گے نہ اس شخص کو تعزیہ دار، حالانکہ اتنا امر قطعاً موجود ہے، اور یہ ہر سال نئی نئی تراش وخراش کی کھپچی پنیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہیں، ہرگز تمثال روضۂ مبارک سید الشہداء نہیں، کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی، نہ کہ صدہا

مختلف، انہیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے، تو بداہۃً ظاہر کہ حقیقتِ تعزیہ داری انہیں امورِ نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے، نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو، اور یہ نامشروعات امور زوائد وعوارض سمجھے جاتے ہوں، ولہذا فقیر نے اپنے فتاوی میں قدرِ مباح کو ذکر کر کے کہا کہ جہال بے خرد نے اس اصلِ جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے الخ، اور آخر میں کہا اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔ یہ اسی فرق جلیل ونفیس کی طرف اشارہ تھا جو اس مقدمۂ ممہّدہ میں گذرا۔

بالجملہ تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امورِ ناجائزہ ہیں، ''اس قدر جائز ہے'' سے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے، نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہ ناجائز وحرام ہے، اس کی نظیر امم سابقہ میں آغازِ اصنام ہے، ودّ وسواع ویغوث ویعوق ونسر صالحین تھے، ان کے انتقال پر ان کی یاد کے لئے ان کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زماں پچھلی نسلوں نے انہیں کو معبود سمجھ لیا، تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بتوں کی حالت اپنی انہیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی، یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، ولہذا شرائع الٰہیہ مطلقاً ان کے رد وانکار پر نازل ہوئیں۔ ملخصاً (ایضاً،ص:۵۱۸،۵۱۹)

نابالغ مفتی! ہوش میں ہو یا سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے فاروقی درّوں نے حواس کو معطل ومختل کر دیا ہے؟ ذرا اپنی منڈلی کے ساتھ بیٹھ کر ان ارشادات کے آئینہ میں اپنی کریہہ وقبیح، شنیع وفضیح اور خبیث وفظیع صورت تو دیکھو کہ تمہارا حال کیا ہے۔ کیا اب بھی منہ پھاڑ پھاڑ کر مسلکِ اعلیٰ حضرت کا دم بھرو گے یا اپنی خیر مناتے ہوئے دم دبا کر منظر سے غائب ہو جاؤ گے؟

۞ افعال مذکورہ (تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز وغیرہ کرنا) جس طرح عوامِ زمانہ میں رائج ہیں، بدعتِ سیئہ وممنوع وناجائز ہیں، انہیں داخلِ ثواب جاننا

اور موافقِ شریعتِ مذہب اہل سنت ماننا اس سے سخت تر، وخطائے عقیدہ، و جہلِ اشد ہے، شرعی تعزیز حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے۔

(ایضاً، ص:۵۲۷)

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اپنے قول وعمل سے تعزیہ داری کی بدعتِ سیئہ اور ممنوع وناجائز کی اشاعت کرتی ہے، اس مجمعِ بدعات میں شامل ہوکر فاسقوں، فاجروں، جاہلوں، بدعتیوں اور فسقِ عقیدہ کا شکار لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اوران کو یہ باور کراتی ہے کہ تعزیہ داری کی یہ خبیث بدعت داخلِ ثواب بھی ہے اور موافقِ شریعت مذہب اہل سنت بھی، لہٰذا مجددِ اعظم قدس سرہ کے اس فتوی کی روشنی میں تم اور تمہاری پوری ٹولی سخت تر بدعتِ سیئہ وممنوع وناجائز کی مرتکب ٹھہری، اور خطائے عقیدہ وجہلِ اشد کا شکار قرار پائی، اگر حاکم شرع سلطان ہوتا تو تعزیر شرعی سے تم اور تمہاری ٹولی ومنڈلی بچ نہ پاتی۔

نابالغ مفتی! یہ ہے تمہارا مسلک، یہ ہے تمہارا مذہب، یہ ہے تمہارا دھرم، یہ ہے تمہاری شریعت، یہ ہے تمہارا دین، یہ ہے تمہاری سنیت، جس میں حرام کو حلال، ناجائز کو جائز، گناہ کو ثواب، جہلِ اشد کو علمِ دین، فسقِ عقیدہ کو کمالِ ایمان اور گمراہی کو ہدایت ٹھہرایا جاتا ہے۔ **ولاحول ولاقوة الاباللّٰه العلیّ العظیم، ونعوذبه سبحانه و تعالی من شرماأتیتم متّبعین أهوائکم و الشیطان الرجیم .**

نابالغ مفتی! یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت نہیں، بلکہ مسلکِ بدعات ہے، یہ مسلکِ اہل سنت نہیں، بلکہ مسلکِ خرافات ہے۔

سلام بدعتی کے دعویٰ کو کہ اقرار خرافی ہے

نسبتنا الی'' البریلویة ''دیدن الدیوبندیة

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''خودکو بریلوی کہنا ہمارا کام نہیں، بدمذہب لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں''

(درمیانی امت، ص:۱۲۲)

اس پر نابالغ مفتی نے شرارت وجہالت کا جو طوفان کھڑا کیا ہے اس کی بعد میں خبر لیتے ہیں، پہلے یہ محفوظ فرمالیجئے:

فروری ۲۰۰۸ء کو دبئی متحدہ عرب امارات میں تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند، نبیرہ اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری دامت برکاتہم القدسیۃ نے ''**بشريّة النبی** ﷺ'' کے عنوان پر بہت سے عرب شیوخ خصوصاً اس وقت کے وزیر اوقاف حضرت علامہ شیخ عیسیٰ مانع حمیری کی موجودگی میں عربی زبان میں ایک خطاب فرمایا تھا، جس میں دیئے گئے موضوع پر گفتگو کے علاوہ ابوظہبی سے نکلنے والے عربی میگزین ''**الهدیٰ**'' کے ایک مضمون کا ردِ بلیغ بھی کیا گیا ہے، مضمون کا رد کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

'' قد مرت بنظری کلمة مؤلمة فی مجلة '' الهدیٰ '' الصادرة من أبی ظبی ملأی بأکاذیب وافتراءات علی أهل السنة، وامام أهل السنة مولانا أحمد رضا خان – هذا جدّی أنا – وعالم کبیر من علماء أهل السنة والجماعة (مولانا أحمد رضا خان قدس سره) ولاشك أن کل هذه الأکاذیب انما تلقته المجلة من أناس من الهند، همتهم الافتراء علی أهل السنة والجماعة، وعلمائها، لاسیّما امام أهل الاسلام، و شیخ المسلمین، العلامة أحمد رضا خان أکرم اللّٰه مثواه فی دار المقامة، وقد زعم قائل هذه الکلمة مانصّه :

ظهرت فی البلاد بدعة جدیدة من بدع الطوائف الخارجة عن الاسلام والمسلمین، وهی ''البریلویة'' . ردّا علیه أقول :

نسبتنا أهلَ السنة والجماعة الی'' البریلویة ''دیدن الدیوبندیة

مـن أهـل الهـنـد ، والـذى اتهـمـونـا مـن الخروج عن الاسلام
والـمسـلـمـيـن هـم أحـق بـه و أجدر ، وهذه التهمة بهم ألصق ،
ونـحـن بـحـمدالله عن هذه التهمة براء ، ولاندين" البريلوية "
ولامـلـة جـديـدة غيرها ، انما ندين الملة السمحاء البيضاء التى
ليـلها كنهارها ، ولم نزل من أهل السنة ، و فى أهل السنة ، ومع
أهل السنة عن بكرة أبينا ، والله على مانقول وكيل "

ابوظبی سے نکلنے والے "**الھدی**" نامی میگزین میں ایک تکلیف دہ مضمون میری نظر سے گذرا، جو اہل سنت اور میرے جد امجد امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ پر لگائے جانے والے بہتانات اور جھوٹ سے پر ہے، یقیناً میگزین نے یہ سارے اکاذیب چند ایسے ہندوستانی افراد سے حاصل کئے ہیں، جن کا مقصود اہل سنت و جماعت، علماء اہل سنت اور خصوصاً امام اہل اسلام، شیخ المسلمین، علامہ احمد رضا خان **أكـرم الـلـه مثواه فى دار المقامة** پر تہمت باندھنا ہے۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے:

''ملک میں ''بریلویت'' نامی ایک نیا بدعتی فرقہ نمودار ہوا ہے، جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے خارج بدعتی فرقوں سے ہے۔''

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں:

''ہم اہل سنت و جماعت کو بریلوی کہنا ہندوستانی دیوبندیوں کا کام ہے، اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے کی جو تہمت انہوں نے ہم پر لگائی ہے اس کے اصل مستحق وہ خود ہیں، اور یہ الزام انہیں پہ خوب چسپاں ہے، ہم بحمد اللہ اس تہمت سے بری ہیں، ہمارا دین نہ بریلویت ہے اور نہ کوئی دوسری نئی ملت، ہمارا دین وہ آسان روشن ملت ہے جس کی شب دن کی طرح (منور ہے)، ہم اپنے آباء واجداد سے اہل سنت سے ہیں، اہل سنت میں ہیں اور اہل سنت

کے ساتھ ہیں، اور ہماری اس بات پر اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے۔''

نوٹ: حضرت کے خطاب کی یہ پوری کلپ فقیر کے پاس موجود ہے، ضرورت مند حضرات کو مشروط طور پر دی جاسکتی ہے۔

یہ اس عالم ربانی کا ارشاد ہے جو فی الوقت ہم اہل سنت کے دینی، علمی، روحانی اور ایمانی مرکز کے مسندِ ارشاد و افتاء کا مہر فروزاں ہے، رب کریم حضرت کو صحت و عافیت عطا فرمائے، اور عالمِ اسلام کے لیے مصدرِ عرفان ومنبعِ برکات بنائے رکھے۔

یہ فصیح و بلیغ خطاب نہایت سہل و سلیس اسلوب میں ہے، عربی زبان سمجھنے والے یقیناً محظوظ و مستفید ہوں گے۔

نابالغ مفتی! اب حضرت مولانا بدر الدین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مدنی میاں کی تحریریں یقیناً آپ کے لئے سوہانِ روح اور وبالِ جان ثابت ہوں گی جن کی حقیقت کو سمجھے بغیر بدمست شرابی کی طرح نقل کر کے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ پر اوچھے اور چھچھورے حملے کئے ہیں اور جہالت کا ننگا رقص پیش کر کے عندالفقہاء حکم کفر لگانے کی جرأت و جسارت کی ہے، اللہ تعالیٰ ملاجی کو عقل اور ہدایت عطا فرمائے۔

نابالغ مفتی! اگر بے غیرتی و بے حیائی اور ڈھٹائی و بے شرمی نے قلب ونظر کو بالکل اندھا نہ کر دیا ہو، انسانیت وانصاف نام کی کوئی چیز باقی رہ گئی ہو اور کسی مرد وزن سے پیدا ہونے والا کوئی.......... ہو، تو جامہ اتار کر جو ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے خلاف کی ہے، اس کا رخ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی طرف کر کے دیکھو، اور وہ ساری جہالتیں اور حماقتیں جن سے ناگپوری ماہواری کے ڈیڑھ دو صفحات کو سیاہ وتباہ کیا ہے ان کو حضور تاج الشریعہ کے ارشاد و خطاب پر چسپاں کر کے دکھاؤ، چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا اور پوری منڈلی بیچ چوراہے پر ننگی ہو جائے گی۔

چو کردی با کلوخ انداز پیکار
سر خود را بنادانی شکستی

نابالغ مفتی! جوشِ کرش خوری اور مرقِ غلاظت نوشی کے سکر میں لاف وگزاف اور خراف وجزاف کا جو پشتارہ تم نے کھولا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تم باہر کی دنیا سے بیگانہ اورحالات زمانہ سے بے خبر ہو، تمہیں کیا معلوم کہ وہابیت ونجدیت اور سلفیت واثریت کے عفریت اسلام وسنیت کے اصل ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں، ہر سال صرف سعودیہ تقریباً ایک کروڑ کتابوں کی اشاعت کرتا ہے، 7×24 سیکڑوں ٹی وی چینل بنام اسلام وسنیت وہابیت کی دعوت وتبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں، پوری وہابی لابی دنیا کو یہ باور کرانے پر تلی ہوئی ہے کہ اصل اسلام کے ماننے والے ہم ہیں، اور حقیقی اہل سنت وجماعت کو ''بریلوی''، ''قبوری''، ''قبر پرست''، ''رضاخانی''، ''بدعتی'' وغیرہ نت نئے نام دے کر ایک باطل وگمراہ فرقہ ثابت کرنے کے لئے درہم ودینار، تیل وریال، بندوق وبم اور ضرب وحرب کا بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے، باضابطہ تحریکیں اور تنظیمیں شب وروز اس کام پر لگی ہوئی ہیں کہ اسلام کی وہ شکل وصورت مسخ وفسخ کردی جائے جو صوفیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات وارشادات پر مبنی ہے اور جو لوگ درحقیقت ننگِ اسلام واسلاف ہیں وہ یہ کہتے پھر رہے ہیں:

البريلوية شياطين ضعاف
وقمة التخلف و الانحراف
يمتازون بالبدع و الخراف
يكفرون الناس بجزاف
ومصيرهم جهنم عجاف

(نعوذباللّٰه من الثرثاروالهراء)

مسجد نبوی شریف کے منبر سے ایک نجدی امام نے خطبۂ جمعہ میں بکواس کی:

''ان من أشد الفرق ضلالا، و أعظمها ولوغا فی الشرك والوثنيّة، تلك الفرقة المبتدعة التی تسمّی البريلويّة، نسبة الی مؤسسها أحمد رضا البريلوی، وهذه الفرقة منحرفة عن

الصراط المستقيم، تزعم و تدعی لمنشئها و مبتدعها، و مخترعها و مؤسسها العصمة منذ صغره.''

ایک اندھا نجدی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''إنَّ البريلوية هذه هی الطائفةَ المارقة من دين الإسلام المتنكِّبَة سبيلَ التوحيد، إحدی الطوائف والفِرق التی أنشأها المستعمرُ الكافرُ؛ لِخِدمة أغراضه، وتحقيقِ أهدافه، وتنفيذِ مُخطَّطاته فی دِيار الإسلام، فهذا البريلوی المؤسِّس لها عميلٌ من عملاء الاستعمار الإنجليزیِّ فی القارة الهندية؛ بل كان الإنجليز يساعدونَه ويُمدُّونه لاستعماله بوقًا لهم وداعيةً لضلالِهم وكفرهم، مُفرِّقًا صفوفَ المسلمين، مكفِّرًا للمجاهدين من المسلمين الذين يُريقون دماءَهم فی سبيل اللّٰه، ويبذلون مُهَجَهم فی قِتال أعدائِه الكفرة؛ إعلاءً لكلمته، وتطهيرًا لأرضِ الإسلام مِن رِجس المشركين المستعمرين، فشأنُه فی ذلك شأنُ غلام أحمد مِيرزا القاديانی الضالِّ المضِلِّ.''

ایک وہابی خبیث لکھتا ہے:

''البريلوية من أخبث الفرق المحدثة الضالة، و آثرت لتسميتها النسبة الی منشئها أحمد رضا خان البريلوی، كشقيقتها القاديانية التی اختارت لاسمها النسبة الی منشئها غلام أحمد، ومن عجيب حال الفرقة البريلوية، والتی نقضی منها العجب أنها تعتز و تفتخر بما آثرته لنفسها من اسم البريلوية، والتی تعودناه من الفرق المستحدثة باسم الاسلام أنها لاتفارق اسم الاسلام سوی البريلوية؛ فانها خلعت ربقة

الاسلام اسما و رسما ."

نوٹ : مذکورہ ناپاک عبارتوں کے حوالے قصداً نہیں لکھے گئے ہیں۔

مفتی جی! اس طرح کی سیکڑوں خبیث کتابیں تو ہمارے پاس موجود ہیں جن میں وہابی اور دیوبندی خبثاء نے ہمیں بریلوی، قبوری، رضاخانی وغیرہ نام دے کر ایک نئے اور الگ فرقے کے طور پر متعارف کرایا ہے، حدتو یہ ہے کہ جاہل دین سے بے بہرہ پیروں، لمبی لمبی جٹیں اور لٹیں رکھنے والے زندیق صوفیوں، چوڑیاں، کڑے اور درجنوں انگوٹھیاں پہننے والے شریعت دشمن ڈھونگیوں، نقلی اور جعلی قبروں کو مزارات کا نام دے کر قوم کی دولت اور ہماری خواتین کی عزت وآبرو لوٹنے والے شیطانوں اور بے شمار اقسام کے گمراہوں کو بریلوی کہہ کر دنیا کے سامنے ہمارا تمسخر واستہزاء اڑایا جاتا ہے، لیکن افسوس ان حالات سے درسِ عبرت لینے کے بجائے تم جیسے ناعاقبت اندیش لوگ ایک ہی دھن میں مگن ہیں کہ بریلی ہمارا روحانی وایمانی مرکز ہے؛ لہٰذا ہم بریلوی ہوئے، اور جب بریلوی ہوئے تو کہنے میں کیا حرج ہے۔

ملا جی! اس میں کوئی شک نہیں کہ بریلی شریف ہمارا مرکزِ عقیدت ہے، ہمیں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ذات سے والہانہ وابستگی ہے، ان کے مسلک ومشن کے تحفظ کے لئے کسی کا بھی ناطقہ بند کرنے کے لئے بحمدہٖ تعالیٰ ہم ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود ایک فرقہ کے طور پر اپنا نام ''بریلوی'' اور اپنے مذہب کا نام ''بریلویت'' ہمیں ہرگز قبول نہیں ہے؛ یہ دیوبندیوں کی دی ہوئی گالی ہے، جس کو تم جیسے گنواروں اور جاہل مبتدعین نے اپنے مخصوص مفادات کے تحت قبول کر رکھا ہے، اور اس کوشش میں لگے ہوئے ہو کہ پوری دنیا تمہاری احمقانہ اور جاہلانہ سوچ کے مطابق اپنے پاکیزہ دین اور پاکیزہ نام کو ''بریلوی'' اور ''بریلویت'' میں تبدیل کر دے۔

نابالغ مفتی! تم جیسوں کی جہالت اور جاہلیت کو لگام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو بیدار کر دیا ہے، سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات سے انحراف واختلاف رکھنے والے کسی بدوضع میں یہ ہمت نہیں ہے کہ اپنی لچر سوچ کسی کے سر

تھوپ دے۔ ہمیں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا ارشاد کافی ہے؛ لہٰذا یہ بات بالکل درست ہے کہ:

''خود کو بریلوی کہنا ہمارا کام نہیں، بدمذہب لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں''۔

ملا جی! تمہیں منطق دانی کا بڑا خمار سوار ہے، جب کہ تمہاری تحریر سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تم ابھی اس لائق بھی نہیں ہو کہ درجۂ ثانیہ کی کتابیں حل کر سکو، بلکہ عربی کا حال دیکھ کر تو یہ ظاہر ہے کہ تم نحو میر جیسی کتاب کے ابتدائی قواعد سے بھی جاہل ونابلد ہو، تم نے لکھا ہے:

''مجھے لگتا ہے کہیں آپ اپنے کو مجتہد یا مجدد تو نہیں تصور کرنے لگے بزعم خویش آپ کچھ بھی تصور کرلیں اس لئے کہ تصور ہر شئ سے متعلق ہوتا ہے۔ ملاحسن میں لکھا ہے التصور یتعلق من کل شئ تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا ہے''

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگی کہ ہم نے ملاحسن کا نام لے کر کوئی بڑا علمی کارنامہ انجام دے دیا، جس کی ہیبت سے لوگ سہم جائیں گے۔

❁ ملا مجنون! سلم العلوم کی شرحِ ملاحسن تو جانے دو، کیا تم نے منطق کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھی ہے، یا یوں ہی اردو کی کوئی اناپ شناپ شرح دیکھ کر ملاحسن سے الہل پچھیرے کی طرح الل ٹپ عبارت لکھ ماری ہے؟

❁ تصور کی رسم اور حد کیا ہے؟

❁ تصور کی کتنی اقسام وانواع ہیں؟

❁ سب کی جامع ومانع رسوم وحدود کیا ہیں؟

❁ کون سا تصور ہر شئ سے متعلق ہوتا ہے؟

❁ تصور کے ہر شئ سے متعلق ہونے کا کیا مطلب ہے؟

❁ زید کہتا ہے کہ نابالغ مفتی عبدالرحمٰن خود کو بدعتی وفاسق معلن تصور کرنے لگا ہے؛ کیونکہ ملاحسن میں لکھا ہے: " التصور یتعلق من کل شئ "تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا

ہے، یہاں تصور سے کیا مراد ہے؟

❁ زید کہتا ہے کہ نابالغ مفتی خود کو تعزیہ دار اور ذلیل وخوار تصور کرنے لگا ہے؛ کیونکہ ملاحسن میں لکھا ہے: "التصور یتعلق من کل شیٔ "تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ یہاں تصور کا کون سا معنی مراد ہے؟

❁ زید کہتا ہے کہ نابالغ مفتی خود کو تارکِ نماز و جماعت تصور کرنے لگا ہے؛ کیونکہ ملاحسن میں لکھا ہے: "التصور یتعلق من کل شیٔ"، تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا ہے، یہاں آپ نے تصور کی کون سی قسم مراد لی ہے؟

❁ زید کہتا ہے کہ نابالغ مفتی خود کو گمراہ اور گمراہ گر تصور کرنے لگا ہے کیونکہ ملاحسن میں لکھا ہے: " التصور یتعلق من کل شیٔ "تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا ہے، یہاں تصور سے کیا مراد ہے؟ وہ تصور جو "لابشرط شیٔ" کے درجہ میں ہے، یا وہ جو "بشرط شیٔ" کی منزل میں ہے، یا وہ جو "بشرط شیٔ" ہے؟

❁ بکر کہتا ہے کہ: نابالغ مفتی کو خود کے بارے میں اذعان ہوگیا ہے کہ وہ احمق و سفیہ اور غبی و کریہہ ہے؛ کیونکہ ملاحسن میں لکھا ہے: " التصور یتعلق من کل شیٔ" تصور ہر چیز سے متعلق ہوتا ہے، اور "تصور لابشرط شیٔ" اور اذعان میں کوئی منافات نہیں، دونوں یکجا ہوسکتے ہیں، بکر کے بقول آپ کا یہ استدلال صحیح ہے یا غلط، دلائل سے واضح کریں؟

❁ نابالغ ملا جی! مناطقہ کے نزدیک انسان کو اپنی ذات وصفات کے بارے میں جو علم وادراک ہوتا ہے وہ آپ کے ان مناطقہ کے نزدیک تصور کہلاتا ہے یا تصدیق؟

❁ اگر تصور کہلاتا ہے، تو یہ تصور منافی تصدیق ہوتا ہے یا موافقِ تصدیق؟

❁ اگر منافی ہوتا ہے تو یہ منافات حقیقی ہوتی ہے یا اضافی؟

❁ اور اگر موافق تصدیق ہوتا ہے، تو یہ موافقت بمعنی تساوی ہوتی ہے، یا ترادف، یا تخالف، یا تقارب، یا تحابب یا کچھ اور؟

❁ اگر تصدیق کہلاتا ہے تو یہ تصدیق یقینی ہوتی ہے یا ظنی، تقلیدی ہوتی ہے یا جہلی؟

❁ ملا جی! "التصور یتعلق من کل شیٔ" یہ ایک دعویٰ ہوا، یہ ملاحسن کا اختراع ہے یا منطق کا کوئی قانون ہے؟

❁ اگر یہ ملاحسن کا اختراع ہے، تو تمہارے نزدیک یہ مسلّم ہے یا مردود؟

❁ اگر تمہیں تسلیم ہے تو اس کی صحت وثبوت پر دلیل دیجئے؟

❁ اور اگر مردود ہے تو پھر اس کو اپنے منحوس استدلال میں پیش کیوں کیا؟

❁ اگر یہ منطق کا کوئی قانون ہے، تو اس فن کے معتمدین جیسے ارسطو، ابونصر فارابی، ابوعلی سینا، قطب الدین شیرازی، ابن رشد اندلسی، میر سید شریف جرجانی، علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہم کی تصنیفات سے نقل پیش کیجئے اور اس قانون کی مکمل فنی وضاحت پیش کیجئے؟

ابھی اسی قدر، باقی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" جملہ ہے

نابالغ مفتی نے آگے لکھا ہے:

"مگر حق یہ ہے کہ جن علماء نے مسلک اعلیٰ حضرت کے جملے کی حفاظت کی ہے"

❁ ملا جی! یہ "مسلکِ اعلیٰ حضرت" جملۂ اصلیہ ہے، یا جملۂ کبریٰ، یا جملۂ صغریٰ؟

❁ پھر یہ جملہ خبریہ ہے یا جملۂ انشائیہ؟

❁ جملۂ خبریہ ہے، تو اسمیہ ہے یا فعلیہ؟

❁ انشائیہ ہے تو انشاء کی کس قسم میں داخل ہے؟

❁ ملا جی! آپ نے نحو میر پڑھی ہے یا اس میں بھی اپنی بدعات داخل کر کے صفر حاصل کئے اور طلبہ کو گمراہ کرنے بیٹھ گئے؟

❁ ملا جی! اس کتاب کا ضرور حوالہ عطا فرمادیجئے گا جس میں "مسلکِ اعلیٰ حضرت" یا اس جیسے لفظ کو جملہ کہا گیا ہو؟

۞ ملاجی! اگر یہ آپ کا ابلیسی اجتہاد ہو تو بھی بتا دیجئے گا؟

۞ ملاجی! چھٹی حس کا استعمال فرما کر ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' جو کہ جملہ ہے اس کی ترکیب نحوی بھی لکھ دیجئے گا؟

۞ ملاجی! اس جملہ کی حفاظت کا معنی کیا ہے؟

۞ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء نے اس جملہ پر نواسخِ جملہ کو داخل ہونے سے روک دیا ہے یا کچھ اور؟

۞ ملاجی! ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے جملے کے نواسخ کیا کیا ہو سکتے ہیں؟

۞ ملاجی! کیا ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' جیسے جملے پر نواسخ جملہ میں سے کسی کا دخول ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۞ ملاجی! ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا جملہ اگر خبر ہو تو یہ خبر کس معنی کے افادہ کے لئے ہے؟

۞ ملاجی! اگر علماء ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے جملے کی حفاظت نہ فرمائیں تو کیا یہ جملہ نہ رہے گا؟

۞ اگر جملہ نہ رہے گا تو مرکب ناقص ہو جائے گا یا مفرد؟

۞ اگر مرکب ناقص ہو جائے گا تو کس قسم میں داخل ہو گا؟

۞ اور اگر مفرد ہو جائے گا تو کس قسم میں داخل ہو گا؟

۞ اگر تمہارا کوئی طالب علم ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو جملہ ماننے سے انکار کر دے تو جاہل تم کہلاؤ گے یا طالب علم؟

۞ اگر کوئی طالب علم پرچۂ امتحان میں یہ تحریر کر دے کہ ''مسلکِ اعلی حضرت'' کو جملہ کہنے والا احمق و کودم اور بے الف کا ساگ و بے دال کا بودم ہے تو اس کو کتنے نمبر دو گے؟

بریلوی اور بریلویت

نابالغ مفتی نے ایک جگہ لکھا ہے:

''سارے علماء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم ہے، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے اور اپنے آپ کو بریلوی کہنے پر فخر محسوس کیا ہے''

۞ ملاجی! ''مسلک اعلیٰ حضرت کے مدلول تو مدلول مفہوم تو مفہوم بلکہ جملہ'' میں جو ترقی در ترقی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

۞ ''سارے علماء'' میں جو حصر و استغراق ہے یہ حصر و استغراق حقیقی، عرفی، عہدی، اضافی، کلی، جزئی وغیرہ میں سے کیا ہے؟

۞ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا مدلولِ مطابقی، تضمنی، التزامی کیا ہے؟

۞ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا مفہومِ عقلی و مفہومِ شرعی کیا ہے؟

۞ مسلکِ اعلیٰ حضرت کو تمہارے سوا اور کس نے جملہ کہا اور لکھا ہے؟

۞ سارے علماء نے کس معنی کے اعتبار سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مدلول و مفہوم اور جملہ کی حفاظت کی ہے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علماء نے ''مسلکِ خواجہ غریب نواز'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علماء نے ''مسلکِ غوث اعظم'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علماء نے ''مسلکِ امام اعظم'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علماء نے ''مسلکِ تاج الفحول'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علماء نے ''مسلکِ شاہ آل رسول احمدی'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلکِ شاہ ابوالحسین نوری'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلکِ حجۃ الاسلام'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلکِ حضور مفتیِ اعظم ہند'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی بات تسلیم فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلکِ شیر بیشہ سنت'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلکِ شاہجی محمد شیر میاں'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ اگر زید کہے کہ سارے علما نے ''مسلک ....'' کے مدلول تو مدلول، مفہوم تو مفہوم، بلکہ جملہ کی بھی حفاظت کی ہے، کیا زید کی اس بات سے آپ اتفاق فرمائیں گے؟

۞ ملا جی! یہ بھی ارشاد فرما دیجئے گا کہ یہ ''بریلوی'' جملہ کی انواع و اصناف میں سے کس کے تحت داخل ہے؟

۞ ملا جی! اگر ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' اور ''بریلوی'' جیسے ایک دو جملے اور آپ کی ''حس سادس'' میں محفوظ ہوں تو افادہ فرما دیجئے گا؟

۞ ملا جی! حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ''سارے علما'' میں شامل ہیں یا نہیں، جنھوں نے ارشاد فرمایا: ''**نسبتنا أهلَ السنة والجماعة الى " البريلوية "ديدن الديوبندية من أهل الهند** ''یعنی ہم اہل سنت و جماعت کو بریلوی کہنا ہندوستانی دیوبندیوں کا کام ہے؟

۞ اگر نہیں ہیں تو ملا جی! ذرا ہمت کر کے اور نامردی چھوڑ کر وہ ساری ہفوات جو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے خلاف بکی ہیں یہاں بک کے دکھاؤ؟

۞ اگر حضور تاج الشریعہ اپنے ارشاد مذکور کے باوجود سارے علما میں داخل ہیں تو پھر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اپنے قول: ''خود کو بریلوی کہنا ہمارا کام نہیں، بد مذہب لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں'' کی وجہ سے کیسے خارج ہو گئے؟

۞ ملا جی! تم نے ''سارے علما ....'' کا دعویٰ کیا ہے جو یقیناً موجبہ کلیہ ہے اور دلیل میں دو علما کے نام پیش کئے ہیں، کیا یہ دو عالم ''سارے علما'' کے نمائندے اور مرجع ہیں؟ کیا ان کے اقوال کی اہمیت و مرجعیت حضور تاج الشریعہ کے قول سے بھی زیادہ ہے؟

۞ ملا جی! حضرت مدنی میاں صاحب اور حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی علیہ الرحمہ دونوں کے استاذ حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''بریلویت کوئی مذہب نہیں، یہ دیوبندیوں اور وہابیوں نے بطور استہزا سنیوں کو کہنا شروع کیا تھا اور اسی نام سے مشہور کیا''۔

(فتاویٰ بحرالعلوم ۲/۵۶، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

اب بتاؤ یہ استاذ و شاگرد کی بات میں تعارض ہے یا تمہاری اندھی اور اوندھی عقل کا فتور و خلل ہے؟

۞ اگر حضور بحرالعلوم علیہ الرحمۃ والرضوان سارے علما میں داخل ہیں، تو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کیونکر خارج ہیں؟

نابالغ مفتی تو آسمانی دعویٰ کر کے بنام دلیل کچھ نہ پیش کر سکے، بلکہ دو علما کرام کی عبارتوں کو اپنی جہالت و حماقت سے حجت شرعیہ اور مفید مدعا سمجھ کر لکھ مارا اور پھکڑ بازی کر کے آگے گذر گئے، لیکن ہم نے بحمدہٖ تعالیٰ نابالغ مفتی کے سامنے وہ آئینہ پیش کر دیا ہے

جس میں آنجناب کو اپنے بدمنظر چہرہ کے خدوخال کسی دوربین وخوردبین کی وساطت کے بغیر بھی صاف اور نمایاں طور پر نظر آ سکتے ہیں، اب یہ ان کی مرضی ہے کہ آئینہ توڑیں یا اپنے زیر و بم کی اصلاح کریں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے، نہ یوں فریاد ہم کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

بریلوی ہونا، بریلوی کہنا، بریلوی لکھنا

ملاجی لکھتے ہیں:

''مولانا کی دو تین کتابیں اور نظر سے گذریں سب میں انھوں نے اپنے آپ کو بریلوی لکھا ہے تو اب مولانا سے گذارش ہے کہ پہلے آپ اپنی خبر لیں جتنی جگہوں پر ''بریلوی'' لکھا ہے سب کو کاٹ دیں کہ بقول آپ کے بریلوی کہنا ہمارا کام نہیں''

نابالغ مفتی! تمہاری اس طرح کی بازاری باتوں پر گلی کوچوں میں کھیلنے والے بچے بھی ہنستے ہوں گے، مفتی اور ایسا ٹھوس جاہل کہ ان بدیہیات تک کو سمجھنے سے قاصر و نابلد ہے جو اطفال ومجانین پر بھی واضح وروشن ہیں۔

یہ کیا اندھیر نگری ہے؟ یہ کیا حال بنا دیا افتا، دارالافتا، اور منصبِ افتا، کا تم جیسے مالیخولیاؤں نے؟ آخر اس قوم کو کون سی علمی پستی اور دینی انحطاط سے دوچار کرنا چاہتے ہو؟ آئے دن بدعقلی وخرد ماغی کے نت نئے مظاہر ومناظر دیکھنے میں آتے رہتے ہیں، لیکن میاں ملاجی! جس کوڑھ مغزی کا تم نے مظاہرہ کیا ہے یہ تو حمقیات کے باب میں تاریخ ساز اضافہ ہے؛ کیونکہ جو شخص بریلی شہر یا اس کی ضلعی حدود میں رہتا ہے اس کو قانوناً اور عرفاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود کو بریلوی کہے یا لکھے، اس پر تمہارا، تمہارے باپ کا، تمہاری منڈلی کا اور دنیا بھر میں کسی کا واویلا مچانا جنون و پاگل پن ہے، اس کو کاٹنے کی بات کرنا عقلی افلاس اور ذہنی

فلاکت کی دلیل ہے۔

ملاجی! یہ نسبت مولد ومسکن اور مقام ووطن کے اعتبار سے ہے، اس اعتبار سے بریلوی کہنا لکھنا سب کچھ بغیر کسی شبہ کے نہ صرف درست ہے بلکہ پوری دنیا میں رائج ومشتہر اور شائع ومعتبر ہے؛ لہٰذا اس جہت سے بریلی کا ہندو بھی بریلوی ہے، بریلی کا سکھ بھی بریلوی ہے، بریلی کا عیسائی بھی بریلوی ہے، بریلی کا وہابی بھی بریلوی ہے، بریلی کا دیوبندی بھی بریلوی ہے، بریلی کا رافضی بھی بریلوی ہے، وغیرہ وغیرہ، اس نسبت وطنی پر کوئی سوالیہ نشان لگانا بریلی کے پاگل خانہ میں بند کسی باؤلے کا ہی کارنامہ ہوسکتا ہے۔

مسٹر خبطی! کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان کے بریلوی ہونے یا نہ ہونے کی چار صورتیں بالکل ظاہر ہیں:

(۱) اگر وہ بریلی یا اس کی ضلعی حدود کا باشندہ ہے، تو اس کو بطور نسبت وطنی ''بریلوی'' کہنے یا لکھنے کا قانونی اور عرفی حق ہے۔

(۲) اگر وہ باہر کا رہنے والا ہے، تو اس کو بطور وطن ''بریلوی'' کہنے یا لکھنے کا کوئی حق نہیں؛ کیونکہ یہ کذبِ صریح ہے۔

هاتان الصورتان من الواضحات الجليات البديهيات .

(۳) اگر وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز یا بریلی شریف کی کسی قابلِ ذکر، جامعِ شرائطِ شخصیت سے بیعت وارادت وغیرہ کا روحانی تعلق رکھتا ہے، تو اس کو اختیار ہے کہ نسبتِ روحانی کے طور پر خود کو ''بریلوی'' کہے یا لکھے، یہ شرعاً مباحات کے قبیل سے ہے۔ **(فان الأصل فی الأشیاء الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية)**. اگرچہ تاریخ میں ہمارے سامنے ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ کسی نے نسبتِ روحانی کی بنیاد پر اس شخصیت کے نام ولقب اور تحریک ومشن کے بجائے اس کے وطن کی جانب نسبت اختیار کر لی ہو، ہم نے معلمِ کائنات ﷺ کی سیرتِ طاہرہ کا بھی مطالعہ کیا، صحابۂ کرام وتابعینِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تراجم بھی پڑھے، اولیاء وصالحین رحمہم اللہ

تعالیٰ کے احوال وکوائف سے بھی استفادہ کیا اور تاریخ اسلام کو بھی متعدد جہات اور مختلف زاویوں سے سمجھنے کی کوشش کی لیکن ہمیں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام مجتہد، محدث، فقیہ، عالم اور صالح و ولی نے نسبتِ روحانی کے طور پر خود کو مدنی، مکی، بغدادی، کوفی، بصری، دمشقی، بخاری، لاہوری، اجمیری وغیرہ کہا یا لکھا ہو، ہاں جن صالحین کے اسمائے گرامی کے ساتھ ان کی نسبتِ وطنی بمنزلہ جزء بن کر معروف ومشتہر ہوگئی، ان کے مریدین ومعتقدین نے ضرور نسبتِ روحانی کے طور پر اس کو اختیار کیا ہے، مثلاً جیلانی، چشتی، نقشبندی، سہروردی، شاذلی وغیرہ، مگر درحقیقت یہ نسبتیں کسی مذہبی امتیاز وتشخص کے لئے نہیں بلکہ طریقت ومشرب کو بتانے کے لئے جیسے: صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، حسنی، حسینی، قادری، رفاعی، نظامی، صابری، فریدی، قطبی، نصیری، برکاتی، رضوی، نوری، حامدی، نعیمی، اشرفی، امجدی، عزیزی، حبیبی، حشمتی وغیرہ۔

(۴) اگر صحیح العقیدہ مسلمان کو یہ علم ہے کہ آج بددین ومرتدین اہلِ سنت وجماعت کو ''بریلوی'' کہہ کر ایک نیا اور گمراہ فرقہ ثابت کرنے کے درپئے ہیں، تو اس پر لازم ہے کہ حتی المقدور اس سازش کو بے نقاب کرے، اعداءِ دین کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دے، ان کے دیئے ہوئے نام کو ہرگز قبول نہ کرے اور اپنے قول وعمل سے اس بات کا پوری قوت کے ساتھ اعلان کردے کہ ہم حقیقی اہلِ سنت وجماعت ہیں اور ہمارا مابہ الامتیاز اسلام کے اصول وفروع پر بغیر کسی تحریف وتبدیل اور ترمیم وتعطیل کے عمل کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی نے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں وہابی سعودی گورنمنٹ کی جانب سے گرفتار کئے جانے کے بعد سی آئی ڈی کے لکھے ہوئے اقرار نامے میں یہ اضافہ کرایا تھا:

''بریلویت کوئی نیا مذہب نہیں، اور ہم لوگ اپنے آپ کو اہلِ سنت وجماعت کہلانا ہی پسند کرتے ہیں، اور ہمیں اس مقصد سے بریلوی کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پیروکار ہیں ہم پر بہتان ہے''۔ (حیات تاج الشریعہ، ص:۴۴)

نابالغ مفتی! تاریخِ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام کے نام پر جتنے فرقے اور

جماعتیں وجود میں آئیں سب نے عموماً اپنے اپنے ناموں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح اللہ و رسول، ایمان واسلام، قرآن وحدیث، دین وسنت، توحید وعدل، دعوت وتبلیغ اسلام وغیرہ میں سے ایسے الفاظ کا انتخاب واستعمال کیا ہے جن کے ظاہر سے یہ متبادر ہو کہ یہ کوئی اختراعی وابتداعی فرقہ یا جماعت نہیں ہے، بلکہ ان کے فرقہ اور جماعت کی بنیاد اللہ ورسول جلّ جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے، لیکن یہ عجیب ترین المیہ ہے کہ وہ جماعت جو قطعاً حتماً جزماً یقیناً حق پر ہے اور جس کے عقائد ونظریات اپنی حقانیت وصداقت میں سورج سے روشن تر اور فولادی پہاڑوں سے مضبوط تر ہیں، اس مقدس وپاکیزہ جماعت کو ایسے نام سے مشتہر ومتعارف کرانے کے لئے تم جیسے لوگ پر تول رہے ہیں جس کا وجود کتاب وسنت اور تعلیماتِ اسلام واسلاف میں تو ہے ہی نہیں، خود اس لفظ میں بھی کوئی موہوم اشارہ ایسا نہیں جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ یہ کسی اسلامی فرقہ کا اسم ولقب ہے۔ کیا یہ شیطان کا دھوکہ اور نفس کا فریب نہیں ہے؟ کیا یہ وہابی، دیوبندی اور دوسرے بدمذہبوں کی سازش کی کامیابی نہیں ہے؟ کیا یہ لاشعوری طور پر سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت سے انحراف نہیں ہے؟

یہ کیسا تماشہ ہے کہ اپنے دین ومذہب کو ''بریلویت'' اور خود کو ''بریلوی'' کہنا تم جیسے بے غیرت اور جاہلوں نے فرض ولازم، اسلام وسنیت اور مسلمان وسنی کا مترادف بناڈالا، جو خود کو بریلوی نہ کہے اس کو تعلیماتِ اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا دشمن قرار دے دیا۔ **فأفّ لكم و لماتزعمون من فنون الأوهام أفلاتشعرون ، والى الله المشتكى مما تهذرون و تخرصون .**

اس سے بڑا شیطانی فریب اور کیا ہوگا کہ سچے دین اور حقیقی مسلک کا نام رکھنے کے لئے لفظی اور تعبیری اختلاف اپنی انتہا کو پہنچایا جارہا ہے، کفر وبدمذہبی کے فتوے لگائے جارہے ہیں، دلائل وشواہد کو بالائے طاق رکھ کر منہ زوری، زبان درازی، پھکڑ بازی اور زور آوری کے بل بوتے جماعت سے کاٹ کر جدا کرنے کا کھیل کھیلا جارہا ہے۔

آہ آہ آہ صد آہ! ضرورت تو اس بات کی تھی کہ مجددِ اعظم، امامِ اہلِ سنت سیدی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں جن عقائدِ صحیحہ اور احکامِ دینیہ کی ترجمانی فرمائی اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کے لئے جو قلمی جہاد فرمایا اس مشن کو آگے بڑھایا جاتا، ناموسِ رسالت پر نت نئے انداز اور حلیہ و بشرہ بدل کر حملہ کرنے والے دیوبندی ووہابی، تبلیغی وگلابی، رافضی وقادیانی، اباحی والحادی اور دوسرے باطل وبدمذہب فرقوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جاتا اور ان سے بہتر وکار آمد اسباب ووسائل کو بروئے کار لاکر ان کے رد و ابطال کی وہ تحریک چلائی جاتی کہ وہابیت کے عفریت، دیوبندیت کے طواغیت اور صلح کلیت کے براغیث لرزہ براندام ہوجاتے، لیکن افسوس کچھ ناعاقبت اندیشوں نے اپنی تمام تر توانائیاں جمع کرکے ایک خطرناک منصوبہ بنالیا ہے کہ جب ہم خود جاہل ونااہل ہیں اور علمی وتحقیقی اور بنیادی واصولی کام کرنے کی اہلیت ولیاقت نہیں رکھتے ہیں، تو پھر جماعت میں کسی کو اصولی، علمی، تعمیری اور دینی کام کرنے بھی نہیں دیں گے، لفظی اختلافات اور تعبیری نزاعات میں پوری جماعت کو الجھا کر رکھ دیں گے، پوسٹرس وپمفلٹس، میڈیا وسوشل نیٹ ورکنگ سائٹس، کتابچوں وہینڈبلس، اخبارات و اشتہارات، رسائل ومجلّات، جرائد ویومیات، مجالس ومحافل اور تقریر وتحریر کے ذریعہ آپس میں جنگ وجدال اور نزاع ومخاصمت کا وہ بازار گرم کردیں گے کہ کام کرنے والے خود ہی تھک ہار کر بیٹھ جائیں یا اپنی راہ بدلنے پر مجبور ہوجائیں۔

ناظرینِ کرام! غور فرمائیے، ملاجی کہتے ہیں کہ سارے علمار نے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' اور ''بریلویت'' کے جملے کی حفاظت کی ہے۔ میں ملاجی سے پوچھتا ہوں کہ یہ کون سے ''منزّل من السماء'' اور منصوص ومامور جملے ہیں جن کی حفاظت آپ کے موہوم و مزعوم ''سارے علمار'' نے کی ہے؟ تمہارے یہ جملے شریعت کے کس باب کے تحت آتے ہیں؟ ان کی حفاظت وعدمِ حفاظت سے متعلق شریعت کی تعلیمات و ہدایات اور احکام و مسائل کیا ہیں؟

ملاجی! ربِ علیم وخبیر نے تو اسلام ہی کو دین فرمایا ہے:

۞ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلٰمُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ (سورۃ آل عمران، آیۃ: ۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے، اور اہلِ کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے باوجود باہمی رسّہ کشی اور حسد کی وجہ سے ہی اختلاف کیا، اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا منکر ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

ملاجی! آپ کے ''سارے علمار'' یہاں اسلام کی تعبیر اپنے محفوظ جملہ ''بریلویت'' سے کرتے ہوں گے؟

اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

۞ ﴿فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

(سورۃ آل عمران، آیۃ: ۲۰)

پھر اگر وہ آپ سے حجت کریں تو آپ فرمادیجئے میرا اور میرے متبعین کا سرِ تسلیم اللہ تعالیٰ کے حضور خم ہے، اور آپ اہلِ کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے فرمائیے کیا تم اسلام لائے؟ تو اگر وہ اسلام لے آئیں تب تو وہ ہدایت پاگئے، اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ پر صرف پہنچادینا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ملاجی! اس آیتِ کریمہ میں ﴿اَسْلَمْتُ﴾، ﴿اَسْلَمْتُمْ﴾ اور ﴿اَسْلَمُوْا﴾ کی تفسیر میں آپ کے ''سارے علمار'' کیا فرماتے ہیں؟

ایک جگہ اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

۞ ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلٰمِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ

الْخٰسِرِیْنَ﴾ (سورۃ آل عمران ، آیۃ : ۸۵)

جو اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے وہ ہرگز اس سے قبول نہیں ، اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہے۔

ملا جی ! آپ یہاں بھی اسلام کی تفسیر وتشریح میں زیرِ حفاظت جملہ ’’ بریلویت ‘‘ ہی بروئے کار لاتے ہوں گے ، اور اپنے چاہنے والوں پر واضح فرماتے ہوں گے کہ جو ’’ بریلویت ‘‘ کے علاوہ کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک بھی سنئے :

❁ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلٰمَ دِیْنًا﴾ (سورۃ المائدۃ ، آیۃ : ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

ملا جی ! کیا آپ کے ’’ سارے علماء ‘‘ اپنا داشتہ یہاں بھی بروئے کار لاتے ہیں اور تفسیر میں یوں فرماتے ہیں: یعنی میں نے تمہارے لئے ’’ بریلویت ‘‘ کو دین پسند کیا؟

ایک مقام پر اللہ رب العزت یوں ارشاد فرماتا ہے:

❁ ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ ھُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلٰمِ وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (سورۃ الصف، آیۃ:۷)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ملا جی ! کیا یہاں بھی وہی مطلب ہے کہ اسے ’’ بریلویت ‘‘ کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت باندھ رہا ہے؟

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی اس طرح ہوتا ہے:

❁ ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلٰمِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ

یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾

(سورۃ الأنعام ، آیۃ : ۱۲۵)

اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے، گویا زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہو، اللہ تعالیٰ اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط فرما دیتا ہے۔

ملا جی ! آپ کے ’’ سارے علماء ‘‘ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں بھی یہی فرماتے ہوں گے کہ جسے اللہ تعالیٰ راہ دکھانا چاہتا ہے اس کا سینہ ’’ بریلویت ‘‘ کے لئے کھول دیتا ہے؟

ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

❁ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلٰمِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

(سورۃ الزمر ، آیۃ : ۲۲)

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کشادہ فرما دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہو (کیا یہ اس جیسا ہو سکتا ہے جس کا دل اسلام کے لئے سخت اور سینہ تنگ ہو اور وہ گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہو) تو خرابی ہے ان کے لئے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے ہیں، وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ملا جی ! حسبِ سابق یہاں بھی معنی وہی ہوں گے کہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے ’’ بریلویت ‘‘ کے لئے کشادہ فرما دیا ہو؟

ملا جی! ہمارے ربِّ عظیم جلّ مجدہ الکریم نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے، ارشاد فرماتا ہے:

❁ ﴿ھُوَ سَمّٰىکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا﴾

(سورۃ الحج ، آیۃ : ۷۸)

اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔

ملا جی! تم کہتے ہو کہ ''سارے علماء'' نے بریلوی کہنے پر فخر کیا ہے، تو کیا اب اس آیت کی تفسیر تم اور تمہارے سارے علماء کچھ یوں کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام گذشتہ آسمانی کتابوں اور قرآن کریم میں مسلمان رکھا ہے، لیکن اب بہت سے باطل فرقے ، گمراہ جماعتیں اور مرتدین ومنافقین، جیسے رافضی، وہابی، دیوبندی، قادیانی وغیرہ بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا نام امتیاز کے لئے کافی نہیں ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ گمراہوں اور بے دینوں سے امتیاز کے لئے خود کو بریلوی کہا جائے، اور جو اپنے کو بریلوی نہ کہے وہ عند الفقہاء کافر ہے؟

ملا جی! ذیل کی آیات مبارکہ میں بھی اب ﴿الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ﴿مُسْلِمُوْنَ﴾ ﴿مُسْلِمَیْن﴾ ﴿اُمَّةً مُّسْلِمَةً﴾ کی تفسیر "البریلویین"، "بریلویون"، "بریلویّین"، "أمّة بریلویّة" سے لازم وضروری ہوگئی ہوگی، تاکہ بدمذہبوں سے امتیاز باقی رہے؟

﴿وَ مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَ عَمِلَ صٰلِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورة فصلت، آیة : ٣٣)

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَه مُسْلِمُوْنَ﴾ (سورة البقرة، آیة : ١٣٦)

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾

(سورة البقرة، آیة : ١٢٨)

ملا جی! بریلوی اور بریلویت پر لکھنے کو ابھی بہت کچھ باقی ہے، یہ سوچ کر کہ آپ کو بھی تو آخر ہماری اس تحریر کا جواب لکھنا ہے، اس کے بعد خدمت کے لئے ہمیں پھر آنا ہوگا، لہٰذا اس تعلق سے اپنی گفتگو یہیں روک رہا ہوں، باقی آئندہ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

نابالغ مفتی! اپنی جہالت وحماقت کے ذریعہ دین میں رخنہ اندازیاں پیدا مت کرو، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی مبارک تصنیفات وتعلیمات کو کسی پڑھے لکھے صحیح العقیدہ کے ذریعہ یاد کرلو، تاکہ نجدیت ووہابیت اور دیوبندیت وصلح کلیت کو بڑھاوا دینے والے عملے اور ٹولے کے مددگار بننے سے بچ سکو؛ کیونکہ تمہاری تحریر کا بین السطور اس بات کی غمازی کررہا ہے کہ بدمذہبوں، جاہل صوفیوں، گمراہوں اور دین دشمن افراد سے تمہارے قریبی روابط ومراسم ہیں، ان کے ساتھ تم نے کوئی خفیہ سمجھوتہ کرلیا ہے کہ اسلام کی اصل تعلیمات کے فروغ وارتقاء کے لئے نہ خود کچھ کہیں گے اور نہ لکھیں گے، اور نہ اس حوالہ سے لکھنے اور کام کرنے والے افراد کو سکون سے رہنے دیں گے۔ لیکن نابالغ مفتی! شاید تمہیں پتہ نہیں کہ تم جیسے اوباشوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ابھی بھی اس دنیا میں بے شمار اہلِ حق موجود ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق لایضرّهم من خذلهم حتی یأتی أمر اللّٰه و هم کذلك. (صحیح مسلم، رقم الحدیث : ٥٠٥٩، و سنن سعید بن منصور، رقم الحدیث : ٢٣٧٢)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ اسی حال پر رہیں گے حتی کہ قیامت آجائے گی۔

ملا جی! اب تک ''بریلوی'' اور ''بریلویت'' سے ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ تمہاری ہفوات کو لگام دینے اور جہالت کو طشت از بام کرنے کے لئے تحریر کیا ہے، اگر تمہیں سمجھ

آئے تو یاد رکھو ہم بشمول استاذ گرامی منزلت حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ، مجد دِ اعظم دین وملت، قاطعِ کفر وضلالت، ماحیِ وہابیت و دیوبندیت، حامیِ اسلام وسنیت، کشتۂ عشقِ رسالت، سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک ومسعود مسلک و مشن سے وابستگی، اس کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنا، اس پر حملہ کرنے والے اعداءِ دین، منافقین ومرتدین، صلح کلی و بدمذہب اور کج فہم حاسدین کا ناطقہ بند کرنا اور تقریر وتحریر کے ذریعہ اپنے امام کی پاکیزہ تعلیمات کو عام کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں، نیز بریلویت بمعنی مسلکِ اہل سنت و جماعت ہمارے لئے حرزِ جاں اور عین دین وایمان ہے، اس اعتبار سے ہم یقیناً بریلوی ہیں اور یہ ہمارے لئے قابلِ افتخار سرمایہ دارین ہے، مگر بایں ہمہ اپنے دین ومسلک کی تعبیر بنامِ بریلویت ہمیں ہرگز منظور نہیں؛ کیونکہ یہ بدمذہبوں کی سازش ہے اور وہ اس کے ذریعہ دنیا والوں کو یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ نئے دین ومذہب کے ماننے والے ہیں، جیسا کہ حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی اور حضور بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وتحریر کی روشنی میں ہم پہلے ہی کسی قدر تفصیل کے ساتھ اپنی بات بیان کر چکے ہیں۔

نابالغ مفتی گمراہی کی منزل پر:

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے چند معمولات کو بیان کر کے عوام اہل سنت کو ایک ایمان افروز اور حقیقت پسندانہ مشورہ دیا تھا، جو اوجھڑی خوروں کے فضلہ خوار، اور اس کی منڈلی میں رہنے والے یاروں کے لئے مرگِ مفاجات بن گیا، چونکہ ملاجی جس متعفن ماحول میں متلفظ ومتنفس ہیں، وہاں کا پورا نظام انہیں معمولات کو انتہائی نفع بخش تجارت اور زبردست کاروبار بنانے پر ٹکا ہوا ہے، لہٰذا ظاہر ہے ان معمولات میں معمولی تخفیف بھی زبردست مالی خسارہ اور مادی نقصان کا باعث ہوگی، ایسے میں اس نظام سے فیض پانے والے کسی شخص کا چیخنا چلانا اور آپے سے باہر ہوکر گمراہی کے دلدل میں پھنس جانا کوئی تعجب

خیز چیز نہیں ہے، بلکہ اب تو دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جس کے کاروبار کو کوئی ٹھیس پہنچتی ہے، تو وہ کئی بار تنہا اور کبھی کبھی پوری فیملی کے ساتھ خودکشی تک کر لیتا ہے، کوئی چلتی ٹرین کے آگے چھلانگ لگا دیتا ہے، کوئی پھانسی کے پھندے پر جھول جاتا ہے، کوئی دریا اور سمندر میں کود جاتا ہے، کوئی زہر کا انجکشن یا نیند کی گولیاں وافر مقدار میں کھا کر اپنی زندگی کا چراغ گل کر لیتا ہے، کوئی تیل چھڑک کر خودسوزی کر لیتا ہے اور کوئی خود کو گولی یا بم سے اڑا لیتا ہے، شکر ہے کہ بھورے خانی مفتی نے ابھی خودکشی جیسے جرم کا ارتکاب تو نہیں کیا ہے، لیکن گمراہی وگمراہ گری جیسے بھیانک گناہ کا ارتکاب کر کے اپنی آخرت کو ضرور داؤ پر لگا دیا ہے۔

نیاز وفاتحہ وغیرہ معمولات جائز ومستحب ہیں-یا-فرض وواجب؟

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے تیجے، دسویں، چالیسویں، عرس، جلسے، جلوس، حلوے، کھچڑے، ملیدے، گیارہویں شریف، بارہویں شریف، اذان کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ، نماز کے بعد روضہ انور کی طرف رخ کر کے صلوۃ وسلام، اذانِ قبر، نامِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ کو سن کر انگوٹھے چومنا، نماز کے بعد کی دعا، وغیرہ کے تعلق سے صاف صریح الفاظ میں فرمایا ہے کہ یہ سارے امور صرف جائز ومستحب ہیں، شرعاً فرض وواجب اور لازم و ضروری نہیں ہیں کہ ان کے ترک سے کوئی گناہ لازم آئے، لہٰذا اہلِ علم کو چاہئے کہ جب دلائل کے ذریعہ مذکورہ امور کا جواز واستحباب ثابت کریں، تو اسی وقت یہ بھی بتا دیں کہ یہ فرائض وواجبات کے قبیل سے نہیں ہیں، تاکہ عوام کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچ جائیں؛ کیونکہ جس طرح مباح ومستحب کو ناجائز وممنوع کہنا شریعت اپنے ہاتھ میں لینا ہے، اسی طرح اس کو فرض وواجب کہنا بھی شریعت پر بہتان وافترا ہے، اگرچہ مذکورہ معمولات کو صرف جائز ومستحب کہنے سے ہی ان کے فرض وواجب ہونے کی نفی ہو جاتی ہے، تاہم عوام کی بڑی تعداد اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس چیز کو نہیں جانتی اس لئے صراحت میں فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کچھ بھی نہیں۔ ولکن الذین اتخذوا ھذہ الأمور أنفع الوسائل

لجلب حطام الدنيا يبدو من صنيعهم أن ذلك يسبّب الخسائر الفادحة في تجارتهم التى هى على شفاجرف هار .

مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی کچھ عبارتیں

❁ ’’وہ تمام رسوم اہل سنت اور بدعات حسنہ جو جس طور پر رائج ہیں اور اپنی اس مخصوص صورت وشکل میں خاص زمانہ پاک رسالت مآب وصحابہ وتابعین میں نہیں تھے، ان کی شرعی حیثیت ایک امر مباح، جائز، مستحب ومستحسن وکارخیر کی ہے، وہ ہرگز ہرگز فرض و واجب اور شرعاً لازم وضروری نہیں ہے، مثلاً نیازوں اور فاتحاؤں کی مروجہ رسمیں، محفل میلا دشریف کا انعقاد، جلسے اور جلوس ،عرس اور لنگر، کسی مخصوص پیر سے مرید ہونا، نام پاک کوسن کر انگوٹھے چومنا، قبر پر اذان پڑھنا، اذان کے بعد تثویب جسے اب صلوۃ کہتے ہیں وہ پکارنا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ باندھ کر مدینہ شریف کی طرف متوجہ ہوکر الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا، قرآن خوانی کرنا وغیرہ وغیرہ، ان کاموں کو نہ کرنے والا بھی گمراہ یا گناہ گار نہیں ہے، ہاں جو ان کا سرے سے انکار کرے، شرک وبدعت، یا ناجائز وحرام کہے وہ ضرور باطل پرست ہے، اور کارِخیر سے روکنے والا ہے، بڑا محروم اور بدقسمت ہے۔ (آؤ دین پر چلیں، ص:۱۴۲)

❁ ’’نیاز وفاتحہ، تیجے، دسویں، چالیسویں اور تبارک وغیرہ یہ سب صرف جائز، اچھے اور مستحب کام ہیں، نہ شرعاً فرض ہیں نہ واجب نہ سنت، کوئی نہ کرے تب بھی کوئی حرج وگناہ نہیں‘‘۔ (غلط فہمیاں اوران کی اصلاح، ص:۱۹۱)

❁ ’’آج کل عوام اہل سنت میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ اسلام میں ضروری باتوں کو چھوڑ کر نیاز، نذر، فاتحہ وغیرہ بدعات حسنہ کو لازم وضروری سمجھ لیا ہے، یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اس میں کوئی شک

نہیں کہ نیاز، فاتحہ، میلا دشریف، مروجہ صلاۃ وسلام، یعنی جیسے آج کل پڑھا جاتا ہے، بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا، گیارہویں شریف، ۲۲؍رجب، اور ۱۴؍شعبان، اور ۱۰؍محرم وغیرہ کو کھانے، کھچڑے، پوڑی، حلوے، پلاؤ اور مالیدے پر فاتحہ دلانا، عرس کرنا، بزرگوں کے مزارات پر حاضری دینا، قبر پر اذان دینا، حضور کے نام کوسن کر انگوٹھے چومنا، مردوں کے تیجے، چالیسویں کرنا، یہ سب اچھے کام ہیں، انہیں کرنے میں کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جو انہیں غلط کہتے ہیں وہ خود غلط ہیں، لیکن جو انہیں فرض اور واجب خیال کرتے ہیں وہ بھی بھول میں ہیں‘‘۔

(غلط فہمیاں اوران کی اصلاح، ص:۱۷۵)

❁ بارہویں شریف اور اس سے متعلق جو کار خیر ہیں جیسے جلسے جلوس، روشنیاں کرنا مٹھائیاں بانٹنا، صلاۃ وسلام پڑھنا یہ بھی صرف کار خیر اور مستحب کام ہیں، فرض وواجب یعنی شرعاً لازم وضروری نہیں اور جس انداز سے جس شکل وصورت میں آج کیے جاتے ہیں یہ حضور یا آپ کے صحابہ کی سنت بھی نہیں۔ لیکن کار خیر جائز ومستحب اور اچھے ثواب کے کام ہونے میں شبہ بھی نہیں، جیسے صحابہ کے زمانے میں قرآن کریم میں اعراب زبر زیر اور پیش وغیرہ نہ تھے، ۳۰ پاروں میں تقسیم نہ تھی، .... اور یہی معاملہ ہے نیازوں فاتحاؤں کا تیجے دسویں بیسویں چالیسویں چھ ماہی برسی اور عرسوں وغیرہ کا، نام پاک پر انگوٹھے چومنے، قبر پر اذان پڑھنے، اذان کے بعد تثویب یعنی صلاۃ پکارنے یا نماز کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوکر الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ آہستہ آہستہ پڑھنا، یہ کام جس انداز میں آج کیے جاتے ہیں اس طرح صحابہ سے عام طور پر رواجاً ثابت نہیں، لیکن ان کاموں میں کوئی برائی نام نہیں، لہٰذا انھیں برے کام بھی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اچھائیاں ہیں، لہٰذا اچھا کام ہی کہا جائے گا۔ (بارہویں شریف جلسے اور جلوس، ص:۲۵،۲۶)

۞ ''امام احمد رضا کی تعلیمات وارشادات کی روشنی میں بزرگوں کو یاد رکھنے کا طریقہ ان کے عرس ان کی نیاز وفاتحہ جو عوام میں رائج ہیں سب جائز ہے اور ان کے نام وکام کو باقی رکھنے کا اچھا ڈھنگ ہے، نیاز وفاتحہ میں احباب، دوستوں یا غریبوں مسکینوں کو کھانا پلانا ہے اور اس کے ساتھ قرآن کی تلاوت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر اور پھر اس کا ثواب اپنے بزرگوں یا باپ داداؤں کی روح کو پہنچانا، اس سب میں اگر کوئی خلاف شرع کام نہ ہو تو حضرات اولیاء کرام اور اپنے بڑے بوڑھوں کو یاد رکھنے، ان کا نام اور کام باقی رکھنے کی اچھی ترکیب ہے، وہابی عقائد وخیالات کے لوگوں نے اس سب کو ناجائز وحرام اور بدعت وگمراہی بتا کر اس سے عوام کو روکا، لیکن امام احمد رضا نے باقاعدہ ان امور کے ثبوت میں پوری پوری کتابیں لکھیں اور وہابیوں کو لاجواب کر دیا''۔ (ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص: ۱۰۵)

۞ ''جو لوگ دنیا سے گذر چکے ان کے نام پر صدقہ وخیرات کر کے اس کا ثواب انہیں پہنچانا بلاشبہ جائز اور احادیث سے ثابت ہے''۔

(حدیثوں کی روشنی، ص: ۲۱۲)

۞ ''رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا ذکر اور اس پر خوشی منانا یعنی محفل میلاد شریف کا انعقاد جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع بات نہ پائی جائے یقیناً جائز و مستحسن، باعث خیر وبرکت ہے، کچھ لوگ اس کو ناجائز وحرام اور بدعت ضلالہ کہتے ہیں، جب کہ میلاد شریف میں اللہ جل شانہ کی حمد اس کے رسول مقبول ﷺ کی نعت اور آپ کی ولادت کا ذکر نظم ونثر میں بیان کیا جاتا ہے، اخیر میں بطور تعظیم کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور یہ سب باتیں احادیث سے ثابت ہیں''۔ (حدیثوں کی روشنی، ص: ۲۱۶)

مذکورہ سارے اقتباسات میں یہ بات مہر فروزاں سے بھی روشن تر ہے کہ نیاز وفاتحہ، تیجہ ودسواں، عرس وبرسی، گیارہویں شریف وبارہویں شریف وغیرہ امور کو حضرت مولانا تطہیر

احمد صاحب قبلہ نے نہ صرف جائز فرمایا ہے، بلکہ ''کار خیر''، ''اچھا کام''، ''مستحب''، مستحسن''، ''باعث خیر وبرکت''، ''اچھا طریقہ'' اور ''اچھے ثواب کے کام'' بتا کر وہابیت و دیوبندیت کی جڑیں کاٹ دی ہیں، بدمذہبیت کے منہ میں لگام دے دی ہے اور بدعت و گمراہی کی رٹ لگانے والوں کو خائب وخاسر فرما دیا ہے، مگر نابالغ مفتی اور بدعقل ملا جی پر چونکہ جہالت کے وائرس، بلادت کے ایبولا اور عناد وفساد کے جراثیم کا خطرناک اثر ہے، اس لئے الٹی گنگا بہانا ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکا ہے، آنکھوں میں دھول جھونکنے یا مرچ ڈالنے کا محاورہ آپ نے پڑھا یا سنا ہوگا، لیکن اس کو محسوس پیکر میں دیکھنا چاہیں تو ملا جی کے خبط نامہ کو پڑھ لیجئے، آپ کو یقین ہو جائے گا کہ دجل کے فن میں نابالغ مفتی کو شیطانی ملکہ حاصل ہے۔

ملا جی نے صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فتویٰ نقل کرنے کا بعد لکھ مارا ہے:

''مولوی تطہیر اب تو خود سوچ لیں کہ آپ کے اندر وہابیت کی علامت پائی گئی یا نہیں؟ آپ بھی مراسم اہل سنت کے بند کروانے کے لئے بہت پریشان ہیں، آپ نماز کا بہانہ لے کر بند کروانا چاہتے ہیں''۔

ملا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ ربِّ رحیم جل مجدہ الکریم قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفٰحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ النور، آیۃ: ۱۹)

وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ملا جی! اس سے بڑھ کر ''فاحشہ'' اور کیا ہوگا کہ تم نے ایک عالم ربانی کے ارشادِ برحق کو باطل قرار دے کر نا گیوری ماہواری میں فریب وکذب کی ساری حدیں پار کر دی ہیں، صداقت وحقانیت پر شبخون مارنے کے لئے سارا کس بل جھونک دیا ہے اور انسانیت و

شرافت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔

❁ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. (صحيح البخاری ،كتاب الأنبياء، رقم الحديث: ٣٤٨٤، و السنن لأبی داؤد، رقم الحديث: ٤٤٩٩، و السنن لابن ماجة، باب الحياء، رقم الحديث: ٤١٨٣، و المسند للامام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ١٧١٣١، و الصحيح لابن حبان، باب الحياء، رقم الحديث: ٦٠٧، و مسند البزّار، رقم الحديث: ٢٨٣٥، والمعجم الكبير، رقم الحديث: ١٤٠٦٤، وشرح مشكل الآثار، رقم الحديث: ١٥٣٦)

کلامِ نبوت سے لوگوں نے یہ پایا ہے: جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ، وَالإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ. (الجامع للترمذی، باب ما جاء فی الحياء، رقم الحديث: ٢٠٠٩، و السنن لابن ماجة، رقم الحديث: ٤١٨٤، والمصنف لابن أبی شيبة، رقم الحديث: ٢٥٨٥٤، و المسند لأحمد، رقم الحديث: ١٠٥١٩، والصحيح لابن حبان، رقم الحديث: ٦٠٨)

حیا ایمان سے ہے اور (صاحبِ) ایمان جنت میں ہے، اور بے حیائی بد خلقی سے ہے اور بد خلقی (والا) جہنم میں ہے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَ مَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ. (جامع الترمذی، رقم الحديث: ١٩٧٤، والسنن لابن ماجة، رقم الحديث: ٤١٨٥، و مسند أحمدبن حنبل، رقم الحديث: ١٢٧١٢، و المصنف لعبد الرزاق، رقم الحديث: ٢٠١٤٥)

بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اس کو عیب دار کر دیتی ہے، اور حیا جس چیز میں بھی ہو اس کو آراستہ کر دیتی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے ان ارشادات سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ معاشرہ میں ہمیشہ نیک عادات کا چلن ہونا چاہئے، تا کہ معاشرہ پاکیزہ رجحانات کا حامل بن سکے، جھوٹی خبر کی اشاعت، بے حیائی کی دعوت اور بہتانات و افترا ات کی تبلیغ ایسی مذموم و شنیع حرکت ہے کہ ربِّ قادر و قہار نے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کے دردناک عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے۔

بے حیائی ایک بدترین خصلت ہے، جو انسان کے دل و دماغ، فکر و نظر، زبان و بیان، سیرت و کردار، عادات و اطوار اور احساسات و تصورات کو آوارہ بنا دیتی ہے، خیر و شر اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی قوت کو فنا کر دیتی ہے، تفسیق و تجہیل اور تنقیص و تقلیل کا خوگر بنا دیتی ہے، تضحیک و تذلیل اور تدجیل و تضلیل محبوب مشغلہ بن جاتا ہے، تحریف و تبدیل اور تحقیر و تصغیر میں حظِّ نفس حاصل ہونے لگتا ہے، تبغیض و تنفیر اور توہین و تہجین میں نفسِ خبیث کو سکون و قرار ملنے لگتا ہے اور تدلیس و تلبیس اور تفسید و تخریب جیسے گندے اور گھناؤنے جرائم کے ارتکاب کے بعد ندامت و شرمندگی کے بجائے فخر و مباہات کرنا عام بات ہو جاتی ہے، بلکہ کئی ضمیر فروش ان رذائل میں مہارت کو ہنر اور چالاکی تک کا نام دیتے ہیں۔

ملا جی! تمہارے جہل و دغل کی پیمائش کے لئے تو میرے پاس کوئی آلہ نہیں ہے، لہٰذا اس کی کمیّت و مقدار بتا پانا میرے بس سے باہر ہے، البتہ اس کی کیفیت کے بارے میں اتنا ضرور عرض کر سکتا ہوں کہ وہ ہر گام مدام ترقی پر ہے، فتنہ پردازی کے سارے ساز و سامان

اس کی قوت میں اضافہ کرنے کے لئے موجود ہیں اور فریب ومکر کی تمام حشر سامانیاں بھی جوبن پر ہیں۔

❁ ملا جی! کیا آپ اور آپ کی منڈلی اپنی آخری سانس تک کسی دیوبندی ووہابی کا کوئی ایک بھی معتبر حوالہ ایسا پیش کرسکتی ہے جس میں مذکورہ معمولات ومراسم کو جائز ومستحب، بہتر ومستحسن اور باعثِ خیر وبرکت کہا یا لکھا گیا ہو؟

❁ مذکورہ اقتباسات میں کون سا لفظ یا جملہ، مذکورہ امور کے انکار یا ان کو بند کرنے کے بارے میں صریح یا کنایہ ہے؟

❁ شریعتِ اسلامیہ میں تو جائز کا معنی انکار یا بند کرنا ہرگز نہیں ہے، آپ نے شریعتِ اسلامیہ کے مقابل ایسی کون سی شریعت کا اختراع کر رکھا ہے جس میں جائز کا معنی انکار یا بند کرنا لکھا ہے؟

❁ کیا مستحب کا معنی آپ کی اختراعیات واختلاقیات میں انکار یا بند کرنا ہوتا ہے؟

❁ کیا آپ کی مبتدعات میں جائز ومستحب کام سے فرضیت ووجوب کی نفی اصالۃً اس فعل کے انکار یا بند کرنے پر منتج ہوتی ہے؟

❁ کیا آپ کے نزدیک جائز ومستحب کام کے ترک کو گناہ قرار نہ دینا اس کا انکار یا بند کرنا کہلاتا ہے؟

❁ آپ کے مہوزات ومہملات میں جواز وعدمِ جواز، استحباب واستہجان، اقرار وانکار اور رخصت ومنع کے درمیان ترادف ہے یا تلازم؟

❁ ملا جی! مذکورہ تمام امور کو مستحب ومستحسن ماننا تصریحاتِ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق سنیت کی علامت ہے، اور آپ کہتے ہیں کہ یہ وہابیت کی علامت ہے، تو اب بتائیں کہ آپ کی بات سچی ہے یا سیدی اعلیٰ حضرت کی؟ آپ کا قول حق ہے یا سیدی اعلیٰ حضرت کا؟ آپ کا نظریہ شریعت کے مطابق ہے یا اعلیٰ حضرت کا؟

❁ اگر اعلیٰ حضرت کا فرمان حق ودرست ہے، اور یقیناً درست وعینِ حق ہے تو پھر

آپ کے باطل، جھوٹ اور غیر شرعی قول بدتر از بول کی بنیاد پر آپ میں کس کس کی علامات موجود ہیں؟

❁ آپ میں اعداء دین کی علامت پائی گئی یا نہیں؟

❁ آپ میں دشمنانِ اعلیٰ حضرت کی علامت پائی گئی یا نہیں؟

❁ آپ میں علم سے بے بہرہ اور فریب کاروں کی علامت پائی گئی یا نہیں؟

❁ مجددِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''شرعاً مستحب کے ترکِ نادر پر کچھ نہیں، تو عادی پر بھی کچھ نہیں''

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱، ص:۹۰۲)

❁ ملا جی! اس ارشاد مبارک سے ظاہر وعیاں ہے کہ مذکورہ تمام امور کو کوئی جائز ومستحب مانے مگر نادراً ترک بھی کرے تو شرعاً اس پر کوئی عتاب نہ عقاب، مطالبہ نہ محاسبہ، لیکن یہ بتاؤ کہ تمہارے وہمِ فاسد وزعمِ کاسد میں اس پر کیا ہے؟

❁ اسی طرح جو ان کے ترک کا عادی ہو شرعاً اس پر بھی کچھ نہیں، مذمّت نہ ملامت، محاسبہ نہ مؤاخذہ، لیکن یہ بولو کہ تمہارے یہاں زعمًا باطلاً، و وهماً عاطلاً، وحمقاً شاملاً و خرقاً هائلاً اور جهلاً جاهلاً و زوراً قاصلاً کون کون سی فردِ جرم عائد ہوتی ہے؟

❁ ملا جی! صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے فتوی کا تعلق فاتحہ، سوم اور چہلم وغیرہ کے منکر اور بند کرنے والے سے ہے یا جائز ومستحب ماننے والے سے؟

❁ اگر فتویٰ منکر اور بند کرنے والے سے متعلق ہے تو مذکورہ امور کو جائز ومستحب ماننے والے کے خلاف اس کو پیش کرنا اور اس کی بنیاد پر گمراہی وضلالت کا حکم لگانا مسلمانوں کا طریقہ ہے یا خوارج کی علامت؟

❁ ملا جی! خوارج کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں

کرتے تھے، اورتم نے نذر ونیاز کے منکرین کا حکم نذر ونیاز کو مستحب ماننے والے پر چسپاں کردیا، بتائیے یہ خوارج کے ساتھ مشابہت ومماثلت ہوئی یا نہیں؟ اس طرح خوارج تمہارے آئیڈیل ہوئے یا نہیں؟ تمہارے اور خوارج کے درمیان قدر مشترک پائی گئی یا نہیں؟

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیقاً روایت فرماتے ہیں:

كان ابن عمر يراهم شرار خلق الله ، وقال : انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار ، فجعلوها على المؤمنين.

(صحيح البخارى مع شرحه فتح البارى، باب قتل الخوارج والملحدين ١٦/١٦٤)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے، اور فرمایا: یہ لوگ ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر ڈھالنے لگے۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بکیر بن عبداللہ بن اشج کے طریق سے موصولاً یوں روایت کیا ہے کہ: بُکیر بن عبداللہ بن اشج نے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

كيف كان رأى ابن عمر فى الحرورية ؟ قال : يراهم شرار خلق الله ، انطلقوا الى آيات فى الكفار، فجعلوها فى المؤمنين.

(تغليق التعليق ٥/٢٥٩ ، و فتح البارى ١٦/١٦٨)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حروریہ کے بارے میں کیا رائے تھی؟ انہوں نے کہا: وہ انہیں بدترین مخلوق سمجھتے تھے، انھوں نے کفار سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کردیا۔

۞ ملاجی! کیا خوارج کی عادات وبدعات کا احیا، تمہارا مطمحِ نظر ونصب العین بن چکا ہے، جس کے لیے سب کچھ لٹانے پر تلے ہو؟

۞ خوارج کفار سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے، اورتم منکرین

سے متعلق احکام کو جواز واستحباب کے قائلین پر چسپاں کررہے ہو، بتاؤ خوارج سے اس مواکبت ومسایرت، موافقت ومتابعت، محاکات ومماثلت، مشاکلت ومشابہت اور مشارکت ومقارنت کے پس پردہ کون سے عوامل ومحرکات کارفرما ہیں؟

۞ سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"عمامہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کی سنت متواترہ ہے، جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے، ولہٰذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ، ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اس کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

"**قد ثبت فى السير بروايات صحيحة أن النبى ﷺ كان يرخى علامته أحيانا بين كتفيه ، وأحيانا يلبس العمامة من غير علامة، فعلم أن الاتيان بكل واحد من تلك الأمور سنة.** اس کے ساتھ استہزا کو کفر ٹھہرایا، **كما نص عليه الفقهاء الكرام ، وأمروا بتركه حيث يستهزئ به العوام كيلا يقعوا فى الهلاك بسوء الكلام**" تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے، یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا، اور حدیث آتی رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر حمل کیا، علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم يرو أنه ﷺ لبس القلنسوة بغير العمامة فيتعين أن يكون هذا زى المشركين.

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

هذا كله يدل على فضيلة العمامة مطلقا ، نعم مع القلنسوة أفضل ، فلبسها وحدها مخالف للسنة ، كيف وهى زى الكفرة و، كذا المبتدعة فى بعض البلدان.

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا، اس کا سنت ہونا متواتر ہے، اور سنتِ

متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۹/۲۰۸، ۲۰۹)

ملا جی! یہ ایک طویل فتویٰ مبارکہ کے ابتدائی حصہ کا اقتباس ہے، اگر اہل زمانہ کو تمہاری اوقات دکھانے اور قلعی کھول کر رکھ دینے کے لئے صرف اسی ایک فتوی کی شرح کردی جائے، تو تم اور تمہاری کرش خور منڈلی کے سارے کہتر و مہتر سر بازار برہنہ ہوجائیں، لیکن نہ ابھی اس کی ضرورت اور نہ ایسے کاموں کے لئے فی الوقت فرصت، ابھی تو یہ اقتباسِ جلیل تمہارے استدلالِ ذلیل کے تار و پود بکھیرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے، تم نے سیدنا صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارکہ فتویٰ کو غیر محل میں پیش کرکے اپنی جس خبیث جبلت اور احمقانہ سرشت کا مظاہرہ کیا ہے اس کو کلکِ رضا کی ایک جنبش سے ذبح ہوتے دیکھو۔

نابالغ مفتی! آج اہلِ سنت و جماعت کے علماء، مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ، مساجد کے ائمہ، بہت سی خانقاہوں کے سجادگان اور عوام کی اکثریت عمامہ کی اس سنتِ لازمہ دائمہ متواترہ پر اپنی زندگی کے بیشتر اوقات و حالات میں عمل نہیں کرتی، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عوام و خواص کی اکثریت اس سنتِ مبارکہ کے ترک کی عادی ہے، تو اب ہم ''جوابِ آں غزل'' کے طور پر تم سے کروڑوں گنا زیادہ قوت کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یہ سب عوام و خواص جو اس سنتِ عظیمہ کے ترک کے عادی ہیں وہ اس سنت کے منکر ہوئے یا نہیں؟

❁ معمولاتِ مذکورہ صرف جائز و مستحب ہیں، جب کہ عمامہ سنتِ لازمہ دائمہ ہے، اب بتائیے دونوں کے ترکِ عادی اور ترکِ نادر کا کیا حکم ہے؟

❁ مولانا تطہیر احمد صاحب مذکورہ معمولات کو کلیۃً اور عادۃً ترک کی بات نہیں کرتے بلکہ وہ ان معمولات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ ساری بدعاتِ حسنہ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں، بعد میں رائج ہوئیں، لیکن ان میں کوئی خلاف شرع حرکت شامل نہ ہو، بلکہ کوئی شرعی مصلحت، یا کسی زندہ یا مردہ مومن کا مفاد ہو ان کو کرنا چاہئے؛ تا کہ لوگ انہیں

ناجائز، گناہ نہ سمجھ لیں، اور کبھی کبھی چھوڑ دینا بھی چاہئے تا کہ لوگ فرض و واجب نہ سمجھ لیں'' (ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۱۰۶)

نابالغ مفتی سے سوال یہ ہے کہ بیانِ جواز، اور ایہامِ فرض و واجب کو دفع کرنے کے لئے مباحات و مندوبات کا ترکِ نادر اور سنتِ لازمہ دائمہ متواترہ کا ترک عادی دونوں کے درمیان شرعاً احکام میں کیا فرق ہے؟

❁ معمولات مذکورہ مباح و مندوب ہیں، جب کہ عمامہ مسلمانوں کا شعار ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ترکِ شعار اشد و اکبر ہے یا ترکِ مندوب؟

عمامہ کے شعارِ مسلمین ہونے پر اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے:

❁ امیر المؤمنین، مولی المسلمین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فان العمائم تيجان المسلمين. (الكامل لابن عدى ٨/١٦٦)

بے شک عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

دوسرے طریق میں یہ الفاظ ہیں:

فان ذلك من سيماء المسلمين. (الكامل لابن عدى ٨/ ١٦٦)

بے شک عمامہ مسلمانوں کی نشانی ہے۔

بلکہ یہاں تک مروی ہے کہ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

العمامة حاجز بين المسلمين و المشركين.

(الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي ٣/٨١، رقم الحديث: ٤٢٣٠)

عمامہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فارق ہے۔

❁ ملا جی! جب تمہارے نزدیک مندوب و مباح کا ترکِ نادر انکار اور بند کرنے کے معنی میں آتا ہے، بلکہ وہابیت کی علامت ہوتا ہے، پھر تو تمہارے نزدیک شعار و سنتِ

لازمہ کا ترکِ عادی انکارِ سنت کے معنی میں متعین اور عینِ وہابیت وارتداد ہوگا؟

❁ ملاجی! تم نے مندوب کے ترکِ نادر کو وہابیت کی علامت ٹھہرایا ہے، پھر تو تمہارے یہاں سنتِ لازمہ دائمہ کا ترکِ عادی مشرکین کی علامت، بلکہ اس سے کچھ زائد ہوگا؟

نابالغ مفتی کا زنانہ کارنامہ

ملاجی کا خط نامہ پڑھ کر بعض جگہ بے ساختہ ہنسنے کو جی چاہتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ ملاجی کا عورتوں کے ماحول سے خصوصی علاقہ ہے، اسی لئے عورتوں کی عادات ان میں رچی بسی نظر آتی ہیں، ملاجی نے اس بات پر بڑا زور لگایا ہے کہ مذکورہ امور مراسمِ اہل سنت سے ہیں لہٰذا ان کو چھوڑا نہ جائے، اس بات کو بتانے کے لئے بڑے زور شور سے اردو کی جن دو چار کتابوں سے ان کا الٹا سیدھا علاقہ ہے ناسمجھی اور نادانی میں حوالہ آرائی کی ہے۔

ملاجی! اس سے تمہیں کیا ثواب ملا؟ اس سے تمہارا کون سا مدعا حاصل ہوگیا؟ اس سے تمہارا کون سا موقف ثابت ہوگیا؟ یہ تو مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے موقف ہی کا اثبات ہوا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

’’البتہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ نیاز وفاتحہ، عرس ومیلاد وغیرہ آج کل اہل حق کی علامت، نشان اور پہچان بن گئی ہیں، لہٰذا ان کاموں کو عام طور سے چھوڑا نہ جائے اور فرض وواجب بھی نہ سمجھا جائے، بس اچھے کام سمجھ کر شریعت اسلامیہ کے دائرہ میں رہ کر کرتے رہیں‘‘۔ (غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح، ص:۱۷۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

’’البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان امور سے منع کرنا اور کبھی بھی انہیں نہ کرنا اس ملک میں وہابیوں کی پہچان ہے، لہٰذا انہیں صرف جائز ومستحب سمجھ کر کبھی کبھی کرتے رہنا چاہئے، فرض وواجب سمجھ کر نہیں‘‘۔ (درمیانی امت، ص:۱۱۷)

ایک جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

’’وہابی نیاز وفاتحہ نہ کرنے والے کو نہیں کہتے، وہابی اسے کہتے ہیں جو نیاز وفاتحہ سے منع کرے، اس سے روکے، اور اس کو برا جانے، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی شان میں گستاخیاں کرے اور ان کا ذکر اسے ناگوار ہو‘‘

(درمیانی امت، ص:۱۱۵)

ایک عبارت جو پہلے بھی گذر چکی ہے یوں ہے:

’’رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا ذکر اور اس پر خوشی منانا یعنی محفل میلاد شریف کا انعقاد جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع بات نہ پائی جائے یقیناً جائز ومستحسن، باعث خیر وبرکت ہے، کچھ لوگ اس کو ناجائز وحرام اور بدعت ضلالہ کہتے ہیں، جب کہ میلاد شریف میں اللہ جل شانہ کی حمد اس کے رسول مقبول ﷺ کی نعت اور آپ کی ولادت کا ذکر نظم ونثر میں بیان کیا جاتا ہے، اخیر میں بطور تعظیم کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور یہ سب باتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ (حدیثوں کی روشنی، ص:۲۱۶)

اب نابالغ مفتی نے صدر الافاضل کا جو فتوی نقل کیا ہے اس کے اقتباسات پڑھئے:

❁ ’’فاتحہ سوم سوم چہلم وغیرہ امور خیر جس میں اموات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے ان کا استحباب واستحسان دلائل شرعیہ سے ثابت ہے‘‘۔

بہت خوب مسٹر خبطی! کس طمطراق سے آپ نے اپنی انوثی روش، نسوانی عادت اور زنانی حرکت کا مظاہرہ فرمایا ہے اور اپنے ہیچ ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے کہ جو فتوی حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے ارشاد کی حرف بحرف انتہائی پرزور تائید وتصدیق کر رہا ہے اسی کو تم اپنی دلیل اور ہتھیار سمجھ بیٹھے۔ سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری عقل پر پردے ڈال دیئے، تمہاری مت ماردی، کھوپڑی گھوم گئی اور تمہاری آنکھیں یہ دیکھنے سے چوندھیا گئیں کہ مذکورہ امور کے بارے میں حضرت مولانا تطہیر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امور یقیناً جائز ومستحسن، باعثِ خیر وبرکت ہیں، اور یہ سب باتیں احادیث سے ثابت ہیں۔

صدرالافاضل آگے فرماتے ہیں:

❀ ''ان امورِ خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا یعنی وہابیوں کا وظیفہ بن گیا ہے اس لئے ان کاموں کے بند کروانے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے''۔

مسٹر خبطی! مولانا تطہیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: وہابی اسے کہتے ہیں جو نیاز و فاتحہ سے منع کرے، اس سے روکے، اور اس کو برا جانے، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی شان میں گستاخیاں کرے اور ان کا ذکر اسے ناگوار ہو۔ اب بتاؤ صدرالافاضل کا فتوی مولانا تطہیر احمد صاحب کے قول کے خلاف ہے یا اس کی پرزور تائید میں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے اپنی عقلِ بداندیش کو صنفِ نازک کے چرنوں میں قربان کر دیا ہو اور جامۂ انوثیت پہن کر اپنے موقف کے خلاف استدلال کو بآں کمالِ حماقت و بہزاراں جہالت حجت و معتمد اور برہان و سند سمجھ بیٹھے ہو؟

ملاجی! کیا آپ نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ اگر نہ پڑھا ہو یا پڑھ کے بھلا دیا ہو تو سنو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾

(سورة الزخرف ، آية : ١٨)

اور کیا (کفار لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے ہیں) جو زیورات میں پلیں اور بحث و تکرار میں صاف بات نہ کر پائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قلما تكلمت امرأة تريد أن تتكلم بحجتها الا تكلمت بالحجة عليها . (الدر المنثور ١٣/١٩٤)

بسا اوقات عورت بات کرتی ہے اور اپنی تائید میں کوئی دلیل پیش کرنا چاہتی ہے تو اپنے ہی خلاف دلیل پیش کر بیٹھتی ہے۔

ملائے مجنون! تم نے صدرالافاضل علیہ الرحمہ کا وہ فتوی جو حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ کے ارشادات کی کامل تائید میں ہے اس کو اپنی تردیدِ مذموم و مزعوم کی سند بنا کر پیش کیا ہے، بتاؤ یہ زنانہ روش ہوئی یا نہیں؟

کہئے مسٹر خبطی! عورتوں کی یہ علامت آپ میں پائی گئی یا نہیں؟

مفتی جی! آپ نے اپنے ہی خنجر سے اپنے قتل کا جو عبرتناک تماشہ پیش کیا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ایک عالم دین کے خلاف بے ثبوت شرعی زبان درازی کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و خوار کر دیا اور تمہیں انوثی روش پر ڈال کر رسوا فرما دیا۔

سرطانی پیر-شیطانی فقیر-جاہل صوفی-مکار شیخ-دجال درویش

لگا ہے جھوٹ کا بازار آؤ سچ بولیں
نہ ہوں بلا سے خریدار آؤ سچ بولیں

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اپنی تصنیفات میں حشرات الارض کی طرح زمین پر بکھرے ہوئے خلافِ شرع پیروں کے دجل و مکر کا پردہ جس خوبی سے چاک فرمایا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے، اسلامی تصوف اور سچی طریقت سے کھلواڑ کرنے والے پیشہ ور جعلی فقیروں کی توہماتی دنیا میں اضطراب و انقلاب برپا ہو گیا ہے اور چند سکّوں اور ٹکوں کے لئے اپنا ایمان تک داؤ پر لگا دینے والے علماءِ سوء کی فوج ظفر موج میں ہنگامہ اور کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ بڑی ہمت کر کے ایک نابالغ مفتی نے مکار پیروں اور دین دشمن فقیروں کی فضلہ خواری کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اچھل کود مچا کر چند ہذیانات سے ناگپوری ماہواری کو روسیاہ کیا ہے۔ ہذیان و طغیان کے غبارۂ بے جان کی ہوا تو ان شاء اللہ تعالی بعد میں نکالی جائے گی، آیئے پہلے اسلامی معاشرہ میں سرطان (کینسر) کی طرح پھیلے ہوئے نام نہاد کاروباری پیروں کی خبر لیتے ہیں، اور مذہبِ حق اہلِ سنت و جماعت (جس کو آج برِّ صغیر ہند و پاک میں خصوصاً اور دنیا کے بہت سے ممالک میں عموماً مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نام سے بھی جانا

اور پہچانا جاتا ہے) کی بدنامی کا سبب بننے والی اس بدفرجام جماعت کی حقیقت وکارگذاری کو مختصراً سمجھتے ہیں۔

خیال رہے، ہم ذیل میں جو کچھ عرض کرنے جارہے ہیں اس کا تعلق ان پیروں اور مریدوں سے ہے جو شریعت کے نام پر کلنک اور انتہائی بدنما داغ ہیں۔ ہمیں اس بات کا بھی بخوبی احساس ہے کہ یہ گفتگو ان لوگوں کے لئے یقیناً پریشان کن ثابت ہوگی جنھوں نے پیری ومریدی کو عظیم تجارت اور سدا بہار پھلتی پھولتی صنعت بنالیا ہے، اور اس پورے کاروبار پر کشف وکرامت، معرفت وولایت، دین وشریعت، طریقت وحقیقت، ارشاد وبیعت، اجازت وخلافت، فیض وبرکت، تصوف وروحانیت، مجاہدہ وریاضت، تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب، تطہیرِ باطن وتنویرِ روح اور نفس کُشی ورہبانیت کے خول چڑھا کر اپنی قطبیت وغوثیت کی دھاک جمانے کے لئے ہر سمت اپنے ہرکارے چھوڑے ہوئے ہیں، لیکن باطل کی تردید اور حق کا اظہار حسبِ توفیق وقدرت ضروری ہے، اس لئے ہم اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ہر احساس وتصور اور ہر رشتۂ وتعلق سے بالاتر ہوکر ہر وہ طریقہ اختیار کریں گے جو ہماری پاکیزہ شریعت نے عطا فرمایا ہے، اور جس کی تعمیل وتکمیل کا ہمیں پابند بنایا ہے، وَلَوْ كَرِهَ الْكَارِهُوْنَ.

شرائط مرشد

ممدوحِ اعلیٰ حضرت، شیخ العارفین سیدی احمد بن مبارک سجلماسی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۱۵۶ھ) اپنے شیخ گرامی قطب الواصلین، سیدی، عبدالعزیز بن مسعود دبّاغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات شریف سے نقل فرماتے ہیں:

اذا لم یکن علم لدیه بظاهر
ولاباطن فاضرب به لجج البحر

قال الشيخ (سيدی عبدالعزيز) رضی اللّٰه تعالیٰ عنه : مراده بعلم الظاهر : علم الفقه والتوحيد، أی القدر الواجب منهما على

المكلف، ومراده بعلم الباطن معرفة اللّٰه تعالیٰ.

(الابريز من كلام سيدی عبدالعزيز، ص : ۳۳۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

جو شخص علم ظاہر یعنی علمِ فقہ وتوحید سے بقدرِ ضروری آشنا نہ ہو، اسی طرح علم یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے خبر ہو اس کو (پیر نہ بناؤ بلکہ) سمندر کی گہرائیوں میں اٹھا کر پھینک دو۔

ناظرین کرام! اس طرح کا علم رکھنے والے آج کتنے پیر ہیں اور اس معیار پر پورے اترنے والے شیوخ کی تعداد کیا ہے اس کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" شرط من يأخذ البيعة أمور : أحدها علم الكتاب والسنة، ولاأريد المرتبة القصوى، بل يكفى من علم الكتاب أن يكون قد ضبط تفسير المدارك أو الجلالين أو غيرهما، و حققه على علم، وعرف معانيه، وتفسير الغريب، و أسباب النزول. والاعراب والقصص ومايتصل بذلك.

ومن السنة أن يكون قد ضبط وحقق مثل كتاب المصابيح (للبغوی)، وعرف معانيه، و شرح غريبه، و اعراب مشكله، وتأويل معضله على رأی الفقهاء.

وانما شرطنا العلم؛ لأن الغرض من البيعة أمره بالمعروف، ونهيه عن المنكر، وارشاده الى تحصيل السكينة الباطنة وازالة الرذائل، واكتساب الحمائد، ثم امتثال المسترشد به فى كل ذلك، فمن لم يكن عالما كيف يتصور منه هذا.

والشرط الثانی : العدالة و التقوى فيجب أن يكون مجتنبا عن الكبائر غير مصر على الصغائر.

والشرط الثالث : أن يكون زاهدا فى الدنيا، راغبا فى الآخرة،

مواظبا على الطاعات المؤكدة ، والأذكار المأثورة فى صحاح الأحاديث ، مواظبا على تعلق القلب بالله سبحانه ، وكان حفظٌ له ملكةً راسخةً.

والشرط الرابع أن يكون آمرا بالمعروف ، ناهيا عن المنكر ، مستبدّا برأيه ، لا امّعة ليس له رأى ولا أمر ، ذا مروءة وعقل تام يعتمد عليه فى كل مايأمر به و ينهى ، ممن ترضون من الشهداء، فما ظنك لصاحب البيعة.

والشرط الخامس: أن يكون صحب المشائخ وتأدب بهم دهرا طويلا ، وأخذ منهم النور الباطن والسكينة ، وهذا ؛ لأن سنة اللّٰه جرت بأن الرجل لايفلح الا اذا رأى المفلحين ، كما أن الرجل لايتعلم الا بصحبة العلماء ، وعلى هذا القياس غير ذلك من الصناعات. (القول الجميل فى بيان سواء السبيل ، ص : ٢٣ ، ٢٤ ، ٢٥ ، ٢٦، ٢٧ ، ٢٨ ، ٢٩ ، ٣٠ ، ٣١ ، ٣٢ ، مطبوعه الاهور)

اس عبارت کا اختصار کے ساتھ تقریبی مفہوم یہ ہے کہ مرشدِ بیعت وشیخِ طریقت کی نمایاں شرائط یہ ہیں:

(۱) کتاب وسنت کا عالم ہو اور کتبِ معتمدہ سے ضرورت کے عقائد ومسائل نکالنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

(۲) عادل ومتقی ہو یعنی کبائر سے احتراز واجتناب رکھتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

(۳) زہدِ دنیا اور شوقِ آخرت رکھتا ہو، طاعاتِ مؤکدہ اور اذکارِ ماثورہ کا پابند ہو۔

(۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا ہو اور مداہنت سے گریزاں ہو۔

(۵) زمانۂ دراز تک مشائخ کی صحبت میں رہا ہو اور ان کے اخلاق وعادات اور اصول وآداب سے آراستہ ہو۔

قارئینِ کرام! آج بہت سے لونڈے لوارے پدرم سلطان بود کے زعمِ خبیث میں جابجا خانقاہوں میں پیر بنے بیٹھے ہیں، حالانکہ شرائطِ مذکورہ کا حامل ہونا تو کجا، وہ جہالت کا مرغولہ ہیں، عقائد ومسائل کے جزئیات تو دور، قرآنِ کریم کو اصولِ تجوید کی رعایت سے پڑھنے کی بھی لیاقت نہیں رکھتے، چند بندگانِ خدا کو چھوڑ کر پیر فرتوت بن بیٹھے درندوں کا حال اتنا ابتر ہے کہ سادہ لوح مریدوں اور بے خبر لوگوں کو اپنا شکار بنانے کے لئے چند رٹی رٹائی جگالیوں اور بڑ بولیوں کے سوا ان کو کچھ آتا ہی نہیں ہے، اسٹیجوں پر اناپ شناپ بکواس کرتے ہیں، قرآن وسنت کے ارشادات میں لفظی ومعنوی تحریف وتبدیل کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس سینہ زوری اور شوراشوری کے بل بوتے سمجھتے ہیں کہ ہم قائد وامیر اور مربی وشیخ ہیں، حالانکہ ان گنواروں کے ہمہمے اور طنطنے دیکھ کر ہوش مند دنیا نہ صرف ان سے گریزاں ونالاں ہے، بلکہ اسلام وسنیت کے لئے ناسور اس طبقہ کو کیفرکردار تک پہنچانے کے لئے ہر طرح کوشاں بھی ہے، اور یہیں سے اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان آویزش و پیکار اور صراع و نزاع کی خلیج شروع ہوتی ہے۔

سرخیلِ اصفیاء، حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی واسطی چشتی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اے برادر! از پیری ومریدی رسمے واسمے بیش نماندہ است، وآں رسم واسم نیز مبنی بچند شرائط می داں؛ کہ بے آں شرائط اصلاً پیری ومریدی درست نیست۔

امانخست از شرائط پیری:

یکے: آنست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد۔

دوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر در ادائے حق شریعت قاصر ومتہاون نباشد۔

سوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنت وجماعت۔

پس ایں رسمے کہ از پیری ومریدی ماندہ است بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست، وایں ہر سہ شرائط را بیان مختصر واضح کنم:

اما شرط اوّل کہ مسلک صحیح است، مرید صادق را تفحص سلسلہ درست باید کرد، در اکثر جاہا خلط و خبط گشتہ است، نوعے ازاں آنست درویشے در حالت حیات بسبب غفلت و یا بہ سبب دیگر فرزند خود را خلافت نمی دہد، و مرد ماں را وصیت ہم نمی کند کہ بعد از من باید کہ خرقہ من فرزند مرا بپوشانید، واورا بجائے من بنشانید، فاما مردمانِ آں مقام روز سوم خرقہ پدر پسر رامی پوشانند واورا بجائے پدر می نشانند، از صحت و غیر صحت ایں کار نمی دانند، خلقے بہ بیعت او اسیری گردد، واو بے رخصت و اجازتِ پدر پیری می شود، ہمہ ضلالت در ضلالت است؛ چہ اگر چہ خرقہ متروکہ پدر بسبب ارث ملک پسر شد، ولیکن شرط صحت بیعت رخصت و اجازت پدر است، نہ مجرد خرقہ پدر۔ مؤلف راست قطعہ:

اے پسر شرطِ صحتِ بیعت
در طریقت اجازت سلف است
بد غل سکہ بہر ہ مز ن
کاں رہِ کاسداں ناخلف است

نوع دیگر آنست اولیاء اسلاف کہ قطب وغوث بودند، فرزندانِ ایشاں بے صحتِ اسناد و بے رخصت و اجازت بمجرد نسبت فرزندی خلقے را مرید می کنند، وخلق می دانند کہ ما بخانوادہ فلاں قطب وغوث پیوند درست کردیم، وانابت آوردیم سر بسر گمراہی است۔'' (سبع سنابل، ص:۳۹، و۴۰، بحوالہ فتاوی رضویہ ۲۶/۵۷۲، و۵۷۳)

چند سطر کے بعد آگے فرماتے ہیں:

''شرط دوم پیر آنست کہ عالم و عامل باشد بر جملہ عبادات، و در ادائے احکام قاصر ومتہاون نبود، واگر بر انواع عبادات عالم نبود عامل نتواند شد، واز حد شرع بیفتد، پس پیری را نشاید؛ زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بہ شریعت قرار گیرد، وہر کہ از شریعت بیفتد گمراہ گردد، وگمراہ پیری را نشاید، اما درویشے کہ مرجع خلائق بود اورا احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست، باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از و

فوت نشود؛ کہ وسیلہ گمراہی مریداں ست، بجہت آنکہ گویند کہ پیر ما ایں چنیں کار کردہ است پس او ضال و مضل گردد۔'' (سبع سنابل، ص:۴۲، بحوالہ فتاوی رضویہ ۲۱/۵۶۷)

تینوں شرائط کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''مرید کہ پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن است، واگر در پیر ازیں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نباشد، واگر کسے از سبب نادانی با و بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد۔''

(سبع سنابل، ص:۴۳، بحوالہ فتاوی رضویہ ۲۱/۵۶۸)

ان تمام شرائط کا خلاصہ مجدد اعظم، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اپنے جامع ترین اسلوب میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''اوّل سب سے اہم واعظم شرط: مذہب کا سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائدِ علماء حرمین شریفین ہونا۔ (وہ علماءِ حرمین شریفین جن کے فتاویٰ وتصدیقات حسام الحرمین شریف میں ہیں، آج کل کے علماءِ حرمین نجدی وہابی ہیں، لہٰذا ان کا اعتبار نہیں۔ راقم)

دوسری شرط: فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو، اور حاجتِ جدیدہ پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔

تیسری شرط: اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک صحیح ومتصل ہو۔

چوتھی شرط: علانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب، یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ ۲۶/۵۷۵، و۵۷۶)

مخلصانہ اپیل

محترم قارئین! تعصب وعناد، کسی شخص کے رعب وشوکت اور کسی خاندان وقبیلہ کی جانبداری وحمایت کے جذبات واحساسات سے تھوڑی دیر خود کو آزاد کر لیجئے، اور اس ایقان و ایمان کے ساتھ کہ آپ کو اپنے ہر قول وفعل کا ربِّ قدیر وقہار کے حضور جواب دینا ہے، اپنے

دل پر ہاتھ رکھ کر ضمیر کی آواز سننے کی کوشش کیجئے اور بلا خوف لومۂ لائم فیصلہ کیجئے کہ اس زمانہ میں جتنے نامور پیر ہیں، ان میں چند مخصوص وابستگانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے سوا مذکورہ شرائط پر کھرا اترنے والے کتنے فیصد ہیں؟

ایسے پیر کتنے ہیں جن کے پاس پیری کے لئے مطلوبہ علم وعمل موجود ہے؟

خانقاہوں سے متصل شرعی مساجد میں نماز باجماعت کے لئے ''قدم رنجہ'' فرمانا تو چھوڑیئے، مطلقاً نماز ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ان مقدس گھروں میں آنے والے پیروں کی تعداد کتنی ہے؟

کیا آپ نے یہ ہولناک مناظر نہیں دیکھے ہیں کہ حضرتِ شیخ کے ہاتھ پر فسق وفجور اور بدمذہبی وبدعقیدگی سے توبہ کرنے والے عین نماز کے وقت درِ دولت پر حاضر ہیں، یہ سوچ کر کہ مسجد میں فریضۂ نماز بھی ادا کرلیں گے اور اپنے متوقع مرشد کا دیدار بھی، مسجد پہنچے، نماز ادا کی، مگر حضرتِ شیخ کی زیارت سے محرومی رہی، خدام کے ذریعہ اندر کہلایا گیا کہ دور کے فلاں مقام سے حلقۂ ارادت میں شمولیت کی غرض سے کچھ معززین آئے ہوئے ہیں، خبرِ برق اثر کا فیضِ معجّل یہ ہوا کہ عمدہ قیامگاہ پر پرتکلف ناشتہ بلوریں ٹیبلوں پر بڑے سلیقہ سے لگادیا گیا، دم زدن میں کامل شانِ خسروانہ کے ساتھ صاحب قران سریر آرائے ایوان ہوگئے، تقشّف وتجرد کے پیکر پرنور کی دست بوسی وقدم بوسی کی گئی، بیعت وارشاد کا لمحہ آیا، گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی تعلیم وتادیب فرمائی گئی، ان سے مضبوط عہد ومیثاق لیا گیا، اختتامِ مجلس سے ٹھیک پیشتر عقیدت واحترام کی نذریں گذریں اور قدم بوس رخصت ہوگئے۔ راستے میں لجاتے جھجکتے ایک نے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ حضور نماز کے وقت مسجد میں تشریف .... دوسرے عقیدت مند نے جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس ''گستاخ'' کا منہ تھام لیا، اور بے خبر کو ''خطائے بزرگاں گرفتن خطاست'' کی تہدید سنا کر اور اعذارِ باردہ کی طویل فہرست گنا کر اس کا ناطقہ بند کردیا، مسکین سہم گیا اور دست بستگی کے ساتھ گہری خاموشی میں ڈوب گیا، وقت گذرنے کے ساتھ ارادت کو تقویت

پہنچانے کے لئے غلام حاضر دربار ہوتے، دہلیز پر جبیں سائی کرتے، منتظرینِ کرم کی آنکھیں تھک جاتیں، اذان ونماز کے دورانیے گذرتے رہتے، مگر حضور کو مسجد میں نہ آنا تھا اور نہ.................... یہ ماجرا ایک سے زائد بار پیش آیا، اب ان جدید عقیدتمندوں کی قدیم نیازمندوں سے جو شناسائی ہوئی، تو یہ معلوم کرکے ان کے ہوش فاختہ ہوگئے کہ یہ تو حضور کے خصائصِ شریفہ کا حصہ ہے، مراقبہ ومجاہدہ سے ان کو فرصت ہی کہاں ہے کہ وہ مسجد میں آکر ''ریاکاروں کی طرح'' سربسجودوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ صف بستہ نظر آئیں، حضرتِ شیخ تو ''ملأ اعلیٰ'' کے ساتھ ''عرفان کے مدارج'' طے کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ جنابِ شیخ کی اس ''ملکوتی'' کیفیت سے فسق وفجور اور بدعقیدگی وبدمذہبی سے تائب ہونے والے ان جدید عقیدت کیشوں کی جماعت پر جو منفی اثر مرتب ہوا، اس کو زبان وبیان اور لفظ وتعبیر کے بغیر بھی حال وسکوت اور تصور وخیال کے عنکبوتی ذرائع سے بھی بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

ناظرینِ کرام! کہنے کو یہ ایک افسانہ ہے، مگر حقیقت اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے، جس کو بیان کرنا اگرچہ ممکن ہے، تاہم آسان بالکل نہیں ہے، ہر جملہ کے آگے خطرات کا ایک دریا رواں ہے، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کے ساتھ ایسا بھدا اور بھونڈا مذاق کرنے والے بداندیش ''درویش'' آپ نے دیکھے ہیں یا نہیں؟

اگر جان کی امان ملے تو رنگے ہاتھوں مستثنیٰ عقیدت گاہوں کے علاوہ یہ مناظر کہیں بھی اور کبھی بھی دکھائے جاسکتے ہیں۔

واللہ العظیم! ہمیں کسی سے ذاتی رنجش نہیں، صرف اپنی قوم کو ایک تلخ حقیقت سے آشنا کرانا ہے؛ تاکہ بنامِ شریعت وطریقت نااہلوں کے ہاتھوں استیصال واستحصال سے بچ سکیں، ہم ملکی سطح کے اپنے مشاہدہ کے مطابق یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آج اسلام وسنیت کو بظاہر سب سے زیادہ نقصان خلافِ شرع پیروں، جاہل اور طوطے کی طرح رٹو خطیبوں، نظم ونثر میں نعت ومنقبت خوانی کو پیشہ بنانے والے گویوں اور ان نااہلوں سے

پہنچ رہا ہے جو افتا، اور فتویٰ کی شرعی اقدار و آداب اور بنیادی شرائط وضوابط سے نابلد ہیں، اور چند اردو کتابوں کو دیکھ کر کورانہ فتوے صادر کر کے اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کا سبب بنتے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ اگر آج اعلیٰ حضرت، مجددِ اعظم دین وملت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی مبارک وروشن تعلیمات، دقیق علمی و دینی احتیاطات، فتاویٰ رضویہ کی شکل میں عظیم الشان علوم وفنون کا دائرۃ المعارف، اور ان کے مشن ومسلک کے سچے پاسبان و ترجمان نہ ہوں تو نابالغ مفتی جیسے سر پھرے اور مت کٹے راہ چلتے لوگوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالیں اور اپنے طاغوت وتمرد کے بل بوتے بیک جنبشِ قلم قبیلوں اور خاندانوں ہی کو نہیں سات اگلی اور سات پچھلی نسلوں اور پشتوں کو بھی کفر و ارتداد کے دلدل میں ڈھکیل دیں۔
والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ مما یثیرہ الجھلۃ المردۃ من الفتن۔

ناظرینِ کرام! غیر ارادی طور پر درد متبسم ہو گیا، شاید یہ درد کی مجبوری ہے کہ جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو خود پر ہنسنے لگتا ہے۔

ملاجی! مولانا تطہیر احمد صاحب نے عقیدت ومحبت، بلکہ دین وشریعت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے ''شیوخِ بے توفیق'' کو آئینہ دکھایا تو آپ سیخ پا ہو گئے، غور کیجئے، تو اس میں آئینہ دکھانے والے کا، یا آئینہ کا کیا قصور ہے، جو آپ آئینہ دکھانے والے پر چڑھ دوڑے ہیں، اور اس آئینہ ہی کو توڑ ڈالنے کے درپے ہیں، جس نے آپ جیسے گول مال ٹٹوؤں کے آقاؤں کے معائب ومقابح کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا ہے۔

آیئے پہلے بیعت کی اقسام دیکھتے ہیں، اس کے بعد نابالغ مفتی سے ایک بار پھر ملیں گے اور اس کی کود پھاند و ڈھینگ دھانگ کے سوانگ کا جائزہ لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اقسام بیعت

مجددِ اعظم قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:
''پھر بیعت بھی دو قسم ہے:

اول: بیعت برکت: کہ صرف تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہو جانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے، وہ خارج از بحث ہیں، اس بیعت کے لئے شیخ اتصال کہ شرائط اربع کا جامع ہو، بس ہے۔

دوم: بیعت ارادت: کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادی برحق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لئے بعض احکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے صحیح نہ معلوم ہوں، انھیں افعال خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے، غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہ بیعت سالکین ہے، اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے، یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے، یہی حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی ہے۔اھ ملخصاً۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد:۲۱، ص:۵۰۸، و۵۰۹)

ناظرینِ کرام! بیعت کی ان اقسام اور ارشادِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آج کل عموماً جو بیعت پائی جاتی ہے وہ بیعتِ تبرک ہے، اور یہ بیعت اسی وقت تبرک ہے جب کہ اغراضِ فاسدہ سے پاک ہو، اگر اس میں دنیا کی کوئی فاسد غرض مثلاً پیر کی یہ نیت ہو کہ مریدوں کی کثرت ہو تا کہ دوسروں کے مقابل فخر وغرور سے سر اونچا کیا جا سکے، اور ان سے مال وخراج حاصل کر کے دنیا کے مزے اور مادی منفعتیں حاصل کی جا سکیں، تب تو یہ بیعت نہیں، ڈھونگ ہے، برکت نہیں، تجارت ہے، رضائے پروردگار نہیں، خالص گندا کاروبار ہے اور مطلوبِ شریعت نہیں، بلکہ اتباعِ طبیعت ہے۔ یہ بیعت اگر اپنے شرائط کے ساتھ پائی جائے تو اس کے فوائد بھی کم نہیں، تاہم قطبِ جلیل

سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کے بیان کے مطابق یہ بیعت صرف اسمی و رسمی ہے، جو جائز و مستحب ہے، لازم و ضروری نہیں ہے۔

اصحابِ طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس بیعت کی اہمیت، افادیت، فضیلت اور اصول و آداب بکمالِ تفصیل بیان فرمائے ہیں وہ بیعتِ ارادت ہے، اس بیعت کے اہل شیوخ اور اس کے آداب و قواعد اور حقوق و شرائط کو پورا کرنے والے مرید اس دور میں کم از کم ہماری نظر میں نہیں ہیں، یہی وہ بیعتِ مبارکہ ہے کہ اس کے حامل مرید پر اپنے شیخِ کامل اور مرشدِ برحق کے حقوق پچیس میں محصور نہیں، پچیس تو سائل نے پیش فرمائے تھے ان کی تائید فرمادی گئی اور کچھ حقوق کی اہمیت کی جانب اشارہ بھی کر دیا گیا، حقیقت وہ ہے جو سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے مقام پر بیان فرمائی کہ اس بیعت کے حقوق مرید پر شمار سے باہر ہیں۔

قابلِ تعظیم شیخ اور واجبِ اہانت پیر

ملا جی! تمہاری جہالت اگر ضرب المثل ہو جائے تو تعجب نہیں ہونا چاہئے، کہاں مرشدِ کامل اور کہاں آج پائے جانے والے عموماً فاسق و جاہل، کہاں مرشدِ ربانی اور کہاں آج کل کے اوجھڑی خور شیطانی، کہاں وہ نفوسِ قدسیہ جو دولتِ دنیا کو اپنے قدم کی ٹھوکر مار کر دھتکار دیں، اور کہاں آج کے وہ پیرانِ فرتوت جو دنیا کی رنگینی و دلفریبی پر چیل کووں کی طرح ٹوٹ پڑیں۔﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ . وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ . وَ لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ. وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَ لَا الْاَمْوٰتُ﴾

میاں ملا جی! فضائل و کمالات اس شیخ کے لئے ہیں جس کے وجود اور انفاسِ طاہرہ کی حرارت سے ایمان کو جلا ملے، عبادت کا شوق فراواں ہو جائے، اللہ کے ذکر سے زبانیں مرطوب ہو جائیں، یادِ الٰہی میں دل گم ہو جائیں، حبِّ مصطفیٰ ﷺ زبانی جمع خرچ کا نام نہیں، بلکہ اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے جان و مال، اہل و عیال، دولت و ثروت، عزت و

شہرت اور شان و شوکت سب کچھ قربان کرنے کا دوسرا نام بن جائے اور جس کی صحبت و رفاقت دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے بے نیاز کر دے اور آخرت کی سرفرازی و سرخروئی حاصل کرنے کے لئے ذوقِ جنوں اور جذبۂ دروں مستانہ و دیوانہ بنا دے۔

ملا جی! تمہارے جہل و سفاہت نے تمہیں اتنا جری و مغرور بنا دیا کہ اہلِ علم کو آنکھیں دکھانے لگے، کبھی تعظیم و عبادت کی نسبت پوچھتے ہو اور کبھی کفر و گمراہی کا راگ الاپتے ہو۔

زبان و بیان سے جاہل کیا جانے کہ کون مخاطب ہے، کیا بات ہے، کیا مطلب ہے اور کس تناظر میں بات کہی جا رہی ہے۔ جاہل کا تو بس ایک ہی وظیفہ ہوتا ہے کہ بس کسی طرح حقائق کو مٹا دیا جائے، پوری دنیا کو دجل کی چالوں میں پھنسا کر شیطانی منصوبوں کی تکمیل کی جائے اور اصحابِ علم و حق کو جیسے بھی ہو دینی کام کرنے سے روک دیا جائے۔

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے اس جملہ پر ملا جی اور ان کی ٹولی کے بھیڑیئے بپھرے ہوئے ہیں:

’’خدا والے تو چلے گئے، اور خدا کو بھلا کر اپنی پوجا پاٹھ، اور پرستش میں لگانے والے کیڑے مکوڑوں کی طرح پھیل گئے۔‘‘

نابالغ مفتی کی چھٹی حس یہاں خوب زوروں پر ہے، شوقِ تکفیر کا ابال شباب پر ہے، جہالت کا طرفہ تماشہ قابلِ دید بنا ہوا ہے، جگادریوں کا مداری نخوت کی ڈگڈگی بجا رہا ہے اور نہیقی بانسری منہ میں دبائے ہمہما رہا ہے:

’’مولانا چاہے جتنا تاویل کر لیں بہر حال بچ نہیں سکتے‘‘

’’اردوئے معلیٰ‘‘ کا یہ ہمہمہ؟ ہاں جناب! مولانا کیسے بچیں گے، جنگل کے سارے بھیڑیئے اکٹھے ہو کر ایک ساتھ عوعو جو کر رہے ہیں۔

مسٹر خبطی! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ دام ظلہ نے اغلاق و اشتباہ، اجمال و ابہام اور اخفار و اشکال کے اسلوب میں اپنی بات نہیں کہی ہے کہ اس کی تشریح و تاویل، توضیح و تفصیل اور تبیین و تفسیر کی ضرورت پیش آئے، موصوف نے ایک مومنِ کامل، داعیِ مخلص،

دردمند مربی، محسن مبلغ اور صاحبِ حکمت مصلح کا کردار ادا کیا ہے، اور اپنے تجربات و مشاہدات، احساسات و تصورات اور درد و کرب کو سادہ و فطری لب و لہجہ میں قوم کے سامنے پیش فرما دیا ہے، یہاں نہ کسی فرد پر کوئی حکم لگایا گیا ہے، اور نہ کسی جماعت کو الزام دیا گیا ہے، بلکہ حالات و معاملات نے دل پر جو اثر ڈالا ہے وہی الفاظ اور جملوں کی شکل میں حوالۂ قرطاس کر دیا گیا ہے۔ درحقیقت مولانا موصوف نے روئے زمین پر پھیلے ہوئے اعتقادی اور نظریاتی فساد اور اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی غربت و اجنبیت کو اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورة الروم، آية: ٤١)

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب فساد پھیل گیا؛ تاکہ انھیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے کہ وہ کہیں باز آجائیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰه ﷺ: بدأ الاسلام غريبا، وسيعود كما بدأ غريبا، فطوبى للغرباء.

(صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم الحديث: ٣٨٩)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام شروع میں اجنبی تھا، آخر میں بھی یہ اجنبی ہوگا، تو اجنبیوں کو یہ نوید مبارک ہو۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ اسلوب اسلافِ کرام، مشائخِ اسلام، ائمۂ اعلام اور مبلغین و مصلحین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صریح اتباع اور روشن پیروی کی دلیل ہے، اس طرح کا اسلوب ہر دور میں اہلِ علم استعمال کرتے رہے ہیں۔

اگر مسٹر خبطی کے احمقانہ طرز پر بات کا بتنگڑ بنایا جائے، تو لازم آئے گا کہ وہ تمام مشائخِ اسلام دائرۂ اسلام سے باہر ہو جائیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے اعتقادی و نظریاتی

اور عملی و مذہبی حالات کی اس طرح منظر کشی ہے کہ مطالعہ کرنے والا قاری سمجھنے لگتا ہے کہ اسلام اور ایمان رخصت ہو چکا ہے، کفر اور کفار کا غلبہ و تسلط ہو چکا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''احیاء علوم الدین''، ''کیمیاءِ سعادت''، ''المنقذ من الضلال''، ''مکاشفۃ القلوب'' وغیرہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''عوارف المعارف'' اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ''، ''لواقح الانوار''، ''الطبقات الکبریٰ'' وغیرہ بے شمار کتب میں یہ انداز و اسلوب عام ہے۔

قدوۃ الاولیاء امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

"ارتحل عن القلوب حرمة الشريعة، فعدوا قلة المبالاة بالدين أوثق ذريعة، ورفضوا التمييز بين الحلال و الحرام، ودانوا بترك الاحترام، وطرح الاحتشام، واستخفوا بأداء العبادات، واستهانوا بالصوم و الصلاة." (الرسالة القشيرية، ص: ٨)

دلوں سے شریعت کا احترام رخصت ہو چکا ہے، دین سے بے اعتنائی کو لوگوں نے سب سے مضبوط سہارا بنا لیا ہے، حلال و حرام کے درمیان امتیاز اٹھا دیا ہے، بے حرمتی اور ناقدری کو دین بنا لیا ہے، لوگ عبادات کی ادائیگی کو ہلکا اور روزہ و نماز کو حقیر جاننے لگے ہیں۔

ناظرینِ کرام! حضرت امام قشیری قدس سرہ العزیز کسی یہودی و نصرانی اور بے دینی و غیر اسلامی ماحول کی منظر کشی نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ مسلمانوں کے دینی و مذہبی حالات و معاملات نے دل پر جو گہرا اثر مرتب کیا ہے، اسی کو اپنے الفاظ میں پیش فرما رہے ہیں۔

کیا نابالغ مفتی اور اس کی منڈلی میں یہ ہمت ہے کہ وہ امام قشیری سے کہے کہ: ''قشیری صاحب چاہے جتنا تاویل کر لیں بہر حال بچ نہیں سکتے''؟

جو جمالِ روئے حیات تھا، جو دلیلِ راہِ نجات تھا
اسی رہبر کے نقوش پا کو مسافروں نے مٹا دیا

وفورِ خود نمائی، رہنِ ذوقِ جلوہ آرائی
بہ وہم کامرانی جذبِ دل کی شادمانی ہے

ملاجی! مرشدِ برحق اور شیخِ کامل کے نظم ونثر میں فضائل ومناقب بیان کرنا معیوب ہے نہ ممنوع، بلکہ مریدِ صادق کے لئے یہ عظیم سعادت ہے کہ بارگاہِ شیخ میں اپنی عقیدت و نیازمندی کا خراج پیش کرے اور اس کو اپنے لئے زادِ آخرت اور ذریعۂ نجات سمجھے۔ لیکن آج کل جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ عموماً پیری ومریدی طرفین کے لئے انتہائی نفع بخش کاروبار بن چکا ہے، جھوٹی کرامات، مصنوعی حکایات، فرسودہ واقعات، من گھڑت فضائل و کمالات اور شیطانی قصائد ومناقب کے ذریعہ سادہ لوحوں کے دل میں اللہ و رسول جلّ جلالہ و ﷺ کے احکام وارشادات سے غافل مکار شیخ کی ناپاک شخصیت کی دھاک بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جب لوہا گرم ہوجاتا ہے، تو جلسہ وغیرہ کی شکل میں بھیڑ کو اکٹھا کرکے شریعت سے بے بہرہ اور دین واحکامِ دین سے نابلد اس پیرِ فرتوت کو غوثِ زماں، قطبِ دوراں اور شیخِ مغاں بنا کر پیش کردیا جاتا ہے، اس کی شان میں آسمان وزمین کے وہ قلابے ملائے جاتے ہیں کہ بھولے بھالے اور سیدھے سادھے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو ہماری بستی میں بشکلِ بشر اتر آیا ہے، مختصر یہ کہ اس دجال کی شان میں وہ کچھ بکا جاتا ہے کہ **مالا عین رأت، و لاأذن سمعت، و لاخطر علی قلب بشر.**

نابالغ مفتی نے آج کل کے خلافِ شرع پیروں اور فاسق وفاجر گویوں اور نچنیوں کی وکالت کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنت، مجددِ اعظم سیدی اعلیٰ حضرت اور مبلغِ اعظم، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمہما اللہ تعالیٰ کے واقعہ کو پیش کیا ہے، **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ملاجی! ہوش کے عالم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مندرجہ ذیل فتویٰ کو پڑھو اور اس وقت محافل ومجالس میں پیرانِ فرتوت کی جو قصیدہ خوانی ہوتی ہے اس کا حال دیکھو:

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال ہوا:

’’جو شخص اپنے مریدوں سے اشعار ذیل سنے اور سن کر خوش ہو، بلکہ تمغۂ انعام دے، ایسا شخص لائق بیعت ہے یا نہیں؟ خدا رسیدہ ہے یا نفس کا مطیع؟ اہل سنت ہے یا اہل بدعت؟ اشعار یہ ہیں:

آفتاب چرخ علم وفضل شمس العارفیں
قبلہ عالم سراج المتقیں شاہ جہاں

(اس کے بعد پانچ اشعار اور ہیں)

جواب میں فرماتے ہیں:

’’حب ثنا غالباً خصلت مذمومہ ہے اور کم از کم کوئی خصلت محمودہ نہیں، اور اس کے عواقب خطرناک ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

حب الثناء من الناس یعمی و یصمّ۔

(رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

ستائش پسندی آدمی کو اندھا بہرا کردیتی ہے۔

اور اگر اپنی جھوٹی تعریف کو دوست رکھے کہ لوگ ان فضائل سے اس کی ثنا کریں جو اس میں نہیں، جب تو صریح حرام قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(سورۃ آل عمران، آیۃ : ۱۸۸) والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہرگز گمان نہ کرنا ان کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور دوست رکھتے ہیں کہ بے کئے پر سراہے جائیں، تو زنہار انہیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ نہ گمان کرنا، اور ان کے لئے دردناک مار ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ۔**

ہاں اگر تعریف واقعی ہو تو اگرچہ تاویل معروف ومشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ، وفخر العلماء، وتاج العارفین، وامثال ذلک، کہ مقصود اپنے عصر یا مصر

کےلوگ ہوتے ہیں،اوراس پراس لئے خوش نہ ہوکہ میری تعریف ہورہی ہے، بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کی تعریف ان کونفعِ دینی پہنچائے گی،سمع قبول سے سنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے گی ،تو یہ حقیقۃً حبِّ مدح نہیں حبِّ نصحِ مسلمین ہے،اوروہ محض ایمان ہے،

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ﴾ (سورۃالبقرۃ ، آیۃ : ۲۲۰)

یعنی اللہ جانتا ہےکون مصلح اورکون مفسد ہے۔

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے:

سبب حب الرياسة ثلثة : ثانيها التوسل به الى تنفيذ الحق واعزازالدين و اصلاح الخلق ، فهذا ان خلا عن المحذور كالرياء و التلبيس وترك الواجب والسنة فجائز بل مستحب .

قال اللّٰه تعالىٰ عن العباد الصالحين: ﴿ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً ﴾

(سورة الفرقان ، آية : ٧٤)

ریاست کی چاہت اورمحبت کے تین اسباب ہیں: دوسرا یہ ہے کہ اقتدار اس لئے چاہتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے نفاذ حق،اعزاز دین اورلوگوں کی اصلاح کرسکے،اگریہ ممنوع امورمثلاً ریا،تلبیس اورواجب وسنت کے چھوڑنے سے خالی ہوتو نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی حکایت بیان فرمائی:اے پروردگار!ہمیں پرہیزگارلوگوں کا امام بنادے۔

اور جب معاملہ نیت پرٹھہرا،اور دلوں کا مالک عزوجل ہے،تو اس شخص کے حالات پرنظرلازم ہے،اگربےشرع ہے،معاصی میں بےباک ہے،یاجاہل بےادراک ہے،اورشوق پیری میں انہماک ہے،تو خودہی اس کے ہاتھ پر بیعت جائزنہیں،اوراس کا ان تعریفوں پرخوش ہوناضرورقسم دوم میں ہے،جسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ انہیں عذاب سے دورنہ جانیو ان کے لئے دردناک سزا

ہے۔اوراگرایسانہیں،بلکہ سنی صحیح العقیدہ صالح الاعمال متصل السلسلہ ہے،خلق اللہ کوحق کی طرف دعوت کرتا،منکرات سے روکتا بازرکھتا ہے،توضرور قابل بیعت ہے،اوراب اس کےفعل مذکورکواسی محمل حسن پرحمل کرنافرض،اور اس پربدگمانی حرام ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

(سورة الحجرات ، آية : ١٢)

اےایمان والوبہت گمانوں سے بچو،بےشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔

قال رسول اللّٰه ﷺ: اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث.

(صحيح البخارى ،كتاب الأدب ،رقم الحديث:٦٠٦٦)

گمان سے دوربھاگوکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

پھربھی اسے چاہئے کہ اظہارتواضع میں کمی نہ کرے،مریدوں کواس پرانعام تمغے دےکراورزیادہ برانگیختہ نہ کرے،لوگوں کواپنے اوپربدگمانی کی راہ نہ دے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی نعت کریم کے قصائد سنےاوران پرانعام عطافرمائے، اس پرقیاس نہ کرے،خاک کوعالم پاک سےنسبت نہ دے،ان کی تعظیم،ان کی محبت،ان کی ثنا،ان کی مدحت سب عین ایمان ہے،اوراس کااظہارواعلان فرض اہم،اوران کاذکرعین ذکرالٰہی،ان کی ثناعین حمدالٰہی۔امیرالمؤمنین خلیفہ راشد سیدناعمربن عبدالعزیزرضی اللہ تعالیٰ عنہ کےحضورایک شاعرحاضرہوا کہ میں نے حضرت کی مدح میں کچھ اشعارکہے ہیں،فرمایامیں سننانہیں چاہتا،عرض کی نعت شریف میں کچھ عرض کیا ہے،فرمایاسناؤ۔ایسے ائمہ راشدین کا اتباع کرے۔ خصوصاً قطب عالم غوث اعظم جیسےالفاظ کہ غالباً وہ اپنے وجدان سےان الفاظ کو اپنے لئے صادق نہ جان سکےگا۔ **نسأل اللّٰه العفو والعافية والتوفيق لأقوم**

الطریق. واللّٰہ تعالیٰ أعلم ۔ (فتاویٰ رضویہ۲۱/۵۹۶،۵۹۷،۵۹۸،۵۹۹)

❁ ملا جی ! بجلی تو مکار پیروں اور دجال فقیروں کے خرمن پر گری تھی ، آخر تمہارے نشیمن سے دھواں کیوں اٹھنے لگا؟

❁ لگام تو شیطان درویشوں کو لگائی گئی تھی ، یہ تمہاری تھوتھنی پر داغ کیسے لگ گیا؟

❁ ناطقہ تو متصوفہ متصلقہ کا بند کیا گیا تھا ، پھر تم کیوں ٹیپوں ٹیپوں کرنے لگے؟

❁ ہاں اور ہاں ، بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ فراڈ و دجل کے اس طبقہ سے تمہاری دنیا جڑی ہوئی ہے ، مادی منفعت اور مالی مفادات کا خطرناک گٹھ جوڑ ہے ، اور پیر و مرشد کے حقوق و آداب گنانے اور جتانے کے پسِ پردہ ننگِ دین ، ننگِ ملت ، ننگِ اسلاف ، ننگِ اسلام اور ننگِ وطن ، آوارگانِ فکر و نظر اور اساطینِ خبث و شیطنت کا تحفظ مقصود ہے۔

ورنہ کیا وجہ ہے ملا جی ! جب تعزیوں کا طوفانِ بلا خیز نکلتا ہے ، تو تمہاری پوری منڈلی اور ٹولی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ڈھول تاشوں ، باجوں گاجوں اور لونڈوں لفنگوں کے ساتھ ناچتی تھرکتی پھرتی ہے ، اچھلتی کودتی نظر آتی ہے اور رنگ رلیاں ، اٹھکیلیاں اور خرمستیاں منانے میں ایسی گم اور مگن ہو جاتی ہے کہ اس وقت نہ پاسِ شرع رہتا ہے اور نہ احساسِ وفاداریِ مسلک ، آداب و حقوقِ مرشد بھی بھول جاتے ہو اور قواعد و ضوابطِ انسانیت بھی ۔ تعزیہ داری کے جواز و استحسان پر گلے پھاڑ پھاڑ کر بنامِ دلیل جہلِ ذلیل کا مظاہرہ کرتے رہتے ہو ، اس وقت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات وفتاوی کے ساتھ تمہارا اور تمہاری منڈلی کا تمسخر و استہزا ، سب کے سامنے کھل کر آ جاتا ہے ، اور سارے لوگوں پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تم اس مسلکِ بدعات ومنکرات کے پیرو کار ہو جس کا سچے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے کوئی تعلق نہیں ہے ، تمہارے اس بدعتی مسلک کے تانے بانے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بجائے گمراہوں اور بدمذہبوں سے ملتے ہیں ۔

قارئین کرام ! موقع پرستی کی اصطلاح اگر آپ نے سنی ہو تو آج اس کو بچشمِ سر ملاحظہ فرما لیجئے ، نابالغ مفتی اور اس کی منڈلی کو کسی چوراہے پر پکڑ کر گھسیٹ لیجئے اور منہ میں ہاتھ

ڈال کر پوچھئے کہ بتاؤ آج کی مروّجہ تعزیہ داری سے متعلق تم اعلیٰ حضرت ، حجۃ الاسلام ، حضور مفتی اعظم ہند اور دیگر علماءِ اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات وفتاویٰ کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو؟ اور ان خطیبوں کو بتا دیجئے کہ اگر ہمت و جرأت ہے تو اپنی پوری ٹولی اور منڈلی کو لے کر مناظرہ کے لئے میدان میں آ جاؤ ، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا جائے گا ، اور ٹھیک نصف النہار کے وقت کھلی آنکھوں سے افق پر تاروں کا نظارہ بھی کرا دیا جائے گا۔

عبداللہ ، عبدالرحمٰن .... عبدالنبی ، عبدالرسول .... نام رکھنا

احادیث مبارکہ کی تصریحات کے مطابق سب سے افضل نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ خود کو بطورِ لقب عبدالنبی ، عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ کہنا بغیر کراہت کے جائز و مستحسن اور سعادت و فیروزمندی ہے ، لیکن انہیں بطورِ اسم رکھنے میں اختلاف ہے ، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ بطورِ لقب استعمال فرماتے تھے ، نہ کہ بطورِ اسم۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ : انّ أحب أسمائکم الی اللّٰہ عبد اللّٰہ و عبد الرحمٰن۔ (صحیح مسلم ، کتاب الآداب ، رقم الحدیث : ۲۱۳۲ ، و السنن لأبی داؤد ، رقم الحدیث : ۴۹۵۱ ، و السنن للترمذی ، رقم الحدیث : ۲۸۳۳ ، والسنن لابن ماجۃ ، رقم الحدیث : ۳۷۲۸ ، و مسند أحمد ، رقم الحدیث : ۶۱۲۲ ، و السننللدارمی ، رقم الحدیث : ۲۶۹۵ واللفظ لمسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے ناموں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

" انما كانت هذه الأسماء أحب الى الله تعالىٰ لأنها تضمنت ماهو وصف واجب للحق تعالىٰ ؛ وهو : الالٰهيّة ، والرحمانيّة، وما هو وصف الانسان وواجب له ، وهو : العبودية ، والافتقار ، ثم قد أضيف العبد الفقير للالٰه الغنيّ اضافة حقيقية . فصدقت أفراد هذه الأسماء الأصلية ، و شرفت بهذه الاضافة التركيبية، فحصلت لها هذه الأفضلية الأحبية . ويلحق بهذين الاسمين كل ما كان مثلهما ، مثل عبد الملك ، و عبد الصمد ، و عبد الغنی." (المفهم لما أشكل من تلخيص مسلم ٥/٤٥٣)

یہ نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اس لئے ہیں ؛ کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے وصفِ واجب ''الوہیت و رحمانیت'' اور انسان کے وصفِ لازم ''عبدیت و افتقار'' کا بیان ہے۔ چونکہ محتاج بندہ کی بے نیاز معبود کی طرف اضافت و نسبت حقیقت پر مبنی ہے، لہٰذا ان اسماءِ اصلیہ کے افراد صادق، اور اس اضافتِ ترکیبی سے مشرف ہیں، لہٰذا یہ نام افضل بھی ہوئے اور سب سے زیادہ پسندیدہ بھی، یہی حکم عبدالملک، عبدالصمد، عبدالغنی جیسے ناموں کا ہے۔

اور امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

" فيه التسمية بهذين الاسمين وتفضيلهما على سائر مايسمى به ."

(شرح النووی لصحيح مسلم ١٤/ ١١٣)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام رکھنا باقی تمام ناموں سے افضل ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے افضل اور سب سے محبوب اسماء ہیں۔

❁ خاتم المحققین، علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م١٣٠٦ھ)

''فصولِ علامی'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ولايسميه حكيما ، ولا أباالحكم ، ولاأباعيسى ، ولاعبد فلان.

اس پر علامہ شامی کہتے ہیں:

" ويؤخذ من قوله : " ولاعبد فلان " منع التسمية بعبد النبی، ونقل المناوی عن الدميری أنه قيل بالجواز بقصد التشريف بالنسبة ، والأكثر على المنع خشية اعتقاد العبودية كما لايجوز عبد الدار." (ردالمحتار ٩/٥٩٩)

یعنی حکیم، ابوالحکم، ابوعیسی اور عبدفلان (یعنی عبد کو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف کرکے) نام نہیں رکھنا چاہئے، یہاں سے معلوم ہوا کہ ''عبدالنبی'' نام رکھنا ممنوع ہے، علامہ مناوی نے علامہ دمیری سے نقل کیا ہے کہ (نبی کریم ﷺ) کی نسبت سے شرف و اعزاز حاصل کرنا مقصود ہو تو جائز ہے، جب کہ اکثر اہلِ علم اعتقادِ عبودیت کے اندیشہ کی وجہ سے ممنوع قرار دیتے ہیں، یوں ہی عبدالدار بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا حاصل

❁ فصول اعلامی اور ردالمحتار کی تصریحات کے مطابق عبدالنبی اور اس طرح کے وہ تمام نام مطلقاً ممنوع ہیں جن میں عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف ہو۔

❁ علامہ کمال الدین دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعظیمِ نسبت کی نیت سے عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے۔

❁ اکثر اہل علم کے نزدیک عبدالنبی نام رکھنا ممنوع ہے ؛ کیونکہ اس میں اندیشۂ عبودیت ہے۔

❁ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م١٠٣١ھ) فرماتے ہیں:

" قال الأذرعي من أجلاء الشافعية ، ووقع في الفتاوى: أن انسانا سمي بعبد النبي، فتوقفت فيه، ثم ملت الى أنه لايحرم اذا قصد به التشريف بالنسبة الى النبي ﷺ، ويعبر بالعبد عن الخادم، ويحتمل المنع من ذلك خوف التشريك من الجهلة أو اعتقاد أو ظن حقيقة العبودية." (فيض القدير ١/٢١٩)

اجلاءِ شافعیہ سے امام اذرعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عبدالنبی نام رکھنے کے بارے میں اولاً مجھے توقف تھا، پھر میرا میلان اس طرف ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی نسبت کی تعظیم مقصود ہوتو حرام نہیں ہے؛ کیونکہ عبد بمعنی خادم بھی آتا ہے، ہاں ممنوع ہونے کی ممکنہ وجوہات یہ ہیں کہ جاہلوں کی طرف سے اندیشۂ شرک یا عبودیت کی حقیقت کا اعتقاد یا ظن ہے۔

❁ علامہ خطیب شربینی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"التسمية بعبد النبي قد تجوز اذا قصد به النسبة الى النبي ﷺ. "

(مغني المحتاج ٦/١٤١)

اگر نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت مقصود ہوتو ''عبدالنبی'' نام رکھنا جائز ہے۔

❁ علامہ رملی شافعی اور علامہ جمل شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

'' وتحرم التسمية بملك الملوك ؛ اذ لايصلح لغيره تعالٰى، وكذا عبد الكعبة ، أو عبد الدار ، أو عبد علي، أو عبد الحسين ؛ لايهام التشريك ، و مثله عبد النبي ، على ماقاله الأكثرون ، والأوجه جوازه ، لاسيما عند ارادة النسبة له ﷺ .''

(نهاية المحتاج٨/١٤٨ ، و فتوحات الوهاب ٥/٢٦٦)

ملک الملوک نام رکھنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی شان نہیں، اسی طرح عبدالکعبہ، عبدالدار، عبدعلی اور عبدالحسین؛ کیونکہ ان میں ایہامِ شرک ہے، اور اکثر اہلِ علم کے بقول ''عبدالنبی'' نام رکھنے کا بھی یہی حکم ہے، لیکن اوجہ وانسب یہ ہے کہ نبی کریم

ﷺ سے نسبت مقصود ہوتو (عبدالنبی نام رکھنا) جائز ہے۔

❁ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

" لما أن أظهر اللّٰه محمدا أرسلت اليه أربعين فارسا مع عبد شر ، فقدموا عليه بكتابي ، فقال له : ما اسمك ؟ قال : عبد شر ، قال : بل أنت عبد خير .'' (الاصابة في تمييز الصحابة ٢/٦٧)

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو غلبہ عطا فرمادیا تو میں (حضرت حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کی خدمت میں چالیس گھوڑ سواروں کو ''عبدِ شر'' کے ساتھ بھیجا، یہ لوگ میرا خط لے کر پہنچے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ''عبدِ شر''، آپ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تمہارا نام ''عبدِ خیر'' ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نام میں عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کے علاوہ کی طرف بھی کی جاسکتی ہے، لہٰذا عبدالنبی نام رکھ سکتے ہیں۔

❁ مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا:

''عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے یا نہیں''؟

آپ نے جواب دیا:

''اپنے آپ کو عبدالنبی کہنا جائز ہے، مگر نام عبداللہ رکھا جائے''۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۴/۶۷۲)

یہ سوال اگر کسی کرش خور مفتی بے توفیق سے ہوتا، تو نہ جانے جہالت کے کیسے کیسے طومار باندھتا، اور دجل کی کون کون سی پرفریب وادیوں میں لے جا کر گمراہ کرتا، مگر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں اس فقیہِ اسلام پر جو بیک وقت تحریکِ حبِّ رسالت کے قافلہ سالار بھی ہیں اور فقیہانہ عبقریت کے شاہکار بھی، علم وفضل کے خورشیدِ تاباں بھی ہیں اور تحقیق وتدقیق کے گوہرِ درخشاں بھی، زہد وتقوی کے بدرِ منیر بھی ہیں اور حکمت وموعظت

کے سچے قائد وامیر بھی۔اس فتوی کو بغور پڑھئے،اوران کی عظمت وعبقریت کا اندازہ لگائیے:

مستفتی نے عبدالنبی نام رکھنے کے جواز وعدمِ جواز کا حکم دریافت کیا،جواب اثبات یانفی میں بھی ہوسکتا تھا،فرمادیتے جائز ہے یا(بفرضِ باطل) ناجائز ہے،لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ پہلے فرمایا:

''اپنے آپ کوعبدالنبی کہنا جائز ہے''

اس کی توضیح یہ ہے کہ قرآنِ کریم ،احادیثِ مبارکہ،آثارِ صحابہ اور اسلافِ امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہے کہ عبد بمعنی مملوک کی اضافت اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی کے علاوہ کی طرف ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتاہے:

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ﴾

(سورة النور ، آية : ٣٢)

اورنکاح کردوان کا جوتم میں بے نکاح ہوں اوراپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا۔

جب کسی شخص کے غلام کو اس کا''عبد'' کہا جاسکتا ہے،توسیدِ عالم ﷺ کے امتی کو بجا طوراور بدرجۂ اولیٰ یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کوسیدِ اولادِ آدم،رسولِ اعظم ﷺ کا''عبد'' کہے۔

امیرالمؤمنین،افضل البشر بعدالانبیاء والمرسلین،سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیثِ شفاعت میں ہے کہ:جب رسول اللہ ﷺ کواللہ عزوجل شفاعت کا اذنِ عام اورمنفرد ومخصوص شرف واعزازعطافرمائے گا،تواس وقت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ عرض کریں گے:

''أی ربِّ خلقتنی سیِّدَ وُلدآدمَ ولا فخر.''

(مسند أحمد ١/١٩٤،رقم الحدیث : ١٥)

اے پروردگار!تونے مجھےاولادِ آدم کا سرداربناکرپیدافرمایا،اوراس پرکوئی فخرنہیں۔

معلوم ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ ہمارے سردار ہیں ؛ لہٰذا ہم ان کے عبد یعنی خادم و غلام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

'' قال رسول اللّٰہ ﷺ : أنا سید ولد آدم یوم القیامة.''

(مسلم ، باب تفضيل نبينا على الخلائق ، ٢٢٧٨ ، و أبوداؤ ، رقم الحديث : ٤٦٧٥ ، و مسند أحمد ، رقم : ١٠٩٨٥ ، والترمذی ، رقم : ٣١٤٨ ، و ابن ماجة ، رقم : ٤٣٠٨ ، وهماعن أبي سعيد و عن أبي نضرة رضى الله تعالىٰ عنهما)

میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

جب سرورِکائنات ﷺ کی سیادت وسلطنت احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے،تو ہر امتی یقیناً اس سلطانِ والاشان ﷺ کا عبد وخادم وغلام بھی ہے،لہٰذا اپنے آپ کوعبدالنبی،عبد الرسول،عبدالمصطفیٰ وغیرہ کہنا یقیناً جائز ودرست ہے۔

یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب خودکوعبدالنبی کہنا جائز ودرست ہے،تو عبدالنبی وعبدالرسول نام رکھنا بھی جائز ودرست ہونا چاہئے،اوریہی مستفتی کےسوال کا اصل جواب بھی ہے،لیکن اس بات کوسیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صراحت کے ساتھ یہاں بیان نہیں فرمایا۔اب کسی غلاظت خور کی عقل میں یہ سوال پیدا ہو یا نہ ہو،لیکن عقلِ سلیم یہ سوال ضرور کرتی ہے کہ آخراس بات کوامام اہلِ سنت نے صراحت کے ساتھ کیوں نہیں بیان فرمایا،جب کہ سائل کا مقصود یہی معلوم کرنا تھا،یعنی وہ جاننا چاہتا تھا کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے یا نہیں،اپنے آپ کوعبدالنبی کہنا جائز ہے یا نہیں،یہ اس کے سوال کا ظاہر نہیں ہے،تو پھر وہ کیا حکمت یا سبب ہے کہ امام نے سوال کو ظاہر سے پھیرکر''اسلوبِ حکیم'' میں جواب عنایت فرمایا؟

نابالغ مفتی!جب ہماری اس تحریر کا جواب لکھنے بیٹھوتواس بات کا جواب ضرور دینا کہ آخر اعلیٰ حضرت نے سیدھے سیدھے اس شخص کو کیوں نہیں بتایا کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

ہم نے مجددِ اعظم قدس سرہ کے اسلوب سے ان کا جو موقف سمجھا ہے اس کو بیان

کرنے سے پہلے " عَلَم " اوراس کی اقسام کواجمالی طور سے سمجھ لیجئے:

امام جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر مالکی مصری معروف بابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۴۶ھ) لکھتے ہیں:

" العلم : ماوضع لشئ بعينه غير متناول غيره بوضع واحد."

(الكافية مع شرح الرضى ٢/٥٠٣)

علم وہ اسم ہے جو کسی معین کے لئے اس طرح موضوع ہو کہ ایک وضع سے کسی اور کو شامل نہ ہو۔

دوسرے آسان لفظوں میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں:

" العلم : هو اللفظ الذى يدل على تعيين مسمّاه تعيينا مطلقا."

(النحو الوافى ١/٢٨٧)

علم وہ لفظ ہے جو مسمی کی مطلق تعیین بتائے۔

اس کی تین قسمیں ہیں: اسم-لقب-کنیت۔

الاسم : هو (العلم) الذى لايقصد به مدح ولاذم .

اللقب : مايقصد به مدح أو ذم .

الكنية : مايصدر بالأب ، أو الأم ، أو الابن ، أوالبنت مضافة .

(شرح الرضى على الكافية ٢/٥٢٧)

یااس طرح بھی کہہ سکتے ہیں:

الاسم : هو علم يدل على ذات معينة دون زيادة غرض آخر من مدح ، أو ذم، أو غيرهما. (مثل : سعيد ، كامل ، مريم)

اللقب : هو علم يدل على ذات معينة مع الاشعار بمدح ، أو ذم اشعارا مقصودا بلفظ صريح . (مثل : الامام ، بدرالدين ، الأعور ، الأعمش)

الكنية : هى علم مركب تركيبا اضافيا بشرط أن يكون صدره كلمة من الكلمات الآتية : أب ، أم ، ابن بنت ، أخ ، أخت ، عم ، عمة ، خال ، خالة . (مثل : أبوحنيفة ، ابن حجر).

(النحو الوافى ١/٣٠٧)

اسم: وہ علم ہے جس میں مدح یا ذم مقصود نہ ہو۔ جیسے سعید، کامل، مریم۔

لقب: وہ علم ہے جس میں مدح یا ذم مقصود ہو۔ جیسے امام، بدرالدین، اعور، اعمش۔

کنیت: وہ علم ہے جس کے شروع میں بطور مضاف ان الفاظ میں سے کوئی ہو: اب، ام، ابن، بنت، عم، عمہ، خال، خالہ۔ جیسے ابوحنیفہ، ابن حجر۔

قارئین کرام! علم اوراس کی اقسام کی بظاہر غیر متعلق بات سمجھنے کے بعد آیئے فقیہِ ذی شان، مجددِ اسلام، سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف سمجھتے ہیں:

امام احمد رضا حزم واحتیاط کا پیکر محسوس تھے، ان کے فتاویٰ مبارکہ کی ایک ایک سطر اس بات پر شاہد عدل ہے، یہاں بھی یعنی ''عبدالنبی وعبدالرسول'' نام رکھنے کے سلسلہ میں آپ نے کمالِ احتیاط پر مبنی موقف اختیار فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

۞ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی عطا سے سید عالم ﷺ کی ملک ہے، لہٰذا کوئی اپنا نام رکھے یا نہ رکھے، بلکہ مانے یا نہ مانے بہرحال وہ عبد بمعنیٰ مملوک، ''عبدالنبی وعبدالرسول'' ہے۔ یہ تمام اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔

اس عقیدہ کے دلائل وبراہین کے جلوے فتاویٰ رضویہ میں اس کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ مخالف کو مجالِ دم زدن نہیں، حضرت اعشی مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اس موقف پر واضح دلیل ہے، آپ نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں اپنی ایک فریاد پیش کرتے ہوئے کہا:

يـــامالك الناس و ديان العـــرب
انّى لقيتُ ذِربـــــــةً من الذِّرَب
خرجت أبغيـها الطعام فى رجب

أخلفتِ العهـــد ولطّتْ بالذَّنَب

وهنّ شـــرّ غـــالب لمن غلب

(مسند أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ٦٨٨٥، و مسند أبی یعلی، رقم: ٦٨٧١، و شرح معانی الآثار ٧٠٥١، و معرفة الصحابة لأبی نعیم، رقم: ١٠١٦، و السنن الكبری للبیهقی، رقم: ٢٠٩٠٤، و الفتاوی الرضویة، ج: ٢٤، ص: ٧٠٣)

اے تمام لوگوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے! ....
....

❁ عبد بمعنی مطیع خود کو ''عبد النبی'' کہنا تزکیۂ نفس کی وجہ سے ناجائز و گناہ ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''ہاں عبد بمعنی بندہ خاص یعنی مطیع و فرماں بردار ہونا ضرور دشوار ہے، اور بایں معنی عبد اللہ و عبد النبی ایک ہے کہ:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (سورة النساء، آية: ٨٠)

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس معنی پر اپنے آپ کو اس وصف عظیم سے یاد کرنا ضرور تزکیہ نفس و خودسرائی ہے کہ بنص قرآن مجید حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (سورة النجم، آية: ٣٢)

اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی و مطیع الرسول رکھیں جاہل بے خرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف''۔ (فتاویٰ رضویہ۲۴/۶۶۸)

❁ لقب کے طور پر خود کو ''عبد النبی'' کہنا نہ صرف جائز بلکہ عین سعادت ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں:

''بالجملہ اس معنی (عبد بمعنی مملوک) پر تمام جہان ان کی ملک ان کا بندہ ان کا عبد ہے، یوں اپنا لقب عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ رکھنا عین سعادت ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ۲۴/۶۶۷)

❁ اسم کے طور پر ''عبد النبی و عبد الرسول'' نام رکھنا شرک ہے نہ حرام، بلکہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

ہمارے ناقص و محدود مطالعہ کے مطابق جب بھی آپ سے ان اسماء کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے جواب میں ہمیشہ یہی فرمایا کہ لقباً اور توصیفاً خود کو ''عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفی'' کہنا اور نام رکھنا جائز و سعادت ہے، لیکن بطورِ اسم ''عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفی'' نام رکھنے کے جواز کا صراحۃً کبھی کوئی فتویٰ نہیں دیا، ہاں جن حضرات نے اس کو موہمِ شرک یا حرام یا ناجائز کہا، دلائل و براہین سے ان کے اقوال کا ردِّ بلیغ ضرور فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک یہ نام بطورِ اسم بھی رکھنا جائز ہے، تاہم ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں:

''دوسرا (رسالہ) دربارۂ عبد المصطفی، اس میں یہ تحقیق کیا ہے کہ توصیفاً بلاشبہ جائز، اور اجلّۂ صحابہ سے ثابت، کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانبِ تسمیہ راجع ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ۲۴/۶۶۹)

کراہت کو بعض متاخرین کی جانب منسوب فرما کر ثابت رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بھی یہی موقف ہے۔

اب ایک بار اور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جواب پڑھیے اور ان کی دقتِ نظر، وسعتِ فکر اور شرعی احتیاط کا اندازہ کیجیے:

''اپنے آپ کو عبد النبی کہنا جائز ہے، مگر نام عبد اللہ رکھا جائے۔'' (فتاویٰ رضویہ۲۴/۶۷۲)

❁ سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ ''عبد المصطفیٰ'' بطورِ لقب بمعنی مملوک استعمال فرماتے تھے جو کہ عینِ سعادت ہے، عبد المصطفیٰ بطورِ اسم استعمال نہیں

فرماتے تھے؛ کیونکہ علامہ شامی کے بقول اکثر کے نزدیک اور اعلیٰ حضرت کے بقول بعض متاخرین کے نزدیک مکروہ وممنوع ہے۔

نابالغ مفتیٔ بے خرد! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے بھی اپنے پورے مضمون میں یہی بات عوام کو سمجھانے کی کوشش کی ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہر شخص کا اپنا انداز اور دعوت وتبلیغ کا مخصوص اسلوب ہوتا ہے، کوئی دقیق وغامض مصطلحات، علمی و ادبی الفاظ وعبارات اور فنی وفکری اسلوب میں اپنی بات کہتا ہے، اور کوئی عوام کی حالت کو سامنے رکھ کر ان کے معیار وسطح کے مطابق سادہ وآسان اور تفہیم وتمثیل کے لہجہ میں اپنی فکر کو الفاظ اور جملوں کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

لیکن تم نے جو بھی ہرزہ سرائی کی ہے وہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ تم ایسے مورکھ ہو کہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' و''سوانح اعلیٰ حضرت'' جیسی کتابیں تو بہت دور، اسم ولقب جیسی عام باتوں کے درمیان فرق کرنے کی بھی لیاقت نہیں رکھتے، تمہارا خبط نامہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ تمہیں یاوہ گوئی میں عمر برباد کرنے اور اہلِ علم واہلِ حق کی پگڑی اُچھالنے کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔ چلو نصیب اپنا اپنا:

علی نفسہ فلیبك من ضاع عمرہ
ولیس لـہ فیها نصیب و لا سهم
أمضللة الأنام أقم
هيهات منك الشدّو العجل
أتريد غايات الفخار وما
لك ناقة فيه ولا جمل

ملا جی! اپنی پوتھی کو اٹھاؤ اور دریا برد کر کے اپنی جان کو جنجال سے بچالو، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود پر ملامت کرتے ہوئے شکم کرش خور پر دست حنائی پھیرتے ہوئے تمہیں اپنا منثور مرثیہ خود پر پھر پڑھنا پڑے کہ: ''واہ رے وقت کی ستم ظریفی.......................

نابالغ مفتی! کچھ یاد آرہا ہے کہ نہیں؟ خیر ہم تمہاری مدد کئے دیتے ہیں، لو اس کو پڑھتے جپتے جاؤ اور اپنی منڈلی کے ساتھ دو چلو پانی میں ڈوب مرو:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

....

بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چہلم، برسی، عرس وغیرہ

ان امور کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے، لیکن بے چارے نابالغ مفتی پر اس کی منڈلی کا اتنا دباؤ ہے کہ وہ بار بار تیجہ دسویں کا ذکر کرنے پر مجبور ہے، اس کی وجہ بھی آسانی کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے، وہ یہ کہ دجالوں مکاروں اور سرطانی پیروں کی کمائی اور روزی روٹی انہیں تیجے دسویں بیسویں چالیسویں ششماہی اور برسی کے ٹکڑے کھانے اور صدقات وخیرات کا مال لوٹنے پر منحصر وموقوف ہے، اگر ان امور کی کاروباری حیثیت متاثر ہوگئی تو ان بھوکے بندروں کی زندگی کے لالے پڑ جائیں گے۔ اسی لئے بے چارہ نابالغ مفتی ہر دو تین صفحے کے بعد ان معمولات کا رونا رونے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا:

''شرعاً زمانہ حال میں اہل اللہ کے تجہیز وتکفین وفاتحہ وعرس وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ کافی ہوسکتا ہے''؟

اگر جواب دینے والا کوئی اوجھڑی خور ہوتا تو لمبے چوڑے شامیانوں، اعلیٰ قسم کی لائٹنگ وساؤنڈ سروس، تھرکتی رنڈیوں اور ہجڑوں، بین الاقوامی شہرت یافتہ طبلہ بازوں اور قوالوں، رئیس زادوں اور اہل ثروت کے قیام وطعام اور بے شمار چیزوں کے طول طویل اخراجات کی وہ فہرست بیان کرتا کہ سائل کی عقل ٹھکانہ لگ جاتی، مگر مجددِ اعظم قدس سرہٗ کا

جواب سنئے اور ملائے مجنون جیسے لوگوں کا ناطقہ بند ہوتے ملاحظہ کیجئے:

ارشاد فرماتے ہیں:

"تجہیز و تکفین میں اسی قدر جو عام مسلمانوں کے لئے صرف ہوسکتا ہے۔ فاتحہ و عرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۶/۲۸۸)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس فتویٰ کی توضیح میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

"یعنی بزرگوں اور عام مسلمانوں کے کفن دفن میں خرچے کے اعتبار سے شرعاً کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔ ان کی فاتحہ وعرس وغیرہ میں جو لوگ خوب خرچ کرتے ہیں اس کا شریعت اسلامیہ میں کوئی حکم نہیں وہ اپنی خوشی سے کرتے ہیں، نہ کریں تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ حضور نے نہ کیا، نہ حکم دیا، نہ ان سے منع کیا۔

(ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۱۱۰)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فتوی پر نابالغ مفتی یا مسلکِ اعلیٰ حضرت کا جھوٹا دم بھرنے والے کسی جاہل یا اس کے باپ میں تو یہ ہمت نہیں تھی کہ کچھ بول پاتا یا لکھ مارتا، البتہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جب اسی بات کو عوام تک پہنچانے کے لئے اپنے لفظوں میں بیان کردیا، تو گیدڑوں کا لیڈر بھونکنے لگا۔

نہقی مفتی لکھتا ہے کہ:

"سرکار نے تو منع نہیں کیا لیکن مولانا تطہیر نے دبے لفظوں میں اور در پردہ منع کردیا کہ نہ کریں تب بھی کوئی گناہ نہیں، آخر ایسا بھی تو کہا جاسکتا تھا کہ نہ کریں تب بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن کررہے ہیں تو اچھا کررہے ہیں الخ"

❁ ملا جی! دبے لفظوں اور در پردہ سے کیا مراد ہے؟

❁ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی تمام کتابوں سے تو کھلے لفظوں اور بانگ دہل یہ ثابت ہے کہ امورِ مذکورہ جائز و مستحب و مستحسن ہیں، تو پھر کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے اوجھڑی

خور شکم پر دستِ حسرت پھیرتے ہوئے اپنے گھر کی مستورات کے سامنے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا ذکر کیا ہو اور ان مستورات میں سے کسی نے خواب میں اپنے چلمن و آنچل یا حجاب و نقاب کے اندر دبے لفظوں میں کسی **طارق اللیل** سے سن لیا ہو کہ امورِ مذکورہ ممنوع ہیں، اور تم نے اپنی زنانہ روش کے مطابق اسی خواب کی بات کو بیان کرتے ہوئے لکھ مارا ہو کہ: "لیکن مولانا تطہیر نے دبے لفظوں میں اور در پردہ منع کردیا"؟

❁ ملا جی! اگر ایسا ہے تو یاد رکھئے انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے خواب تو شرعاً حجت ہیں، باقی امت میں کسی عظیم سے عظیم تر ہستی کا خواب بھی حجتِ شرعیہ نہیں، چہ جائے کہ مناماتِ مستورات۔

❁ مفتی مفتون! اگر رتوندھیا اور فریبی نہیں ہو تو پورا مضمون از اوّل تا آخر پڑھو اور قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی گندی جسارت سے باز آؤ، مولانا موصوف نے ان تمام امور کو بار بار جائز و مستحب لکھا ہے، کیا مستحب کا مطلب تمہاری ناپاک عقل منع کرنا سمجھتی ہے؟

❁ جو شخص ان امور کو مستحب و مستحسن، باعثِ خیر و برکت اور بہتر و کارِ خیر بتاتا ہو وہ دبے لفظوں میں منع کرنے والا ہوگا یا کھلے لفظوں میں ڈنکے کی چوٹ پر اجازت دینے والا؟

❁ نابالغ مفتی! آخر تم کس جنگلی اور وحشی ماحول میں پلے بڑھے ہو جہاں حق کا معنی باطل، سچ کا معنی جھوٹ، خیر کا معنی بدی، مستحب کا معنی منع کرنا اور جائز کا معنی بند کرانا آتا ہے؟

❁ نابالغ مفتی! کیا انسانوں کی دنیا سے کبھی کوئی ربط و تعلق نہیں رہا ہے کہ عام بول چال کے الفاظ اور ان کے معانی سمجھنے سے بھی جاہل و نابلد ہو؟

اللہ تعالیٰ تم جیسے بدعقل اور فریب کے مجسموں سے قوم کو بچائے۔

نابالغ مفتی! تمہیں اور تمہارے آقاؤں کو ڈر ستا رہا ہے کہ اگر مولانا تطہیر احمد صاحب کی کتابوں کے خلاف بدتمیزی کا طوفان کھڑا کر کے اپنی فطری انارکی نہ پھیلائی گئی تو دکانیں بند ہوجائیں گی اور عشرت کدے ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔

ملا جی! اگر ہمت ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس ارشاد کی وضاحت کرو، پھر دیکھو

تمہاری منڈلی کی ساری قلعی کھل جائے گی اور پوری ٹولی سر سے پاؤں تک ننگی ہو جائے گی۔

''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں''

نابالغ مفتی! ہوش میں آؤ اور بتاؤ:

❁ یہ فاتحہ عام ہے یعنی سوم، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ سب کو شامل ہے یا کوئی مخصوص فاتحہ مراد ہے؟

❁ اسی طرح عرس، ہر عرس کو شامل ہے یا کوئی خاص عرس مراد ہے؟

❁ شرع سے کوئی مطالبہ نہیں کا کیا مطلب ہے؟

❁ جب شرع سے کوئی مطالبہ نہیں، تو اگر کوئی شخص عوام سے فاتحہ وعرس کا مطالبہ نہ کرے تو شرعاً اس کا یہ فعل صحیح ہے یا غلط؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں'' اور ''فاتحہ اور عرس میں خرچ کرنے کا شریعت اسلامیہ میں کوئی حکم نہیں'' دونوں جملوں کا شرعی معنی ومطلب ایک ہے یا مختلف؟

❁ اگر ایک ہے تو ایک جملہ پر واویلا اور دوسرے جملہ پر موت کا سناٹا کیوں؟

❁ اگر دونوں کے شرعی مفہوم میں اختلاف ہے تو بیان کیجئے؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں''۔ پھر عوام وخواص عرس وفاتحہ کا اہتمام کس کے مطالبہ پر کرتے ہیں؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں''، تو اگر کوئی شخص کہے کہ: ''نہ کریں تب بھی کوئی گناہ نہیں'' یہ عدمِ مطالبہ کے معنی کی تشریح ہے یا نہیں؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں'' اس جملہ سے عرس وفاتحہ کا مباح ہونا سمجھا جاتا ہے یا ممنوع ہونا؟

❁ اگر اعلیٰ حضرت کے ارشاد ''شرع سے کوئی مطالبہ نہیں'' سے عرس وفاتحہ کا مباح ہونا سمجھا جاتا ہے، تو پھر مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے جملہ ''اس کا شریعت اسلامیہ میں کوئی حکم نہیں'' سے در پردہ اور دبے لفظوں میں منع کرنا آپ کی عقلِ کل نے کیسے سمجھ لیا، کیا

یہ کوئی تازہ ترین ابلیسی القاء ہے جس نے شب ورات میں تفریق وامتیاز سجھا کر دونوں سے جداگانہ احکام کشید کرنے پر اکسایا ہوا ہے؟

❁ اگر ممانعت سمجھی جاتی ہے، تو کیا تم اور تمہاری منڈلی یہ بک سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرس وفاتحہ کو دبے لفظوں میں اور در پردہ منع کر دیا؟

❁ اگر اعلیٰ حضرت کی عبارت پر منہ کھولنے کی ہمت نہیں ہے تو مولانا تطہیر احمد صاحب کی عبارت پر گھانٹی کیسے پھیل گئی؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں'' اور ''حضور نے نہ کیا، نہ حکم دیا، اور نہ منع کیا'' دونوں کے درمیان شرعی اور معنوی کیا فرق ہے؟

❁ ''فاتحہ وعرس کے لئے شرع سے کوئی مطالبہ نہیں''۔ ملا جی! کیا اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر اپنا یہ ہذیان مڑھنے کی سکت رکھتے ہو:

''آخر ایسا بھی تو کہا جا سکتا تھا کہ نہ کریں تب بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن کر رہے ہیں تو اچھا کر رہے ہیں، کرنے سے انہیں فیض ملتا ہے، فائدہ ہوتا ہے ثواب ملتا ہے، مگر یہ ایسا کیسے کہہ دیتے انہیں تو سب بند کروانا ہے کہیں یہ دبی ہوئی چنگاری تو نہیں ہے''؟

❁ اگر نہیں مڑھ سکتے اور قیامت تک ہرگز نہیں مڑھ سکتے تو پھر مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی عبارت پر اس کو کیونکر تھوپ دیا؟

❁ کیا تمہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ تمہاری اس مذبوحی حرکت کا بھانڈا پھوڑ کر تم کو برہنہ بھی کیا جا سکتا ہے؟

خبطی مفتی بڑے طنطنہ کے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہر کام صرف گناہ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے؟ نہیں ایسا قطعاً نہیں بلکہ بہت سارے کام صرف اس لئے کیے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے، ثواب ہے، اچھا ہے۔ حدیث میں آیا ہے ''انما الاعمال بالنیات''

عملوں کا دارومدار نیت پر ہے''۔

ملا جی! جب ''الاعمال'' کا ترجمہ ''عملوں'' کیا تو ''النیات'' کا ترجمہ ''نیت'' کیوں کیا، نیتوں کیوں نہیں کیا؟

❁ نابالغ مفتی! اس احمقانہ سوال کے پسِ پردہ کیا مضمرات ہیں؟

❁ نابالغ مفتی! کیا یہ دعویٰ تمہاری منڈلی کے کسی جگادری نے کیا تھا یا تمہاری اندھی کھوپڑی نے سجھایا تھا کہ ''ہر کام صرف گناہ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے''، پھر اسی کو سوال میں تبدیل کر کے تم نے اپنی بھٹکتی آتما اور آوارہ روح کے لئے ایک نیا آزار مول لے لیا؟

❁ نابالغ مفتی! ''بہت سارے کام صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے ثواب ہے اچھا ہے'' اردوئے معلیٰ کی اس دھونس کا ''**انما الاعمال بالنیات**'' سے کیا علاقہ ہے؟

❁ نابالغ مفتی! ''**انما الاعمال بالنیات**'' ''تمہارے اس دعوے ''بہت سارے کام صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے ثواب ہے اچھا ہے'' کی دلیل کس طرح ہے، واضح کرو؟

❁ حدیث شریف سے تو بطورِ احناف یہ معلوم ہوا کہ اعمال نیات سے ہیں، اس سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ''ہر کام صرف گناہ سے بچنے کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ بہت سارے کام صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے ثواب ہے اچھا ہے''؟

❁ مسٹر خبطی! کیا تم اور تمہارے جگادری سکرات موت طاری ہونے تک قرآنِ کریم واحادیثِ مبارکہ میں یہ دکھا سکتے ہو کہ ہر کام صرف گناہ سے بچنے کے لئے قطعاً نہیں کیا جاتا ہے؟

❁ مفتی خبطی! ''بلکہ بہت سارے کام صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے ثواب ہے اچھا ہے'' اور ''ہر کام صرف گناہ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے'' دونوں جملوں کے درمیان شرعاً کون سی نسبت ہے اور دونوں پر مرتب ہونے والے شرعی احکام و مسائل کیا ہیں؟

❁ صرف گناہ سے بچنے کے لئے عمل کرنے اور صرف فائدہ وثواب کے لئے عمل کرنے کے درمیان شریعتِ اسلامیہ کی منطقِ اعلیٰ کی بیان کردہ نسبتوں میں سے کون سی نسبت متحقق ہے؟

❁ ملا جی! شریعتِ اسلامیہ کے مجموعۂ اعمال میں قیامت تک کوئی ایک عمل بھی ایسا دکھا سکتے ہو جو گناہ و معصیت سے بچنے کے لئے نہ کیا جاتا ہو؟

❁ ملا جی! ایک شخص فاتحہ صرف گناہ سے بچنے کے لئے کرتا ہے، اور دوسرا صرف ثواب کے لئے کرتا ہے، دونوں میں کس کا طریقہ درست اور کس کا غلط ہے، یا کون افضل اور کون مفضول ہے؟؟ اور دونوں کی اختلافِ نیت کا ثمرہ کیا ہے؟

❁ ملا جی! گناہ سے بچنے کی نیت اہم ہے یا ثواب حاصل کرنے کی ؟

❁ ملا جی! کیا کسی سے سنا ہے کہ

" ما خير النبى ﷺ بين أمرين إلا اختار أيسرهما ما لم يأثم فإذا كان الإثم كان أبعدهما منه؟ "

❁ مفتی مَفتون! کیا یہ بھی سنا ہے:

" اذا تعارض مفسدتان روعى أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما؟ "

❁ نابالغ مفتی! کیا یہ بھی سنا ہے:

"درأ المفاسد أولى من جلب المصالح ، فاذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع المفسدة غالباً ؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات؟ "

❁ مسٹر خبطی! کیا کسی پڑھے لکھے سے کبھی سنا ہے:

" اذا أمرتكم بشئ فأتوا منه مااستطعتم ، و اذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه؟ "

❁ ملا جی کیا یہ بھی سنا ہے:

"لترك ذرة مما نهى الله عنه أفضل من عبادة الثقلين؟"

۞ نابالغ مفتی! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم تعزیہ داری کی بدعتِ سیئہ شنیعہ خبیثہ محرمہ کے ارتکاب کے تو مجرمِ عادی ہو ہی چکے ہو، اب "بہت سارے کام صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان میں فائدہ ہے ثواب ہے اچھا ہے" کی پھبتی لگا کر اعراس میں طوائف کے پیشے اور رنڈیوں کے رقص کو ثواب، فائدہ اور اچھا بتانے اور اپنے نفسِ شریر کی شہوتوں کو تسکین فراہم کرنے کے لئے زمین ڈھونڈ رہے ہو؟

بدعات حسنہ میں افراط وغلو

علمی زوال اور نظریاتی واعتقادی انحطاط کی یہ کتنی کربناک صورت حال ہے کہ جن کاموں کا شرع سے مطالبہ نہیں، انہیں سارے کاموں کو آج چند ناعاقبت اندیشوں نے دین کی اساس وبنیاد سمجھ لیا ہے اور ان میں توغل وانہماک کا حال یہ ہے کہ فرائض وواجبات اور سنن و مامورات کو مسلسل ترک کرنے والا طبقہ ان کاموں کی ادائیگی کے لئے سودی قرضے لینے سے بھی پرہیز نہیں کرتا ہے، یعنی تیجہ، دسویں، چالیسویں، عرس، نذر ونیاز، پختہ قبریں بنانے وغیرہ کا شرع سے مطالبہ نہیں، لیکن یہ سب مراسمِ اہل سنت ہیں، جو ان کاموں کو کرے وہ ٹاٹن سنی، اور جو ان کاموں کو جائز مانے مگر کسی وجہ سے بالکل نہ کرے، یا ان پر مداومت نہ کرے وہ پلپلا اور صلح کلی، ان سارے کاموں کو عملی طور پر فرض وواجب کا درجہ دے دینا سنیت کی پہچان اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا شعار، اور جو ان کاموں کو جائز و مستحب تو مانے لیکن ان بدعاتِ حسنہ کو عملاً فرض و واجب کا درجہ نہ دے وہ وہابی اور دیوبندی، ان کاموں کے لئے چندہ کرنا ایسا ضروری ولازم کہ ہر جگہ گولک اور ایجنٹ نصب ہیں، مگر فرائض وواجبات اور شریعت کے دوسرے مطلوبات سے ایسی بے توجہی ولاپرواہی کہ مسجدیں گھر کے قریب ہوتے ہوئے بھی خانقاہ میں بیٹھا پیر فرتوت مریدوں کے ساتھ گپیں ہانکتا رہتا ہے اور جماعت ہی نہیں نماز کا پورا وقت جاتے جاتے، باتیں کرتے گذار دیتا

ہے، لیکن دو قدم، بلکہ زیرِ قدم واقع مسجد جانے کی توفیق نہیں ہوتی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج عموماً جتنی بڑی اور معروف خانقاہیں ہیں ان کے سجادگان وخادمان، مجاورین وملازمین علمِ دین اور احکامِ شریعت سے جاہل وغافل ہیں، **الامن رحم ربی۔**

اتباع رسول ﷺ کے بغیر محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ

خیال رہے ہم اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی روشنی میں بات کر رہے ہیں، چند مستثنیٰ خانقاہوں کے سوا ہند وپاک کی خانقاہوں اور ان کے سجادگان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ان کو قرآنِ کریم تک اصولِ تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا، اسلام کے ارکان واحکام کا استخفاف واستہزاء ان کا معمول بن چکا ہے، کوئی بکتا ہے کہ جنت نماز سے نہیں عشقِ مصطفیٰ سے ملے گی، کوئی کہتا ہے کہ سنی رنڈی کے کوٹھے پر مرجائے تب بھی جنتی، اور وہابی کعبہ میں مرے پھر بھی جہنمی، کوئی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا ہے:

اے عشق تیرے صدقہ جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

یہ نہیں فرمایا ہے کہ اے نماز تیرے صدقے، اے روزے تیرے صدقے، اے حج تیرے صدقے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل عشقِ رسول ﷺ ہے، نماز وروزہ وغیرہ نہیں، کوئی مت کٹا نابالغ بچہ کو عوام کے سامنے بلا کر راگ الاپتا ہے کہ یہ مرجائے گا تو جنت میں جائے گا، حالانکہ اس پر نماز فرض تک نہیں، اسی طرح اصحابِ کہف کا کتا اور اسطوانۂ حنانہ بھی جنت میں جائیں گے، حالانکہ انہوں نے کبھی نماز نہیں پڑھی، پھر ہرزہ سرائی کرتے ہوئے نتیجہ نکالتا ہے کہ ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ جنت نماز سے نہیں، عشقِ رسول ﷺ سے ملے گی۔

میں کہتا ہوں کہ اپنی فطری جہالت وبلادت اور کورانہ ومجرمانہ ذہنیت کی بنیاد پر عشقِ رسول ﷺ اور نماز وروزہ وغیرہ احکامِ شرعیہ اور اتباعِ رسول ﷺ میں تفریق پیدا کرنے

والے خبطیو اور احمقو! تم نہ اسلام اور اس کی پاکیزہ تعلیمات کو جانتے ہو اور نہ شریعت و طریقت کے سنگم مجددِ اعظم قدس سرہ العزیز کے شعر کو سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہو، تم جہالت کے مہلک جراثیم اور حماقت کے بدبودار حشرات ہو۔ تمہاری یہ بکواس وہابیت ونجدیت اور دیوبندیت وصلح کلیت کا رد نہیں، بلکہ ارکانِ اسلام کا استخفاف واستہزاء ہے۔

اگر کسی عالمِ دین کی صحبت پائی ہوتی تو تمہیں پتہ ہوتا کہ محبتِ رسول ﷺ کا کیا مطلب ہے۔ کانوں کی ٹینٹ نکال کر اور آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے ہٹا کر سنو اور دیکھو:

❁ امام ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۴۹ ھ) فرماتے ہیں:

"محبة رسول الله ﷺ هى التزام شريعته واتباع طاعته، ولما لم نصل الى الايمان الا بالرسول؛ كانت محبته من الايمان."

(شرح صحيح البخارى لابن بطال ۱/۶۷ مكتبة الرشد رياض)

محبت رسول ﷺ کا مطلب آپ کی شریعت کا التزام اور آپ کے احکام کی اتباع ہے، چونکہ ہمیں ایمان رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوا ہے؛ لہٰذا آپ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

❁ امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۷۶ ھ) فرماتے ہیں:

"محبة العبد ربه سبحانه و تعالىٰ بفعل طاعته و ترك مخالفته، و كذلك محبة رسول الله ﷺ."

(شرح النووى لمسلم ۲ / ۱۳ المطبعة المصرية، الأزهر الشريف مصر)

بندہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اس کے احکام کی بجا آوری کرے اور معصیت سے باز رہے، اور یہی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا مطلب ہے۔

❁ امام بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۵۵ ھ) فرماتے ہیں:

"اعلم أن محبة الرسول ﷺ ارادة فعل طاعته، وترك مخالفته، وهى من واجبات الاسلام."

(عمدة القارى ۱/۲۳۶ دار الكتب العلمية بيروت)

محبت رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کرے اور نافرمانی ترک کر دے، اور یہ اسلام کے فرائض سے ہے۔

محبت رسول ﷺ ایسا پرنور عنوان اور بحرِ بیکراں ہے جس پر اساطینِ علم وفن پوری زندگی بحث وتحقیق اور ریسرچ وتدقیق کرتے رہیں تب بھی اس کا حق ادا کر پانا ناممکن ہے، بس اتنا سمجھ لیجئے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سچی اور کامل محبت یہ ہے کہ آپ کی تعظیم وتوقیر، ادب واحترام، تعریف وتوصیف، مدح وثنا، ذکر ونعت، ساری مخلوق پر تقدیم وترجیح، نصرت وحمایت اور اقتداء واتباع مدارِ ایمان، مدارِ نجات اور مدارِ قبول اعمال ہے، ناموسِ پاکِ رسالت مآب ﷺ کا دفاع فرض ہے، اور آپ کے آثارِ مقدسہ اور آپ سے منسوب ہر چیز کی تعظیم لازم وضروری ہے۔

اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر محبتِ رسول ﷺ کے زبانی دعوے کو اگرچہ جھٹلایا تو نہیں جا سکتا؛ کیونکہ ہر مومن خواہ وہ کتنا ہی بدعمل کیوں نہ ہو اپنے نبی ﷺ سے اتنی محبت ضرور رکھتا ہے کہ جب اللہ کے مقدس رسول ﷺ کا تذکارِ جمیل ہوتا ہے تو اس میں آتشِ شوق جاگ اٹھتی ہے، لیکن محبت وشوق کے یہ جذبات واحساسات دیرپا نہیں ہوتے، بہت جلد محبت کی یہ گرمی سرد پڑ جاتی ہے، بلکہ اتباع واقتداءِ رسول ﷺ سے دوری، بدعملی وبدکرداری اور خواہشات وشہوات میں گم رہنے کی عادت کی وجہ سے عشق وعقیدت اور محبت والفت کی اس کیفیت وحالت کے زوال وفنا کا اندیشہ وخطرہ رہتا ہے۔

امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۶ ھ) فرماتے ہیں:

"ومن المؤمنين: من يكونُ مستغرقًا بالشهواتْ، محجوبًا بالغفلات عن ذلك المعنى فى أكثرِ الأوقاتْ؛ فهذا بأخسِّ الأحوال، لكنّه إذا ذُكِّرَ بالنبيِّ ﷺ، أو بشيء من فضائله، اهتاجَ لذكرِه، واشتاقَ لرؤيته، بحيثُ يُؤْثِرُ رؤيتَهُ، بل رؤيةَ

قبرِهِ ومواضعِ آثاره ، على أهلِهِ ومالِهِ وولدِهِ ، ووالده ، ونفسِهِ والناسِ أجمعين ، فيخطُرُ له هذا ويجدُهُ وِجْدانًا لا شَكَّ فيه ، غير أنَّه سريعُ الزوال والذَّهَاب ؛ لغلبة الشَّهَوَاتِ ، وتوالى الغَفَلَاتِ ؛ ويُخَافُ على مَنْ كان هذا حالُهُ ذَهَابُ أصلِ تلك المحبَّةْ ، حتى لا يوجَدَ منها حَبَّةْ.''

(المفهم شرح صحیح مسلم ۱ / ۲۲۷ دارالکلم الطیب بیروت)

جن امور کا شرع سے مطالبہ نہیں ان کے لئے چندہ کا رواج

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں میں اتنا اور کہوں گا کہ نیاز و فاتحہ یا پکی قبریں بنانا شرعاً ضروری نہیں، تو ان کے لئے جو چندے کرنے کا رواج ہو گیا ہے یہ بھی صحیح نہیں، اگر کرنا ہی ہے تو صاحب ثروت مالدار لوگ اپنی خوشی سے جو چاہیں وہ کریں، چندے کر کے غریبوں، مزدوروں پر یہ بوجھ نہ ڈالے جائیں، یہی بہتر ہے، جلسے جلوس، محفلوں، مجلسوں کے لئے بھی یہی طریقہ اپنایا جائے، ان کاموں کے لئے بھی یہ چندے کے دھندے بند ہونا چاہئے، خوش حال لوگ کریں، اکیلے اکیلے، یا چند مل کر، جن لوگوں پر اسلام میں زکوۃ وصدقہ وفطر بھی فرض وواجب نہیں، جائز ومستحب کاموں کے لئے ان کے گھروں پہ جا کر چندے کے نام پر انہیں تنگ کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا''۔ (ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۱۱۰)

نابالغ مفتی چونکہ دجل وتحریف کا لوتھڑا اور کتربیونت کرنے میں جو باصفت واقع ہوا ہے، اس لئے مذکورہ پوری عبارت نقل نہیں کی، بلکہ صرف اتنا نقل کیا:

''یہاں میں اتنا اور کہوں گا کہ نیاز و فاتحہ یا پکی قبریں بنانا شرعاً ضروری نہیں، تو ان کے لئے جو چندے کرنے کا رواج ہو گیا ہے یہ بھی صحیح نہیں''

نابالغ مفتی! تم اوجھڑی کھا کر اور تعزیہ داری، ڈھول بازی وتاشہ کوبی میں ناچ کود کر علم وعقل سے مفلس ویتیم ہو گئے ہو، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پوری دنیا میں ایسا اندھیرا چھا گیا ہے کہ تمہاری قطع وبرید سے سب لوگ فریب کھا جائیں گے۔ ابھی تم جیسے شاطروں کی سازشوں کو بے نقاب کرنے والے اہلِ حق موجود ہیں، تم چونکہ اندھی کھوپڑی اوندھی مت والا متعفن ہیولیٰ ہو، ایک آنکھ سے آدھی ادھوری چیز دیکھ کر بدخصلت دجال کی طرح قوم کو گمراہ کرنے کے لئے تانے بانے بننے کے لئے بیٹھے رہتے ہو، اگر تم پوری عبارت نقل کر دیتے تو تمہارے گندے غبارہ کی ساری ہوا نکل جاتی اور کاٹھ کی ہنڈیا چڑھنے سے پہلے ہی ڈھیر ہو جاتی۔

آہ آہ! ملت کا ایسا محسن، غریبوں کا ایسا ہمدرد وغمخوار، جوان پر ظالمانہ ٹیکس اور جابرانہ تاوان کی طرح مسلط غیر ضروری چندوں کی مخالفت کرتا ہے، تو آوارہ نظر اس پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، جو پختہ قبریں بنانے کے لئے غریبوں کو تنگ نہ کرنے کی بات کرتا ہے، تو اس سے فقہی جزئیات کا مطالبہ کیا جاتا ہے، جو نذر و نیاز کے نام پر لوگوں سے جمع کی گئی رقوم کو غیر مصرف اور غیر شرعی کاموں میں خرچ کرنے سے باز رکھنے کے لئے چندے کو دھندا بنانے سے منع کرتا ہے، تو اس کو ٹھینگا دکھایا جاتا ہے۔ حق کہنے والوکو باطل پرست کہنا تمہاری فطرت کا حصہ بن چکا ہے، تم آخر کس دین کے ماننے والے ہو؟ وہ کون سا مذہب ہے جو اہلِ حق کے خلاف آوازہ کسنے پر تمہیں اکساتا ہے؟ وہ کون سی شریعت ہے جو تمہیں علمِ دین اور علماءِ ربانیین کی اہانت پر جری بناتی ہے؟ واللہ وہ دینِ اسلام، وہ مذہبِ اہل سنت، وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت اور وہ شریعتِ اسلامیہ ہرگز نہیں ہوسکتی جو ان اباطیل واضالیل اور مناکیر واساطیر پر تم جیسے لونڈوں کو آمادہ کرتی ہے، وہ ضرور ابلیسی چال، شیطانی فریب اور تمہارے خبیث نفس کا پھندا ہے۔

ظالمو! ﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾

(الشعراء، آیة : ۲۲۷)

ناظرینِ کرام! اس مقام پر ملائے مجنون کی ہفوات اور اپنی اوقات سے بڑھ کر کہی گئی بات دیکھ کر آپ یقیناً دنگ رہ جائیں گے، مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نیاز و فاتحہ اور پکی قبریں بنانے کے لئے چندہ کے اس رواج کو غلط بتا رہے ہیں جس میں غریبوں اور مزدوروں کو تنگ کیا جاتا ہے، اور ان کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈال کر ان کا جینا دشوار و دوبھر بنا دیا جاتا ہے، رہا اہلِ ثروت و دولت کا معاملہ تو ان سے چندہ کرنے کو کب منع کیا گیا ہے، انہیں سے تو کہا ہے کہ:

”خوش حال لوگ کریں، اکیلے اکیلے، یا چند مل کر“

غریبوں، مزدوروں سے چندہ کرنے والے ہوشیار!

غریبوں اور مزدوروں سے مندرجہ ذیل کاموں کے لئے چندہ بے شمار دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں لوگوں کے لئے آزار بن چکا ہے، ہم نے ایسے بہت سے واقعات خود دیکھے ہیں کہ ان کاموں کے لئے چندہ نہ دینے والوں کی پریشانی اور مجبوری کی پرواہ کئے بغیر سنیت کے ٹھیکیدار بننے والے اہلِ بدعت و ضلالت نے ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا اور ان کی زندگی کو دوبھر اور اجیرن بنا دیا:

- پختہ قبروں اور مزارات کی تعمیر کے لئے چندہ۔
- فاسق اور غیر عالم پیشہ ور مقرروں سے تقریریں کرانے اور فاسق معلن گویوں سے اشعار سننے کے لئے چندہ۔
- قوالوں، رنڈیوں اور ہجڑوں کی محفلیں سجانے کے لئے چندہ۔
- تیجہ، دسواں، برسی وغیرہ کرنے کے لئے چندہ۔
- اسی طرح تجہیز و تکفین و تدفین سے متعلق ان کاموں کے لئے چندہ جن کا شریعت کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔
- شبِ برات کی آتش بازی کے لئے چندہ۔

- تعزیہ داری، ڈھول، تماشوں اور گاجوں باجوں کے لئے چندہ۔
- بارہویں شریف اور گیارہویں شریف کے جلوس کے لئے چندہ۔
- اور اسی طرح ایسے کاموں کے لئے چندہ جن کا شریعتِ اسلامیہ مطہرہ نے کوئی حکم نہیں دیا، گو وہ سارے کام فی نفسہ جائز و مباح ہوں۔

ان چندوں میں کچھ تو قطعاً یقیناً گناہ اور معصیت پر معاونت کی وجہ سے ناجائز و حرام ہیں، اور کچھ چندے اصحابِ استطاعت وحیثیت سے مشروط طور پر جائز ہیں، جو چندے جائز ہیں وہاں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ چندہ جس مصرف کے لئے کیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے، اور جو بچ جائے وہ چندہ دینے والے کی ملک ہے، اس کو مالک کی اجازت کے بغیر کسی کام میں لانے کی اجازت نہیں۔ وہ لوگ جو بچے ہوئے چندے کو شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کر لیتے ہیں یا اس پر اپنا موروثی حق جتا کر ہضم کر جاتے ہیں ان کو یہاں سے ہوش میں آجانا چاہیے اور اپنی اس مذموم روش سے وقت رہتے توبہ کر لینا چاہیے۔

نابالغ مفتی! ان عبارتوں کو پڑھو اور شکمِ غلاظت خور پر پڑھ کر دم کر لو:

”فان لم يكن بيت المال معمورا ، أو منتظما فعلى المسلمين تكفينه ، فان لم يقدروا سألوا الناس له ثوبا ، فان فضل شئ ردّ للمصدق ان علم ، والا كفن به مثله والا تصدق به . مجتبى . و ظاهره أنه لايجب عليهم الا سؤال كفن الضرورة لاالكفاية ، ولو كان فى مكان ليس فيه الا واحد، و ذلك الواحد ليس له الا ثوب لايلزمه تكفينه به ولايخرج الكفن عن ملك المتبرع.“

(الدر المختار، ص:۱۱۹، دارالكتب العلمية)

حضرت علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اعلم أن الواجب عليه تكفينها و تجهيزها الشرعيان من كفن السنة أو الكفاية وحنوط و أجرة غسل و حمل و دفن، دون

مـاابتـدع فـی زمـاننا من مهللین ، وقراء ، و مغنّین ، و طعام ثلثة أیـام و نحو ذلك ، ومن فعل ذلك بدون رضا بقیة الورثة البالغین یضمن فی ماله.'' (ردالمحتار ۳/۱۰۱)

پھر درمختار کے قول (و ظاهره) پرفرماتے ہیں:

'' أی ظاهر قوله '' ثوبا '' وهذا بحث لصاحب النهر، لکن قال فی مختارات النوازل بعد مانقلناه عنه : ولایجمع من الناس الاقدر کفایته اه . فتأمل . ثم رأیت فی الأحکام عن عمدة المفتی : ولایجمعون من الناس الاقدر ثوب واحد اه.''

غریبوں کا خون چوسنے والو ظالمو! کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقراء، ومساکین اور غرباء ومفلسین کی امداد واعانت کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان کی جھونپڑیوں کو نوچنے اوران کی کمریں توڑنے کا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ وفطرہ واجب نہیں کیا، تم ان فقراء ومساکین کو جلسے، جلوس، نذرو نیاز، عرس ومزار اور ڈھول وتعزیہ کے لئے ستانے اور پریشان کرنے میں لگے ہو۔ آخر یہ ساری حرکات بنامِ دین کب تک کرتے رہوگے، کیا مرنا نہیں ہے؟ غریبوں کے خون پسینہ کی کمائی لوٹ کر محلوں اور کوٹھیوں میں دادِ عیش دینے والو! اور دنیا کے سامنے مذہبِ اہلِ سنت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کو بدنام کرانے والو! وقت رہتے اپنے احمقانہ وجاہلانہ طرز سے باز آجاؤ۔

ہر جائز پر عمل کرنا ضروری نہیں البتہ ہر ناجائز سے بچنا ضروری ہے

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

''کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے، اوراس کا رواج وعادت ڈالنا، یا اس پر عمل کرنا اور بات ہے۔ ہر جائز بات پر عمل کرنا ضروری نہیں، البتہ ہر ناجائز سے بچنا ضروری ہے''۔ (ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۱۲۴)

یہ بات کتاب وسنت اور اصولِ دین کے عین مطابق ہے، لیکن خبطی مفتی کا مبلغِ علم تحریفات وتخدیعات تک محدود ہے؛ اسی لئے جہل کے طومار باندھنے کے سوا اس کو کچھ آتا ہی نہیں ہے۔

نابالغ مفتی! توجہ اور ہوش کے ساتھ ملاحظہ کیجئے:

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دعـونی مـاترکتکـم ، فانما أهلك من کان قبلکم بسؤالهم واختلافهم علی أنبیائهم ، فاذا نهیتکم عن شئ فاجتنبوه ، واذا أمرتکم بأمر فأتوا منه مااستطعتم.''

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، رقم الحدیث: ۷۲۸۸، و صحیح مسلم، باب فرض الحج مرة فی العمر، رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں مجھ سے سوال نہ کرو؛ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگوں کو ان کے سوال اور اپنے انبیاء پر اختلاف ہی نے ہلاک کیا، جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو، اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو بقدرِ استطاعت اس کو کرو۔

❁ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''واستدل بهذا الحدیث علی أن اعتناء الشرع بالمنهیات فوق اعتنائه بالمأمورات.'' (فتح الباری ۱۷/۱۵۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت مامورات سے زیادہ منہیات کا اعتناء فرماتی ہے۔

❁ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور اصولی ضابطہ بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''درء المفاسد أولی من جلب المصالح.

فـإذا تعـارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا ؛ لأن

اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات ، ولذا قال عليه السلام (إذا أمرتكم بشیء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شیء فاجتنبوه) ، وروی فی الكشف حديثا (لترك ذرة مما نهى الله عنه أفضل من عبادة الثقلين) ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للمشقة ، ولم يسامح فی الإقدام على المنهيات . خصوصا الكبائر .

ومن ذلك ما ذكره البزازی فی فتاویه : من لم يجد سترة ترك الاستنجاء ، ولو على شط نهر ؛ لأن النهی راجح على الأمر حتى استوعب النهی الأزمان ، ولم يقتض الأمر التكرار ."

(الأشباه والنظائر ۲/۹۹، ۱۰۰ دارالفكر بيروت)

ملا جی! اگر سانسیں الٹی سیدھی ہونے لگی ہوں تو پانی پی لیجئے ،اور سچ بتائیے کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے فرمان:

''ہر جائز بات پر عمل کرنا ضروری نہیں، البتہ ہر ناجائز سے بچنا ضروری ہے''

کی فروزاں حقانیت اور واضح صداقت سے جہل کا خمار کافور ہوا یا نہیں؟

ملائے مجنون کے نزدیک جائز کا معنی کسی چیز کو بند کرانا ہے

ملا جی! بدگمانی اور بہتان طرازی تمہارا موروثی سرمایہ ہے؛ اسی لئے بکتے ہو کہ:

''جب دونوں پہلو برابر ہے تو پھر آپ بند کروانے پر ہی کیوں لگے ہیں''

ملا جی! کیا مادرزاد اندھے ہو کہ جائز و مستحب و مستحسن و باعثِ خیر و برکت جیسی جلیل القدر تصریحات دیکھنے کے باوجود وہی ڈھاک کے تین پات والی جنونی جگالی کرنے میں لگے پڑے ہو؟

مسٹر خبطی! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب نے کسی جائز عمل کو بند کرنے کی بات تو

ہرگز نہیں کہی ہے، البتہ ان لوگوں کے منہ پر زنّاٹے دار طمانچہ ضرور مارا ہے، جنھوں نے بے دلیلِ شرعی اپنے قول یا عمل سے بہت سے مباحات کو فرض و واجب کا درجہ دے رکھا ہے، مومن کی ضرب چونکہ کاری اور دوررس ہوتی ہے؛ اس لئے اس کی چوٹ تمہاری کھوپڑی پر بھی پڑی ہے اور تم سسکیاں اور آہیں بھرتے ناچ رہے ہو۔

۞ نابالغ مفتی! بتاؤ کیا آج نذر و نیاز وغیرہ کو پابندی و اہتمام کے ساتھ کرنے والے لوگوں کی غالب اکثریت فرائض و واجبات کی تارک ہے یا نہیں؟

۞ عوام کی اکثریت علانیہ طور پر نماز باجماعت اور دیگر فرائض و واجبات کو چھوڑتی ہے یا نہیں؟

۞ نابالغ مفتی! کیا فرائض و واجبات ترک کرنے والے، وہ بھی علانیہ ترک کرنے والے، وہ بھی بار بار ترک کرنے والے، بلکہ ترک کو عادت بنا لینے والے کی کوئی نفل عبادت کسی کام کی ہے؟

۞ ملا جی! جائز و مستحب کا معنی بند کرانا تمہارے شبستانِ جہالت کا ہی قاعدۂ بائدہ ہو سکتا ہے، الحمد للہ گلستانِ علم میں جائز و مستحب کا معنی درست و صحیح اور خوب و بہتر ہے۔

نفل بے فرض نرے دھوکہ کی ٹٹی ہے

۞ ملا جی! حضرت زیاد بن نعیم حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

"قال رسول الله ﷺ : أربع فرضهن الله فی الاسلام ، فمن جاء بثلاث لم يغنين عنه شيئا ، حتى يأتی بهن جميعا : الصلوة ، والزكوة ، و صيام رمضان ، و حج البيت."

(مسند أحمد ، رقم الحديث : ۱۷۸۲٤ ، و معجم الصحابة للبغوی ، رقم الحديث : ۸۹٤)

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں (ایمان کے بعد) چار چیزیں فرض فرمائی ہیں: نماز، زکوۃ،

رمضان کے روزے، بیت اللہ کا حج، جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں جب تک کہ سب کو نہ بجالائے۔

❁ اب بتاؤ تارکِ فرض وواجب کے تیجے، دسویں، چالیسویں، عرس، فاتحہ، نذر ونیاز کیا فائدہ پہنچائیں گے؟

❁ جب ایک فرض کے ترک کی وجہ سے دوسرے فرائض فائدہ مند نہیں رہتے، تو تمام فرائض کے ترکِ عادی کی وجہ سے بدعاتِ حسنہ سے کوئی فائدہ وثواب حاصل ہوسکتا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"أمرنا باقام الصلوة و ایتاء الزکوة ، فمن لم یزکّ فلاصلوة له."

(المعجم الکبیر للطبرانی ، رقم الحدیث : ۹۹۵۰)

ہمیں نماز اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے، لہٰذا جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز نہیں۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یہ ہے:

"من أقام الصلوة ولم یؤت الزکوة فلیس بمسلم ینفع عمله."

(الترغیب والترهیب ، رقم الحدیث : ۱۴۷۷)

جو نماز قائم کرے اور زکوۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل فائدہ دے۔

❁ ملاجی بتایئے! جب زکوۃ نہ دینے والی کی نماز اور کوئی عمل فائدہ مند نہیں تو زکوۃ نہ دینے کے ساتھ ساتھ نماز اور دیگر فرائض وواجبات ادا نہ کرنے والے کے سوم، دہم، بستم، ششماہی، برسی وغیرہ آخر کیا فائدہ دیں گے؟

نابالغ مفتی بکتا ہے:

"آخر نماز نہ پڑھنے کا درگاہوں اور تیجہ، چالیسواں وغیرہ سے کیا تعلق ہے؟"

جی مفتی مفتون! تعلق وہ ہے جو سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا"۔

(الملفوظ ۶۲/۱ قادری کتاب گھر بریلی)

❁ کیا سمجھے میاں مفتون! پتہ چل گیا کہ نماز نہ پڑھنے کا درگاہوں اور تیجہ وغیرہ سے کیا تعلق ہے؟

❁ کیا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے "کوئی نفل" کے عموم کی تخصیص کا شوقِ بلاطوق تو نہیں چرچرا رہا ہے؟

❁ کیا اس عموم سے تم ان نوافل و بدعات حسنہ کو خارج کرنا چاہتے ہو جن سے تم جیسے بھکاریوں نے اپنی مادی منفعتیں وابستہ کر رکھی ہیں اور ان کو نفع بخش پیشہ بنا رکھا ہے؟

❁ ہاں نماز نہ پڑھنے کا تعلق نوافل و بدعات حسنہ سے وہ ہے جو اعلیٰ حضرت کے والد گرامی حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"بعض لوگ نوافل ومستحبات میں شب وروز مشغول رہتے ہیں، اور کوئی عمل بے ادائے فرض مقبول نہیں، تارکِ فرض غضب الٰہی کا مورد ہے، اور مغضوب کی کوئی بات پسند نہیں آتی"۔ (الکلام الاوضح ص:۳۲۰)

مفتی مفتون! کچھ سمجھ میں آیا کہ نماز نہ پڑھنے کا تیجہ و چالیسویں سے کیا تعلق ہے، یا ابھی بھی اختر شماری میں لگے ہو؟

❁ ہاں ملاجی! تعلق وہ ہے جو سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

"جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق وفاجر ومرتکبِ کبائر ہے، اس کا وظیفہ اس کے منہ پر مارا جائے گا" (فتاویٰ رضویہ ۶/۲۲۳)

❁ نابالغ مفتی! بہت سے وظائف مسنون و ماثور بھی ہیں، جب مطلقاً وظائف کا یہ حال ہے کہ منہ پر مارے جائیں گے، تو پھر تیجے دسویں، درگاہوں کی حاضری وغیرہ کا کیا بنے گا؟ ملائے بےخرد! کیا خیال ہے، کیا تارکِ نماز کی نذر ونیاز کو بھی منہ پر مارا جائے گا یا پھر اوجھڑی خوروں کے لئے آئینوں میں نصب کر دیا جائے گا؟

❁ بے خرد تعلق پوچھتا ہے؟ سنو اور بگوشِ ہوش سنو:

حضور غوث اعظم، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ینبغی للمؤمن أن یشتغل أولا بالفرائض، فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن، ثم یشتغل بالنوافل و الفضائل، فمالم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق و رعونة، فان اشتغل بالسنن و النوافل قبل الفرائض لم یقبل منه وأُهینَ."

(فتوح الغیب، المقالة الثامنة والأربعون، ص: ۷۰، ۷۱ المطبعة المصریة)

مومن پر لازم ہے کہ پہلے فرائض و واجبات، پھر سنن، پھر نوافل و فضائل میں اشتغال رکھے، فرائض و واجبات ادا کیے بغیر سنن میں مشغولیت بے وقوفی اور رعونت ہے، اگر فرائض ادا کیے بغیر کوئی سنن و نوافل میں مشغول ہوگا تو انہیں قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کو ذلیل وخوار کیا جائے گا۔

مفتی مفتون و ملائے مجنون! سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے ساتھ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی اس تحریر کو ملا کر پڑھو، پھر بتاؤ تمہاری یہ حالت ہوئی کہ نہیں: سانپ کے منہ میں چھچھوندر، نگلے تو اندھا اُگلے تو کوڑھی؟

"جو فرائض اور ضروری احکام شرع کی طرف سے ایک دم غافل اور دور ہے، اور اشغال اور اوراد اور وظائف و نوافل میں لگا ہوا ہے، اور انہیں کوئی یہ بتانے والا نہیں کہ جب تک فرض ذمہ پر باقی ہے کوئی نفل یا مستحب قبول نہیں ہے، اور جو لوگ نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے ان کے سارے وظیفے عبادتیں اور ریاضتیں سب مردود اور ناقابل قبول ہیں، غیر اسلامی کام ہیں اور گمراہی کے راستے ہیں۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کام بھی تبھی فائدے مند ہیں جب فرائض و واجبات پورے ہوں، اور جو لوگ فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہیں یہ ان سے بھی زیادہ خطرناک اور غلط ہیں جو فرائض و نوافل دونوں کو چھوڑے

ہوئے ہیں؛ کیونکہ جو فرائض چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہے اس کے طریقہ کار سے ایسا محسوس ہوگا کہ اسلام میں پانچوں وقت کی نماز کا نام نہیں ہے، بلکہ اوراد و وظائف اور دیگر نوافل کا نام ہے اور مذہب کی شکل بدلتی ہوئی معلوم ہوگی"

(آؤ دین پر چلیں، ص:۳۳)

اس کے ساتھ مجدد اعظم قدس سرہ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کرلو، اور خفتہ ضمیر کو فیصلہ کرنے کے لئے مہمیز کرو:

"پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہوں، اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود، اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے، اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، قرض نہ دیجئے اور بالائی بے کار تحفے بھیجئے، وہ قابل قبول ہوں گے، خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیان سے بے نیاز ہے؟"

(فتاویٰ رضویہ ۱۰/۱۷۸)

نابالغ مفتی! اب تو نشہ اتر گیا ہوگا اور یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ مندوبات و مستحبات اسی وقت فائدہ مند ہیں جب کہ ذمہ پر کوئی فرض و واجب باقی نہ ہو، اور اگر ذمہ پر فرائض و واجبات باقی ہیں تو مباحات و مندوبات اور بدعاتِ حسنہ میں توغل و اشتغال خسارہ ہی خسارہ، اور نرے دھوکہ کی ٹٹی ہے۔

نابالغ مفتی نے حدیث وضع کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا

نابالغ مفتی نے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مطابق مولانا تطہیر احمد صاحب کو بدگمان

قرار دینے کی اوچھی حرکت کی ہے، بزرگوں نے فرمایا ہے کہ: ’’آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر آتا ہے‘‘، اور یہ بھی سچ ہے کہ: ’’چاہ کن را چاہ در پیش‘‘، اسی کو اہل عرب اس طرح کہتے ہیں: " **من حفر مُغوّاۃ وقع فیها** " یا " **من حفر حفیر سوء کان حتفه فیه** " ، اللہ کی قدرت دیکھئے کہ یہ ساری کہاوتیں ایک فتنہ پرور پر کس طرح حرف بہ حرف صادق آرہی ہیں، ملائے مفتون نے ایک عالمِ ربانی پر بدگمانی کی تہمت لگائی، تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک عظیم بلا میں اس کو مبتلا کردیا، وہ یہ کہ اس نے نبی کریم، رسولِ رحیم، اصدق الصادقین مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کر ڈالی، بدعاتِ سیئہ اور منکرات شرعیہ کے عادی، اور تعزیہ داری و ڈھول بازی کے خوگر نام نہاد مفتی نے ایک دم تازہ تازہ حدیث گڑھ کر اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔

مفتی مفتون لکھتا ہے:

’’سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے: ”**فاجتنبوا کثیرا من الظن ، فان بعض الظن اثم کبیر**‘‘

جھوٹ کے سوداگر ملا جی! تم، تمہارے سارے گرگے و چمچے، سب حواری و جواری، اسافل و عوالی، اقاصی و ادانی اور مردہ و زندہ جتنے بھی ہیں، سب مل کر اس چیلینج کو قبول کرو کہ: ایک دو دن میں نہیں، بلکہ اپنی اپنی عمروں کے آخری دِن، بلکہ عین حالتِ غرغرہ طاری ہونے تک کبھی بھی اس جملہ کو کسی بھی کتابِ حدیث میں سند کے ساتھ بطورِ حدیث و فرمانِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ دکھادو اور نقد ایک لاکھ اکیاون ہزار روپئے وصول کرلو۔ ﴿ **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَ لَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ** ﴾ ۔

مفتی مجنون! حدیث گڑھ کے مطمئن بیٹھے ہو، حدیث وضع کرنے والے دجال، وضّاع اور کذّاب کے بارے میں سید عالم ﷺ کے ارشادات اور تہدیدات سنو:

❁ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’ **لاتکذبوا علیّ ، فانه من کذب علیّ فلیلج النار.**‘‘

(صحیح البخاری، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۰۶، جامع الترمذی، ۲۶۶۰)

مجھ پر جھوٹ نہ گڑھو؛ کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ گڑھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

❁ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

’’ **من کذب علیّ فلیتبوأ مقعده من النار.**‘‘

(صحیح البخاری ، الرقم : ۱۰۷ ، والسنن لأبی داؤد ، الرقم : ۳۶۵۳)

جو مجھ پر جھوٹ کی تہمت باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’**من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعده من النار.**‘‘

(صحیح البخاری ، الرقم : ۱۰۸ ، و جامع الترمذی ، الرقم : ۲۶۶۱)

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

❁ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’**من یقل علی مالم أقل فلیتبوأ مقعده من النار.**‘‘

(صحیح البخاری، الرقم:۱۰۹ ، و شرح السنة ، الرقم : ۱۱۶)

جس نے میری طرف ناگفتہ بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

’’**من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.**‘‘

(صحیح البخاری ، الرقم : ۱۱۰ ، و مسلم ، الرقم : ۴)

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ گڑھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

۞ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’ان کذبا علی لیس ککذب علی أحد، من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.‘‘

(صحیح البخاری، باب مایکره من النیاحة ، الرقم : ۱۲۹۱)

میری طرف جھوٹ کی نسبت دوسروں کی طرح نہیں ،جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

۞ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.‘‘

(الجامع للترمذی ، باب تعظیم الکذب علی النبی ﷺ ، الرقم : ۲۶۵۹)

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

۞ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.‘‘

(السنن لابن ماجة ، الرقم : ۳۳)

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

۞ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.‘‘

(السنن لابن ماجة ، الرقم : ۳۷ ، و مسند أحمد بن حنبل ، الرقم : ۱۱۳۶۸ ، و مسند أبی یعلی ، الرقم : ۱۲۲۹)

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق ،سیدنا فاروق اعظم ،سیدنا عثمان غنی ،سیدنا سعید بن زید،سیدنا عبداللہ بن عمرو،سیدنا عبداللہ بن عباس ،سیدنا عمرو بن عبسہ ،سیدنا عقبہ بن عامر ، سیدنا امیر معاویہ،سیدنا بریدہ،سیدنا ابوموسی غافقی ،سیدنا ابوامامہ،سیدنا عبداللہ بن عمرو مقنع ، سیدنا اوس ثقفی وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس باب میں احادیثِ صحیحہ مرفوعہ مروی ہیں۔

یہ جلیل القدر حدیثِ مرفوع صحیح متواتر تم جیسے حدیث گڑھنے والے کذاب ووضاع ودجال کی دناءت وشناعت ، مذمت وملامت اور ذلت واہانت کے لئے کافی ہے کہ امام المرسلین ﷺ نے خود اپنی زبان وحی بیان سے جہنمی ہونے کی وعید شدید ارشادفرمائی ہے۔

ونعوذ باللّٰہ تعالیٰ من السوء والشر والمکر والفجر والکذب والغدر.

دیکھا ملائے مجنون! ایک اللہ والے پر بہتان طرازی اور زبان درازی نے تمہیں غلاظت خانہ سے اٹھا کر جہنم تک پہنچا دیا۔ اللہ کے نیک بندوں سے عداوت کا یہی انجام ہوتا ہے۔

۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’ان اللّٰہ قال : من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب.‘‘

(صحیح البخاری ، باب التواضع ، رقم الحدیث : ۶۵۰۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس کو لڑائی کا چیلنج دیتا ہوں۔

۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشادفرماتے ہیں:

’’یقول اللّٰہ عز وجل : من عاد لی ولیّا فقد ناصبنی بالمحاربة.‘‘

(المعجم الکبیر،ج:۱۰،ص:۲۹۲،رقم الحدیث:۱۲۵۵۱)

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے اس نے مجھ سے لڑائی مول لی۔

بھورے خانی مفتی! اب تک ہم نے یہ پڑھا اور سنا تھا کہ وہابیہ اور دیوبندیہ **خذلھم اللّٰہ تعالٰی**، ہمارے بزرگوں کے نام سے کتابیں گڑھتے رہے ہیں، لیکن تم نے وہابیوں اور دیوبندیوں کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ دیا، اپنے اوجھڑی خور حلقہ کی فطری جہالت کو اجاگر کر دیا اور بھرے دربار، لبِ کوچہ و بازار، بشوخی ہزار و بحالِ خمار شفیعِ روزِ شمار ﷺ پر جھوٹ کا طومار باندھ کر خود کو جہنم کا حق دار بنا لیا۔ **ولاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔**

وہابیت کا رد یا وہابیت کا پرچار

نابالغ مفتی لکھتا ہے:

''مولانا کی تحریر کا انداز بتا رہا ہے کہ وہابیوں کا رد کرنا ان کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں''

❁ نابالغ مفتی! کیا تم جیسے جاہل اور گنوار بھی کسی عالم کے طرزِ تحریر پر منہ اور تھوتھنی کھولنے کا حق رکھتے ہیں؟

❁ تمہیں ابھی اپنے مذہب کی ابجد کا پتہ نہیں، اور وہابیہ کے ناپاک اور خطرناک مذہب کے رد کا راگ الاپتے ہو؟

❁ تم اور تمہاری تعزیہ دار منڈلی رد وہابیہ کی اہلیت و لیاقت بھی رکھتی ہے؟

❁ قلب و نظر پر وہ کون سے پردے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے تمہیں رد وہابیت و نجدیت پر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے یہ واضح ارشادات نظر نہیں آ رہے ہیں اور پاگلوں دیوانوں کی طرح بڑبڑاتے پھر رہے ہو؟

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''حضرات! یہ نجد جس کے بارے میں حضور نے بجائے خیر و برکت کی دعا کرنے کے اس علاقہ کو فتنوں کی زمین فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلے گا، اسی زمین میں ۱۱۱۵ھ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب

نجدی پیدا ہوا، جس نے وہابیت اور اللہ کے رسول ﷺ اور بزرگانِ دین کی شان میں گستاخیوں کی بنیاد ڈالی، اور یہ نجدی آج بھی اس مشن پر قائم ہیں ....''۔ (حدیثوں کی روشنی، ص:۲۲۸)

❁ میاں مفتون! یہ وہابیت کا رد اور تمہارے جنون پر طمانچہ ہے یا نہیں؟

نام نہاد اہلِ حدیث غیر مقلدین کے رد میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے، جو جانِ وہابیت پر سوہانِ روح بنی ہوئی ہے، اسی کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب جماعت اہل حدیث کو چاہئے کہ پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابوں اور رسائل تقویۃ الایمان، الظفر المبین، فتاوی امرتسری، معیار الحق، نیل الاوطار، فتاویٰ نذیریہ وغیرہا کو کہیں کھود کر گاڑ دیں یا ندی میں بہا دیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے نہ کوئی کتاب لکھی جائے نہ چھاپی جائے تاکہ قرآن وحدیث پر صحیح عمل ہو سکے۔'' (تقلید شخصی، ص:۱۳)

❁ مسٹر خبطی! یہ وہابیت کی تردید ہے یا نہیں؟

وہابیت کا تحقیقی اور علمی رد کرنے کے بعد حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ وہابیت اللہ کا نام لے کر اللہ والوں کی شان میں توہین کرنے، ان کا نام اور ذکر، یاد اور محبت دلوں سے نکالنے، ان کی بارگاہوں میں گستاخ اور بے ادب بنانے والی ایک غیر اسلامی تحریک، پالیسی اور چالاکی کا نام ہے''

(درمیانی امت، ص:۹۲)

❁ ملا جی! آنکھیں کھول کے دیکھو یہ رد وہابیت ہے یا کچھ اور ہے؟ یہ فرضِ اعظم کی ادائیگی کا ایمان افروز اور باطل سوز عالمانہ کردار ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی ایک درجن سے زائد تصنیفات میں دیوبندیت، نجدیت، وہابیت، تبلیغیت، مودودیت، صلح کلیت، زندیقیت اور بد مذہبیت و گمراہیت کی

تردید وتنقید، توہین وتہجین اور انکار وابطال پر مشتمل مقالات ومضامین اتنی وافر مقدار میں ہیں کہ اگر ان سب کو علیحدہ سے جمع کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے، لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ نابالغ مفتی نے حضرت کی کتابوں کو پڑھا اور خوب غور سے پڑھا مگر اس نے ان عبارات پر نہ صرف یہ کہ کوئی تبصرہ نہیں کیا، بلکہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کرلیا اور باندازِ دجل وجہل یاوہ گوئی کرنے لگا کہ:

''مولانا کی تحریر کا انداز بتا رہا ہے کہ وہابیوں کا رد کرنا ان کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں''

نابالغ مفتی کی اس کورچشمی کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، مگر دو اسباب نمایاں طور پر سمجھ میں آتے ہیں:

اوّل: یہ کہ ملائے مفتون نے ان عبارتوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی؛ کیونکہ اس میں بدعات ومنکرات کا خوگر ہونے کے سبب کچھ خنزیری عادات اور وہابیائی خصلتیں درآئی ہیں؛ اسی لئے وہ گلشن پر بہار میں بھی تلاشِ نجاست میں اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا ہے، اور غنچہ وگل اور صداقت وحقانیت سے اپنا کوئی سروکار رکھنے کے بجائے ایسی باتیں اور عبارتیں ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہے جن میں اہانت وگستاخی اور شرعی غلطی وکوتاہی کے ابلیسی معانی ومطالب اپنی جانب سے داخل کیے جاسکیں، **كما يفعله الوهابية و الديابنة فی الكتاب و السنة و سائر الكتب الاسلامية**۔ سچ فرمایا میرے آقا سید عالم ﷺ نے:

''**كل ميسر لما خلق له.**'' (**صحيح البخاری، رقم الحديث:۷۵۵۱**)

اگر ایسا ہے تو ہمیں اس پر مزید کچھ نہیں کہنا ہے؛ کیونکہ:

پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا

یا پھر یوں سمجھئے کہ:

یہ تو اپنا اپنا ہے حوصلہ، یہ تو اپنی اپنی اڑان ہے
کوئی اڑ کے رہ گیا بام تک، کوئی کہکشاں سے گذر گیا

دوسری بات یہ ہے کہ مفتی مفتون کو حقانیت وصداقت اور وہابیت ونجدیت کے پرخچے اڑانے والی وہ ساری عبارتیں نظر تو آئیں مگر چونکہ دل نورِ علم سے محروم اور بصیرت سے بیگانہ ہے، لہٰذا دیکھ کر بھی وہ اندھا کا اندھا ہی رہا۔ **قال اللّٰه تعالىٰ:**

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾

(سورة الحج، آية: ٤٦)

وقال ربنا جل جلاله:

﴿فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ **(سورة الأنعام، آية: ١٠٤)**

ملاجی! ہر بداعتقادی، بدمذہبی، گمراہی، لادینی، بے رہروی اور ہر قسم کی برائی اور شریعت سے اختلاف وانحراف کا ردّ وانکار بقدرِ طاقت ہر مکلّف پر لازم وضروری ہے، وہابیت، دیوبندیت، قادیانیت، رافضیت، زندیقیت، جاہلانہ اور غیر اسلامی تصوف، الحاد، اباحیت، استشراق، استعمار، صہیونیت اور غیر مقلدیت وغیرہ تمام افکار ونظریات کی تغلیط وتردید فرقِ مراتب اور موقع ومحل کی رعایت کے ساتھ علم وقدرت کے مطابق فرض وواجب ہے۔ مگر اسلام نے تردید وانکار کے لئے ہمیں کسی مخصوص صورت اور مخصوص طریقہ کا پابند نہیں کیا ہے، بلکہ حالات وماحول، موقع ومحل، علم ولیاقت، طاقت وقدرت اور حاجت وضرورت کے تقاضوں کے مطابق ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کو ضروری قرار دیا ہے۔

وہابیت کے ردّ وابطال کی بے شمار صورتیں ہیں، مثلاً عوام اہل سنت اپنے مذہب پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور بدمذہبوں کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط واشتراک نہ کریں، یہی ان کی جانب سے وہابیت کا مثبت اور عملی رد ہے اور عام حالات میں یہی ان کے لئے کافی ہے، اس سے زیادہ کی ان میں نہ قدرت اور نہ وہ اس کے مکلّف۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم ﷺ کے نور کی تخلیق اور معراج میں قربِ الٰہی کی کیفیت پر بحث کرنے والے عام لوگوں کے بارے میں فرمایا:

''عوام مسلمین کو نماز، روزے، وضو، غسل، قرارت کی تصحیح فرض ہے، جس سے

روز قیامت ان پر مطالبہ ومؤاخذہ ہوگا۔ اپنے مرتبہ سے اونچی باتوں میں کچہریاں جمانا اور کھچڑیاں پکانا اور رائیں لگانا گمراہی کا پھاٹک ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ۲۹/۵۹۱)

علماءِ اہلِ سنت کے دینی وعلمی مواعظ وخطابات کو مستثنیٰ کرنے کے بعد نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آج کل تقریر عموماً مال جمع کرنے اور دنیا کمانے کا نفع بخش کاروبار بن چکی ہے، اس پیشہ سے وابستہ افراد کی اکثریت اپنے مذہب سے پورے طور پر آشنا نہیں، چہ جائے کہ وہابیت ودیوبندیت کے عقائدِ خبیثہ سے شناسائی اور ان کے رد وابطال کے طریقوں سے آگاہی، ایسے لوگ چند رٹی رٹائی، سنی سنائی اور ہوا ہوائی باتوں کو وہابیت اور دیوبندیت کے رد کے نام پر لطائف وافسانویات کے انداز میں عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس سے وقتی طور پر نعروں کی گونج سنائی دیتی ہے اور پیشہ ور مقرروں کی اجرت ومزدوری کے لفافوں کا حجم ووزن بڑھ جاتا ہے، مگر اسلام وسنیت کا فائدہ ہونے کے بجائے بسا اوقات نقصان ہوتا ہے، پیشہ ور جاہل مقرر غیر حکیمانہ اور انتہائی ناشائستہ رد کرکے رخصت ہو جاتا ہے، چونکہ قوم کو دین ومذہب کا کام کرنے کے لئے کوئی لائحۂ عمل اور دستور معلوم نہیں ہوتا، اس لئے وہابی، دیوبندی اور دوسرے بد مذہب اس پیشہ ور کی غیر علمی بلکہ جہالت پر مشتمل گفتگو کو سامنے رکھ کر آہستہ آہستہ وہاں کے عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور اس جاہل مقرر کی بے سروپا روایات اور لغو وباطل حکایات کو بنیاد بنا کر اہلِ سنت وجماعت کے پاکیزہ دین اور سچے مسلک کی تضحیک وتوہین کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نادان کی وہ تقریر مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لیے زہرِ ہلاہل اور فروغِ وہابیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہ محض اوہام وخیالات نہیں بلکہ حقائق ہیں۔

نابالغ مفتی! ایسا جاہلانہ اور احمقانہ رد جس سے وہابیت کا قلع قمع ہونے کے بجائے اپنی ہی قلعی کھل جائے بحمدہٖ تعالیٰ نہ ہم کرتے ہیں اور نہ کوئی صحیح العقل سنی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سچا خادم کرتا ہے، ہاں یہ تمہارا اور تمہاری جاہل ٹولی کا وطیرہ ہے کہ وہابیت کے رد

کے نام پر وہابیت کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہو۔ اور بے شک ہمارے استاذِ گرامی حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ بھی ایسا ردِّ وہابیت ہرگز نہیں کرتے، بلکہ ہم اہلِ حق وہ رد وہابیت کرتے ہیں جو شریعتِ اسلامیہ کو مطلوب اور وقت وماحول کی ضرورت ہو۔

اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

''اب یہ حالت ہے کہ جاہل سا جاہل جٹا پڑتا ہے، آریوں سے وہابیوں سے، اور کچھ خوف نہیں کرتا، جو تمام فنون کا ماہر ہو، تمام پیچ جانتا ہو، پوری طاقت رکھتا ہو، تمام ہتھیار پاس ہوں، اس کو بھی کیا ضرور کہ خواہ مخواہ بھیڑیوں کے جنگل میں جائے، ہاں اگر ضرورت ہی آپڑے تو مجبوری ہے، اللہ پر توکل کرکے ان ہتھیاروں سے کام لے۔'' (الملفوظ ۴/۳ قادری کتاب گھر)

مفتی مفتون! مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اسی غیر مناسب اور دین کے لئے نقصان دہ رد کے بارے میں کہا ہے کہ

''وہابیوں کا رد کرکے اپنی پبلک کو خوش کرتے رہے''

چونکہ آج اوجھڑی خوروں جیسے جاہل جو یہ کہتے نہیں تھکتے ہیں کہ ''فقیر تو بس ردِّ وہابیہ کرتا ہے'' وہ علمِ دین سے بے بہرہ اور خود اپنے مذہب سے کماحقہٗ واقف نہیں ہیں، اس لئے ان کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ ردِّ وہابیہ کریں۔ ایسے ناہنجاروں کی غیر انسانی گفتگو اور جاہلانہ تقریروں نے اسلام وسنیت کو جو نقصان پہنچایا ہے، اس کو بیان کرنے کے لئے ایک طویل دستاویز کی ضرورت ہے۔ **ونسأل اللہ تعالیٰ الھدایۃ والسداد.**

مزارات پر چادر ڈالنا

اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر چادر چڑھانا جائز اور حسنِ نیت کے ساتھ بہتر ہے، حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے نیک اور خاص بندے جنہیں اولیاء کرام اور بزرگان دین کہا

جاتا ہے، ان کے وصال کے بعد ان کی مقدس قبروں پر چادر ڈال دینا جائز اور ایک اچھا کام ہے۔ اس چادر چڑھانے میں ایک مصلحت یہ ہے کہ اس طرح ان کی مبارک قبروں کی پہچان ہوجاتی ہے کہ یہ کسی اللہ والے کی قبر ہے، اور اللہ کے نیک بندوں کی عزت کرنا جس طرح ان کی دنیوی زندگی میں ضروری ہے، ان کے وصال کے بعد بھی ان کا احترام ضروری ہے، اور مزارات پر چادر چڑھانا بھی ادب واحترام ہے، اور دوسروں سے الگ ان کی پہچان بناتا ہے۔ جو لوگ اولیاء کرام کے مزارات پر چادر چڑھانے کو ناجائز اور گناہ کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک چادر جو مزار پر چڑھی ہو جب تک وہ پرانی اور خراب نہ ہوجائے دوسری چادر نہ ڈالی جائے۔ مگر آج کل اکثر جگہ مزاروں پر اس کے خلاف ہو رہا ہے، پھٹی پرانی اور خراب تو دور کی بات ہے، میلی تک نہیں ہونے دیتے، اور دوسری چادر ڈال دیتے ہیں، بعض جگہ تو پانچ منٹ بھی چادر مزار پر نہیں رہتی، اِدھر ڈالی اور اُدھر اتری۔ یہ غلط ہے، اور بے کار اور فضول ہے، اس طرح چادر چڑھانے کے بجائے اس چادر کی قیمت سے کسی محتاج کو کھانا کھلادے، کسی غریب مریض کا علاج کرادے، کسی ضرورت مند کا کام چلادے، کسی مسجد یا مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کردے، کہیں مسجد نہ ہو تو وہاں مسجد بنوادے، اور اس میں ان بزرگ کے لئے ایصال ثواب کی نیت کرلے جن کے مزار پر چادر چڑھانا تھی تو یہ اس چادر پر چادر چڑھانے سے کہیں زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ مزار پر چڑھائی ہوئی چادر اتارنے کے بعد غریبوں، مسکینوں، محتاجوں کے کام میں آتی ہے تو اس نیت سے چادر پر چادر چڑھانے میں کچھ حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ وخیرات ہے۔ لیکن آج کل شاید ہی کوئی مزار ایسا ہوگا کہ جس

کی چادریں غریبوں اور مسکینوں کے کام میں آتی ہوں، بلکہ مجاورین اور سجادگان ان پر قبضہ کرلیتے ہیں اور یہ لوگ اکثر مالدار ہوتے ہیں، تو یہ چادریں چڑھانا مالداروں کو ہی اور مالدار بنانا ہے۔" (غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح، ص: ۶۵، ۶۶)

اس کے بعد اسی کتاب کے صفحہ: ۶۷/ پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں:

"اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو، تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام، مساکین حاجتمند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہوگیا"۔

(احکام شریعت، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۷)

خبطی دجال! مجھے اس پر مزید نقد وتبصرہ کرکے تمہاری جہالت وضلالت کا آشکارا کرنے کی ضرورت نہیں، حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا پورا مضمون، اور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتویٰ کا ایک ایک لفظ تم جیسے ذلیل جاہل کے ردِّ بلیغ وقاہر کے لئے کافی ووافی ہے، وہ تمام عیاش وشیطان صفت بدمعاش جو علم دین سے کورے اور شریعتِ مطہرہ کے احکام سے غافل ہیں، جنھوں نے مزارات ومقابرِ اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنے لئے دنیا کمانے اور قوم کا مال لوٹنے اور ہڑپ کرنے کے لئے فیکٹری اور کارخانہ بنا رکھا ہے، ان کے لئے مجددِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فتویٰ پیغامِ موت ہے، مگر کسی کی ماں نے ایسا دودھ نہیں پلایا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلاف منہ کھول سکے، ہاں ہرزہ سرائی کے لئے ایسے افراد کو نشانہ بنایا جاتا ہے جن کو کمزور سمجھا جاتا ہے اور جو ان کی رہزنی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

خوفناک جھوٹ

ناظرینِ کرام! استاذ گرامی حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ نے پوری دیانت داری کے ساتھ مزارات پر چادر چڑھانے سے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کے تمام اہم حصے نقل فرمادیئے ہیں، جیسا کہ آپ اوپر کے اقتباسات میں ملاحظہ فرما چکے، لیکن نابالغ مفتی کی کورچشمی دیکھئے، لکھتا ہے:

''اب میں آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت سرکار کا وہ قول پیش کرتا ہوں جو ان حضرات کی دلیل ہے، اعلیٰ حضرت سرکار احکام شریعت کے صفحہ نمبر ۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب چادر موجود ہو اور ہنوز وہ پرانی نہ ہوئی ہو یا خراب نہ ہوئی ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اس میں صرف کریں وہ ولی اللہ کے ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔

اب میں کہتا ہوں اپنے مقصد کے لئے اعلیٰ حضرت کی صرف اتنی عبارت پیش کرنا اور اس کے بعد کی عبارت کو چھوڑ دینا ناانصافی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد کی عبارت جہاں سے ایک سے زائد چادر چڑھانے کا ثبوت ملتا ہے اس کو چھوڑ دیا ہے اور وہ عبارت یہ ہے۔ اعلیٰ حضرت سرکار تحریر فرماتے ہیں ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی چادر جب حاجت سے زیادہ ہو تو خدام و مساکین اور حاجت مند لے لیتے ہوں اس نیت سے ڈالے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہے'' (ناگپوری ماہواری)

یہ فیصلہ تو قارئینِ کرام خود ہی فرمالیں کہ یہ کسی مادرزاد اندھے کی بولی ہے یا تاریخ ساز احمق کی دھاندلی۔

محترم ناظرین وقارئین! دیکھ رہے ہیں آپ ملاجی کی ڈھٹائی و بے غیرتی، اگر ایسے ''صادق وامین'' پر آسمان سے بجلیاں نہیں، بلکہ آسمان ہی ٹوٹ پڑے تو کوئی تعجب نہیں ہونا

چاہئے۔ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے پوری عبارت ایک ہی پیرایہ میں نقل فرمادی ہے، مگر ملاجی کی آنکھوں نے عبارت کا ایک حصہ دیکھنے کے بعد کام کرنا بند کردیا، غالباً عصبیت کا موتیا بند اتر آیا اور بینائی جاتی رہی؛ اسی لئے لکھ مارا کہ:

''اب میں کہتا ہوں اپنے مقصد کے لئے اعلیٰ حضرت کی صرف اتنی عبارت پیش کرنا اور اس کے بعد کی عبارت کو چھوڑ دینا ناانصافی ہے یا نہیں؟''

- اب میں کہتا ہوں کہ پوری عبارت کو ناقص بتانا کورنگاہی اور شپرہ چشمی ہے یا نہیں؟
- یہ صریح جھوٹ اور کھلی بددیانتی ہے یا نہیں؟
- یہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے یا نہیں؟
- یہ دجل وفریب ہے یا نہیں؟
- یہ بے غیرتی وڈھٹائی ہے یا نہیں؟
- یہ علمی خیانت اور دینی مداہنت ہے یا نہیں؟
- یہ جہالت وشرارت ہے یا نہیں؟

شور بختاں بآرزو خواہند — مقبلاں راز والِ نعمت وجاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمہ آفتاب را چہ گناہ

چیلنج۔چیلنج۔چیلنج

نابالغ مفتی بےخرد! فقیر تم کو مزاراتِ اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر چادر چڑھانے کے موضوع پر تقریری یا تحریری (جو تمہیں پسند ہو) مناظرہ کی دعوت دیتا ہے، اگر ہمت ہے تو شرائط وضوابط طے کرکے مناظرہ کے لئے تیار ہوجاؤ۔

ہمارا دعویٰ کان کھول کر سن لو:

جب چادر موجود ہو اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی ہو تو دوسری چادر چڑھانا فضول ولغو ہے، ہاں اگر یہ معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر حاجت منداور مساکین لے لیتے ہیں

(یہ حاجت مند خدام وسجادگان ہوں یا دوسرے لوگ) اور چادر چڑھانے والے نے اس معمول وعرف کی نیت بھی کی ہوتو ایک سے زائد چڑھانے میں حرج نہیں۔لیکن جہاں جہاں صاحبِ ثروت سجادگان وخدام مزارات پر چڑھائی ہوئی چادریں لے لیتے ہیں، ان سب پر لازم ہے کہ ان چادروں کو یا ان کی قیمت اصل مالک یا ان کے وارثین کو واپس کریں اور وہ نہ ہوں یا نہ ملیں تو ان کی جانب سے صدقہ کریں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

میاں مفتی جی! تم بکمالِ شورہ پشتی وشور بختی اور باندازِ شیخی وشوخی قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ تاثر کھڑا کرنا چاہتے ہو کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات ومراقد کے تشخص وتقدس کو ختم کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ سوچ اور یہ تاثر تمہاری تیرہ بختی وکوڑھ مغزی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے؛ کیونکہ عصبیت وعناد سے پاک نگاہوں اور طبیعتوں پر یہ بات خورشیدِ عالمتاب سے روشن تر ہے کہ حضرت مولانا تطہیر حمد صاحب قبلہ نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مسلکِ عشق وعرفان کی آبیاری وپاسداری بھی کی ہے اور برکت ونور کی ان جلوہ گاہوں کے ناموس کی نگہبانی وپاسبانی بھی، اور زمانہ بھر کو یہ پیغام سنادیا ہے کہ:

تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا = وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

لفظ وہابی اچھا ہے وہابیت اچھی نہیں

نابالغ مفتی مفتون لکھتا ہے کہ:

’’مولانا تطہیر نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ لفظ وہابی اچھا ہے وہابیت اچھی نہیں‘‘

کذاب ودجال مفتی مفتون وملائے مجنون! اگر تم نے اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد خنزیر کا دودھ نہیں پیا ہے تو مذکورہ دونوں عبارتیں جس کتاب کی ہیں اس کے

اصل صفحہ کی زیروکس کاپی اپنی ناگپوری ماہواری یا کسی بھی کتاب ورسالہ وغیرہ میں شائع کرکے عوام وخواص کے سامنے پیش کرو، تاکہ دنیا تمہاری دجالی ومکاری، بہتان طرازی وچالبازی اور فریب کاری والزام تراشی کو دیکھ سکے۔

ملائے دجال! تم جہالت وجاہلیت کی بدترین موت تو مرجاؤ گے، مگر مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی کسی کتاب میں یہ دکھا نہیں پاؤ گے کہ: ’’لفظ وہابی اچھا ہے وہابیت اچھی نہیں۔

﴿فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ (سورة آل عمران، آية: ٦١)

تنگِ انسانیت ملائے دجال! آخر دجل وفراڈ کی وہ کون سی منحوس فضا ہے جس نے تمہارے رگ وپے میں جھوٹ ودجالی کوٹ کوٹ کر بھردی ہے؟ بہتان طرازی وافترا پردازی کی وہ کون سی ناپاک بھٹی ہے جس میں جل بھن کر تم ابلیسی چالوں کا بدبودار معجون بن چکے ہو؟ آخر تم کسی انسان کا نطفہ ہو یا کچھ اور ہو؟

فن منطق میں ایک ہوتا ہے دال

نابالغ مفتی پر خبط نامہ لکھتے لکھتے اچانک منطق وفلسفہ نام کا دورہ پڑتا ہے، چونکہ جناب جہالت کا بدبودار مُرنڈا ہیں؛ اس لئے بنامِ منطق وفلسفہ واضح اور بدیہی جہالتوں کا صدور عام بات ہے۔ خبطی لکھتا ہے:

’’فن منطق میں ایک ہوتا ہے دال ایک ہوتا ہے مدلول‘‘

درجۂ اولیٰ وثانیہ کے طلبہ بھی جب ملائے دجال کی اس عبارت کو پڑھیں گے تو ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوجائیں گے کہ یہ کون سا جدید فنِّ منطق ہے جس میں ایک دال ہوتا ہے اور ایک مدلول ہوتا ہے۔

نابالغ مفتی! فریب ودجل کا ملکہ راسخہ حاصل ہے تمہیں، تمہاری شرارت وجہالت کا دائرہ اتنا پھیل چکا ہے کہ کبھی حدیث وضع کرلیتے ہو، کبھی تعزیہ داروں اور ڈھول باجوں کے مجمع میں جاکر ناچنے کودنے لگتے ہو، کبھی اوجھڑی خوری کا حق ادا کرنے کے لئے علمِ دین اور

علماءِ اہل سنت پر غلاظتیں اچھالنے لگتے ہو، کبھی اور بہت سی بدعات ومنکرات کو سندِ جواز دے کر اسلامی ماحول کا امن وسکون غارت کرنے کے درپئے نظر آتے ہو اور اب تازہ دجالی یہ سامنے آئی کہ جو چیز فن منطق میں ہے ہی نہیں اس کو فن منطق کے سر تھوپ دیا۔

❁ نابالغ مفتی! فن منطق کس کو کہتے ہیں؟

❁ فن منطق کا موضوع کیا ہے؟

❁ فن منطق کے معتمد ماہرین کون ہیں؟

❁ فن منطق کی اصولی اور معتبر کتب کے اسماء کیا ہیں؟

❁ فن منطق کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ: ''فن منطق میں ایک ہوتا ہے دال ایک ہوتا ہے مدلول''

❁ کس منطقی یا فلسفی نے کہا ہے کہ فن منطق میں ایک ہوتا ہے دال الخ............؟

❁ فن منطق کی کن مباحث اور کن مقاصد کا حصہ ہیں یہ دال اور مدلول؟

❁ ملاجی! ابونصر فارابی اور ابن سینا جیسے تو بے چارے اپنی عمریں منطق وفلسفہ میں کھپا گئے مگر ان کو کبھی یہ نہیں سوجھی کہ فن منطق میں ایک ہوتا ہے دال الخ............ ہاں سوجھی تو تم جیسے اوندھے کرش خور کو سوجھی، اور میاں کیوں نہ سوجھے کہ:

اندھے کو اندھیرے میں سوجھی بڑے دور کی

❁ ملاجی! اسی فن منطق پر اچھلتے ہو جس کی میم سے بھی تمہیں علاقہ نہیں ہے؟

❁ کیا ہوشیار طلبہ تمہاری کھوپڑی پر جوتے نہیں برساتے کہ ایسا جاہل درس گاہ پر مسلط ہے جسے مبادیاتِ منطق بھی نہیں آتے؟

❁ مفتی مفتون! تمہاری بنتی منطق دانی وسوفسطائی فلسفہ گری کا عفریت وآسیب اور زعم وخمار آئندہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اتارا جائے گا، ابھی یہ بتاؤ جب حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اپنی کسی کتاب میں نہ لفظِ وہابی کو اچھا لکھا ہے اور نہ وہابیت و دیوبندیت کی تحسین کی ہے، اور نہ ان باطل ومرتد جماعتوں کی کسی طرح حمایت کی ہے، بلکہ

ہر کتاب میں جا بجا ان کے عقائد ونظریات کی پرزور تردید وتنقید کی ہے تو پھر مولانا موصوف کو وہابی کہنا کیونکر درست ہے؟

مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے

❁ مفتی مفتون! وہابیت کفر وارتداد ہے، جس کا تمہیں بھی اپنے خبط نامہ میں اقرار ہے، اور جو کسی مومن کو کافر جانے وہ خود کافر ومرتد ہے، لہٰذا نابالغ مفتی تم اور تمہاری منڈلی کے وہ تمام لوگ جو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کو وہابی جانتے ہیں خود کافر ومرتد اور دائرۂ اسلام سے باہر ہو گئے، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے اگر وہ ایسا نہ ہو تو قائل خود کافر ہے۔

❁ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أيما رجل قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما.''

(صحيح البخاری، رقم الحديث: ٦١٠٤، و صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٢٥ وزاد: (ان كان كما قال والا رجعت عليه) و جامع الترمذی، رقم الحديث: ٢٦٣٧)

جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ کفر ضرور پڑے گا۔ اگر جسے کافر کہا وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ حکمِ کفر اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما.''

(صحيح البخاری، رقم الحديث: ٦١٠٣)

جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ کفر ضرور پڑے گا۔

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

''من دعا رجلا بالکفر ، أو قال عدو اللہ ، ولیس کذلک الا حار علیه.'' (صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ۲۲۶)

جوکسی کو کافر کہے، یا اللہ کا دشمن کہے، اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے گا۔

جاہل بولتا ہے مگر سمجھتا نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''بہر حال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا، اور محض فضل میرے رب کریم، پھر میرے نبی رؤف ورحیم کا ہے، جلّ و علا، و ﷺ''۔(فتاویٰ رضویہ ۱۹/۴)

اس پر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے ایک حدیث شریف بیان فرمائی:

''لاتقولوا ماشاء اللّٰہ و شاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان''

یہ نہ کہو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، یہ کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔

اور اس کے تحت تحریر فرمایا:

''حالانکہ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ چاہے اور اس کا رسول، اور اس کا عقیدہ کہ رسول پاک کے اختیارات وکمالات سب اللہ کی دین ہیں، تو یہ شرک نہیں۔لیکن پھر بھی حدیث پاک میں بجائے بیچ میں لفظ ''اور'' لانے کے ''پھر'' لانے کا حکم ہوا؛ کیونکہ اردو میں (اور) عربی میں (و) صرف شرکت کے لئے آتا ہے، جب کہ (پھر) (ثُمَّ) اس کے ساتھ ساتھ تراخی اور دوری اور فرق وفاصلے کا پتہ دیتا ہے۔لہٰذا کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ معاذ اللہ، حضور اللہ کے شریک وساجھی ہیں، اور کائنات کا نظام دونوں مل کر چلا رہے ہیں، بجائے (اور) کے (پھر) لانے کا حکم دیا۔''

(ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۶۰)

حقیقت پر مبنی اس تبصرہ پر نابالغ مفتی لکھتا ہے:

''ان کا بیان کردہ قانون ہی صحیح نہیں ہے کہ عربی میں واو صرف شرکت کے لئے آتا ہے، بلکہ شرکت کے ساتھ اتنا بڑھانا ضروری ہے کہ اس کے لئے مساوات ومعیت لازم نہیں تا کہ سامع وقاری غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ''اللہ ورسول چاہیں'' جیسا جملہ بولنے پر کفر وشرک کا فتویٰ لگا کر خود اس کی زد میں نہ آئیں''

چند سطروں کے بعد ''عرشِ تحقیق کے مسند نشین'' اپنے ''علمی ذخیرہ'' کی سب سے بھاری دلیل بیان کرتے ہیں کہ

''اصول الشاشی کے حاشیہ میں ہے'' الواو لمطلق الجمع ''. المطلق : معنی الاطلاق کون الجمع اعم من أن یکون مع الترتیب والمقارنة اوبدونهما. الجمع: ای لاشتراک المعطوف والمعطوف علیه فی الحکم المتعلق بالاول ''۔

قارئین کرام! آپ نے علم دشمن بہت دیکھے ہوں گے، مگر ایسا گنوار مشکل سے دیکھا ہوگا جو علم سے کورا ہونے کے باوجود اہلِ علم کو آنکھیں دکھانے کی حماقت کرتا ہو۔ یہ نابالغ مفتی جس کی خردماغی کا بھوت اتارنے کے لئے ہم نے اب تک چند سرسری گذارشات پیش کی ہیں، کیسے بھیانک جہل میں مبتلا ہے اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل تو نہیں، غیر مناسب ہے، اس کا اصل علاج تو یہ ہے کہ کاش کوئی ایسی صورت ہو کہ یہ ملائے مجنون مذاکرات کی کسی مجلس میں سامنے بیٹھا ہو اور فقیر اہلِ علم کی امانت سے اس کی بلادت کا خمار اور جہل کا نشہ اتار رہا ہو وذلک بفضل اللّٰہ و بتوفیقه سبحانه و تعالیٰ.

(واو) اور (ثُمّ) کے معنی کی تحقیق

ملائے مفتون کے جاہلانہ اور خالص احمقانہ زعمِ بلاخیز کی خبرگیری سے پہلے عربی زبان کے دوحروف " و " اور " ثم " کے معنی سمجھتے ہیں:

❁ امام ابوالحسن فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۸۲ھ) فرماتے ہیں:

(الواو): هی عندنا لمطلق العطف من غير تعرض لمقارنة ولاترتيب،وعلى هذا عامة أهل اللغة و أئمة الفتوى.

(أصول فخرالاسلام ، ص : ٩٠)

(واو): ہمارے نزدیک مقارنت وترتیب کا لحاظ کئے بغیر مطلق عطف یعنی صرف شرکت کے لئے ہے، عام اہلِ لغت اور ائمۂ فتویٰ کا یہی مذہب ہے۔

(ثم)للعطف على سبيل التراخي. (أيضا ، ص : ٩٧)

(ثم): بطور تراخی عطف وشرکت کے لئے ہے۔

❁ امام علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۷۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"أصل هذا القسم الواو ؛ لأن العطف لاثبات المشاركة، ودلالة الواو على مجرد الاشتراك ، وسائرحروف العطف يدل على معنى زائد على الاشتراك ، فان الفاء يوجب الترتيب معه ، وثم يوجب التراخي معه . والحاصل أن العطف لما كان عبارة عن الاشتراك ، والواو متمحضة لافادة هذا المعنى دون غيره صارت أصلا فى العطف. (كشف الأسرار ٢/١٦٠، و ١٦١)

حروف عطف میں (واو) اصل ہے؛ اس لئے کہ عطف شرکت ثابت کرنے کے لئے ہے، اور واو صرف شرکت پر دلالت کرتا ہے، اور باقی حروفِ عطف شرکت پر مستزاد معنی کو بتاتے ہیں۔ مثلاً (فاء) شرکت کے ساتھ ترتیب پر اور (ثم) شرکت کے ساتھ تراخی پر دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عطف شرکت کا نام ہے، چونکہ دیگر حروفِ عطف کے بجائے واو صرف شرکت کا معنی بتاتا ہے، لہٰذا عطف میں یہی اصل ہے۔

❁ امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

"الأصل فى العطف الواو و هو عندنا للعطف مطلقا ، فيكون موجبه الاشتراك بين المعطوف والمعطوف عليه فى الخبر من غير أن يقتضى مقارنة أو ترتيبا وهو قول أكثر أهل اللغة."

(أصول السرخسى ١ / ٢٢٠)

حروف عطف میں (واو) اصل ہے، اور یہ ہمارے نزدیک مطلقاً عطف کے لئے آتا ہے، اس کا اقتضا خبر میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مقارنت وترتیب کا لحاظ کیئے بغیر شرکت بتانا ہوتا ہے، اور یہی اکثر اہلِ لغت کا قول ہے۔

❁ علامہ محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"الواو للجمع مطلقا سواء كان بالمعية أو بالترتيب أو بالعكس، فى التعلق بما تعلق به الأول، كما فى عطف المفرد على المفرد ، أو التحقق فى نفس الأمر، كما فى عطف الجملة على الجملة ، وقيل للترتيب خاصة ، ولنا النقل عن أئمة اللغة أنها للجمع مطلقا ، و منهم سيبويه، حتى نقل الاجماع."

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت١/٢٠٤)

(واو) مطلقاً جمع کے لئے ہے، جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو تو دونوں کے تعلق کی شرکت بتاتا ہے، اور جب جملہ کا جملہ پر عطف ہو تو دونوں کے نفس الامر اور واقع میں تحقق و ثبوت کی شرکت پر دلالت کرتا ہے، خواہ یہ جمع وشرکت معیت یا ترتیب کے ساتھ ہو یا برعکس۔

"(ثم) للتراخى فى الحكم مع مهلة ، وجاء لبيان المنزلة، كما يقال: صلى الله على محمد ﷺ، ثم أبى بكر، ثم عمر، ثم عثمان ، ثم على رضى الله تعالىٰ عنهم." (مسلم الثبوت ١/٢٠٤)

(ثم) مہلت کے ساتھ حکم میں تراخی کے لئے ہے، اور حیثیت ومرتبہ بیان کرنے

کے لئے آتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو محمد ﷺ پر، پھر ابوبکر صدیق پر، پھر عمر فاروق پر، پھر عثمان ذوالنورین پر، پھر علی مرتضیٰ پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۹۳ھ) فرماتے ہیں:

"الواو لمطلق الجمع، أی جمع الأمرين و تشريكهما فی الثبوت، مثل: قام زيد و قعد عمرو، أو فی حكم، نحو: قام زيد و عمرو، أو فی ذات، نحو: قام و قعد زيد."

(شرح التلويح على التوضيح ۱/۱۸۱ دارالكتب العلمية بيروت)

(واو) مطلقاً جمع کے لئے ہے، یعنی دو چیزوں کو ثبوت، یا حکم، یا ذات میں جمع کرنے اور شریک کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے: (قام زيد و قعد عمرو، قام زيد و عمرو، قام و قعد زيد)

علامہ نظام الدین شاشی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"الواو للجمع المطلق." (أصول الشاشي، ص:۵۲،۵۳)

(واو) جمعِ مطلق کے لئے ہے۔

(للجمع) پر حاشیہ میں مولانا برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"أی لاشتراك المعطوف والمعطوف عليه فی الحكم المتعلق بالأول، فقولك: جاء نی زيد و عمرو، لاشتراكهما فی المجئ."

یعنی واو معطوف کے حکم میں معطوف علیہ کی شرکت کو بتانے کے لئے آتا ہے، جیسے: "جاء نی زيد و عمرو" میں دونوں کی آنے میں شرکت کو بتا رہا ہے۔

اور (المطلق) پر لکھتے ہیں:

"معنى الاطلاق: كون الجمع أعم من أن يكون مع الترتيب والمقارنة، أو بدونهما، فقولك: جاء نی زيد و عمرو، يحتمل

أنهما جاءا متقارنين، أو تقدم مجئ عمرو على زيد، أو تأخر، أو تراخى مجئ أحدهما عن الآخر بساعة، أو يوم، أو نحو ذلك."

اطلاق کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جمع عام ہے، خواہ ترتیب و مقارنت کے ساتھ ہو، یا دونوں کے بغیر ہو، لہٰذا (جاء نی زيد و عمرو) میں یہ سارے احتمالات درست ہیں کہ دونوں (زید و عمرو) ایک ساتھ آئے ہوں، یا عمرو زید سے پہلے آیا ہو، یا ان میں سے کسی ایک کی آمد دوسرے سے ایک گھنٹہ، یا ایک دن، یا اسی طرح کے وقفہ کے تأخر، یا تراخی سے ہوئی ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"واو مطلق جمع کے لئے ہے، نہ مساوات نہ معیت کے واسطے"۔

(فتاویٰ رضویہ ۳۰/۵۹۰)

ملائے مجنون! ہم نے یہاں ائمہ اصول کے صرف چند حوالے نقل کیے ہیں، اگر ان کے بعد بھی ضرورت محسوس کی گئی **فلدينا مزيد**، مذکورہ حوالہ جات سے آفتابِ عالم تاب کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق و صواب، ائمۂ فن کی تصریحات کے عین مطابق اور بے غبار و روشن ہے۔

حق کی ہیبت کا یہ ایمان افروز منظر یقیناً اہلِ نظر کے لئے باعثِ انبساط ہوگا کہ قدم قدم پر علمی خیانتیں اور فکری مداہنتیں کرنے والے بہتان طراز مفتی مفتون کی مت پر اللہ تعالیٰ نے پردے ڈال دیئے، اور اپنی حماقت و سفاہت اور جہالت و بلادت سے مجبور ہو کر وہی کچھ لکھ بیٹھا جو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب نے فرمایا ہے، **ولنعم ماقاله القائل:**

ومليحةٍ شهدت لها ضراتها　　والحسن ماشهدت الضرّاء
ومناقبٍ شهد العدو بفضلها　　والفضل ماشهدت به الأعداء

تقابلی مطالعہ

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب نے لکھا:

"(و) صرف شرکت کے لئے آتا ہے۔"

امام بزدوی سے لے کر اعلیٰ حضرت رحمہم اللہ تعالیٰ تک ، جو حوالہ جات ہم نے ذکر کیے سب میں قدرے تعبیری اختلاف کے ساتھ مذکور ہے کہ:

(واو) مطلق جمع کے لئے آتا ہے جس میں مقارنت وترتیب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

اعلیٰ حضرت کی تعبیر یہ ہے:

''واو مطلق جمع کے لئے ہے، نہ مساوات نہ معیت کے واسطے''

معمولی سمجھ رکھنے والا شخص بھی انتہائی آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ مذکورہ تمام بیانات وعبارات لفظ وتعبیر کے معمولی اختلاف کے باوجود معنی ومفہوم کے اعتبار سے متفق و متحد ہیں، اور مقصود ومطلوب میں "**مثقال ذرۃٍ**" بھی اختلاف وغیریت کا وہمِ فاسد بھی جہلِ فاضح ہے۔

نابالغ مفتی اپنی کوڑھ مغزی کی وجہ سے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی تعبیر کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہے اور احمقانہ راگ الاپ کر اپنی مٹی پلید کرنے میں لگا ہوا ہے، حالانکہ خرد ماغ نے اپنی ''تحقیق'' کی اونچی اڑان بھر کر اصول الشاشی کے حاشیہ سے جو نقل ماری ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ نقل بھی اس کی خیانت سے محفوظ نہیں ہے، وہ بھی حضرت کے بیان کردہ معنی کی توضیح وتائید اور تشریح وتصدیق ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

محشی نے (**للجمع**) پر لکھا ہے:

'' لاشتراك المعطوف والمعطوف عليه في الحكم المتعلق بالأول''

یعنی واو معطوف کے حکم میں معطوف علیہ کی شرکت کو بتانے کے لئے آتا ہے۔

محشی کی یہ عبارت حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کے بیان کردہ لفظ ''شرکت'' کے معنی کی وضاحت وتائید ہی تو ہے، اس میں ایسی کون سی اضافی بات ہے جو لفظِ ''شرکت'' میں موجود نہیں ہے؟ ہاں ایک چیز ضرور ہے، جو نہ تو نابالغ مفتی سمجھ سکا اور نہ محشی نے اس کا ذکر کیا، وہ یہ ہے کہ لفظ ''شرکت'' جس وسیع مفہوم پر دلالت کرتا ہے، محشی نے اپنی تشریح

سے اس وسعت کو ''**فی الحکم**'' کے ذریعہ محدود کردیا ہے، حالانکہ یہ شرکت حکم میں محدود نہیں، بلکہ کبھی حکم میں ہوتی ہے، کبھی ثبوت میں اور کبھی ذات میں، جیسا کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ:

''الواو لمطلق الجمع ، أي جمع الأمرين و تشريكهما في الثبوت، مثل : قام زيد و قعد عمرو ، أو في حكم ، نحو : قام زيد و عمرو، أو في ذات، نحو : قام و قعد زيد''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی تعبیر انتہائی جامع ہے، اور محشی کی تشریح ناقص ہے۔

اور (**المطلق**) پر محشی صاحب لکھتے ہیں:

''معنى الاطلاق : كون الجمع أعم من أن يكون مع الترتيب والمقارنة ، أو بدونهما ، فقولك : جاء ني زيد و عمرو، يحتمل أنهما جاءا متقارنين ، أو تقدم مجئ عمرو على زيد، أو تأخر ، أو تراخي مجئ أحدهما عن الآخر بساعة ، أو يوم، أو نحو ذلك.''

یہ عبارت ''**المطلق**'' کی تشریح ہے، جو اصول الشاشی میں لفظ ''**الجمع**'' کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اور اسی ''**المطلق**'' کی تعبیر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے لفظِ ''صرف'' سے فرمائی ہے، لہٰذا محشی کی اس عبارت میں بھی ایسا کوئی نیا معنی نہیں ہے جو لفظِ ''**المطلق**'' یا ''لفظِ ''صرف'' پر مستزاد ہو، بلکہ پہلے کی طرح یہ بھی بانگِ دہل حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے موقف کی پرزور تائید وتصدیق ہے۔ ہاں نابالغ مفتی اور اس جیسے کج فہم وبدنظر اس بات کو لے کر پیچ وتاب ضرور کھا رہے ہوں گے کہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے لفظِ ''مطلق'' کی تعبیر لفظِ ''صرف'' سے کردی، اور یہ ان کی الٹی مت کے مطابق غلط ہے، تو اس پر عرض یہ ہے کہ پہلے لسانیات وتعبیرات کے مبادیات جاننے اور سمجھنے کے لئے کسی ذی علم کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ وادب تہہ کیجئے، اس کے بعد کچھ

بولئے، دوسری اور اصولی بات یہ ہے کہ ''تطہیر احمد'' کسی سطحی عالم کا نام نہیں ہے، بلکہ ربِّ کریم کے فضلِ عظیم سے علم نافع رکھنے والے اپنے نبی رحمت ﷺ کے اس نائب کا نام ہے جن کے علم وعمل، تقوی وطہارت، وعظ وارشاد اور تقریر وتحریر سے ہزاروں بدعقیدہ اور بدعمل اپنی اصلاح کر کے پابندِ شریعت اور جاں نثارانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت ہو چکے ہیں، حضرت کی یہ تعبیر ان کے وسعتِ مطالعہ، علمی رسوخ وممارست اور دقتِ نظر کی دلیل ہے، حضرت کی اس تعبیر کو سامنے رکھئے اور امام علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''اصولِ فخر الاسلام بزدوی'' کی شرح میں جو فرمایا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے:

''أصل هذا القسم الواو؛ لأن العطف لاثبات المشاركة، ودلالة الواو على مجرد الاشتراك، وسائر حروف العطف يدل على معنى زائد على الاشتراك، فان الفاء يوجب الترتيب معه، وثم يوجب التراخي معه. والحاصل أن العطف لما كان عبارة عن الاشتراك، والواو متمحضة لافادة هذا المعنى دون غيره صارت أصلا فى العطف.'' (كشف الأسرار ٢/١٦٠، و ١٦١)

حروف عطف میں (واو) اصل ہے؛ اس لئے کہ عطف شرکت ثابت کرنے کے لئے ہے، اور واو صرف شرکت پر دلالت کرتا ہے، اور باقی حروف عطف شرکت پر مستزاد معنی کو بتاتے ہیں۔ مثلاً (فاء) شرکت کے ساتھ ترتیب پر اور (ثم) شرکت کے ساتھ تراخی پر دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عطف شرکت کا نام ہے، چونکہ دیگر حروفِ عطف کے بجائے واو صرف شرکت کا معنی بتاتا ہے لہٰذا عطف میں یہی اصل ہے۔

غالبًا نابالغ مفتی کا دماغی بخار اتر گیا ہوگا اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ استاذِ گرامی حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ یقیناً قطعاً درست اور حق ہے۔

ماشاء اللّٰہ وماشاء فلان

قارئین کرام! آیئے اصل مسئلہ سمجھتے ہیں:

❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا تقولوا ماشاء الله وماشاء فلان، ولكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان.''

(السنن لأبى داؤد، رقم الحديث:٤٩٨٢، ومسند أحمد، رقم الحديث: ٢٣٣١٣، و السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث:١٠٧٥٥، و شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث:٢٣٦، و مسند عبدالله بن المبارك، رقم الحديث:١٨٠، و مصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث:٢٧٢٢٦، والسنن الكبرى للنسائى، رقم الحديث:١٠٧٥٥)

''ماشاء الله و ماشاء فلان'' نہ کہو، بلکہ ''ماشاء الله ثم شاء فلان'' کہو۔

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَادًا﴾ (سورة البقرة، آية: ٢٢)

تو اللہ کے شریک نہ ٹھہراؤ۔

❁ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''الأنداد، هو الشرك أخفى من دبيب النمل على صفاة سوداء فى ظلمة الليل، وهو أن يقول: والله وحياتك يا فلانة، وحياتى، وقول الرجل لصاحبه: ماشاء الله و شئت، وقول الرجل: لولاالله و فلان، فان هذا كله به شرك.''

(التفسير لابن أبى حاتم ١/٦٢، مكتبة نزار مكة المكرمة)

﴿الأنداد﴾ میں اس شرک کا بیان ہے جو تاریک رات میں سیاہ چٹان پر رینگنے

والی چیونٹی سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے، مثلاً یہ کہنا اللہ کی قسم اور اے فلانہ تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم، اور کسی شخص کا اپنے دوست سے کہنا: جو اللہ چاہے اور تو چاہے، اور یہ کہنا: اللہ اور فلاں نہ ہوتا، یہ سب باتیں شرک کا ذریعہ ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ”**ماشاء اللّٰہ و ماشاء فلان**“ کہنے سے منع فرمایا اور ”**ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان**“ کہنے کی اجازت مرحمت فرمائی، ائمۂ کرام، محدثین عظام اور جلیل القدر شارحین حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے متعدد اسباب بیان فرمائے ہیں، اور اس سلسلہ میں بڑی معرکۃ الآراء ابحاث وتحقیقات سپردِ قرطاس فرمائی ہیں، **فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ أحسن ما یجزی عبادہ المکرمین الصالحین۔**

یہاں باضابطہ تحقیق پیش کرنے کی تو گنجائش نہیں ہے، تاہم ائمۂ کرام ومحدثینِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند ارشادات حاضر ہیں جن سے اصل مسئلہ بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

❁ سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”المشیئة إرادة اللّٰه، قال اللّٰه سبحانه وتعالیٰ: (وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ) فأعلم اللّٰه خلقه أن المشیئة له دون خلقه، وأن مشیئتهم لا تکون إلا أن یشاء، فیقال لرسول اللّٰه ﷺ: ما شاء اللّٰه، ثم شئت، ولا یقال: ما شاء اللّٰه وشئت، قال: ویقال: من یطع اللّٰه ورسوله، فإن اللّٰه تعبد العباد بأن فرض طاعة رسول اللّٰه ﷺ، فإذا أطیع رسول اللّٰه، فقد أطیع اللّٰه بطاعة رسوله.“

(شرح السنة للبغوی، ج:۱۲، ص: ۳٦۱، المکتب الاسلامی بیروت)

مشیت اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا نام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (اور تم اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے)، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بتادیا کہ مشیت اسی کے لئے ہے، مخلوق کے لئے نہیں، اور یہ کہ ان کی مشیت اللہ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوسکتی؛ اسی لئے رسولِ اکرم ﷺ سے یوں عرض کیا جائے گا: جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں، یہ نہیں کہا جائے

گا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، امام شافعی نے فرمایا: ﴿مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ کہا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا پابند بنایا ہے، تو اطاعتِ رسول میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ کن ارشاد میں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے سے مسئلہ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے اور تمام شکوک وشبہات دور ہوجاتے ہیں۔

❁ امام محی السنۃ، حسین بن مسعود بغوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م۵۱٦ھ) فرماتے ہیں:

”وذلك أن الواو لما كان حرف الجمع والتشريك، منع من عطف احدى المشيئتين على الأخرى بحرف الواو، فأمر بتقديم مشيئة اللّٰه تعالیٰ، و تأخير مشيئة من سواه بحرف ”ثم“ الذی هو للتراخی.“ **(شرح السنة ۱۲ / ۳٦۰، ۳٦۱)**

یعنی (واو) چونکہ جمع اور شرکت بتانے والا حرف ہے؛ اس لئے ایک مشیت کا دوسری مشیت پر (واو) کے ذریعہ عطف کرنے سے منع فرمادیا، اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مقدم کرنے اور دوسروں کی مشیت کو حرفِ (ثُمَّ) کے ذریعہ بعد میں بیان کرنے کا حکم دیا۔

❁ استاذ صاحبِ مشکوۃ امام شرف الدین حسین بن عبداللہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

”لما كان الواو حرف الجمع والتشريك منع من عطف احدى المشيئتين على الأخرى بحرف الواو، وأمر بتقديم مشيئة اللّٰه تعالیٰ و تأخير مشيئة من سواه بحرف ”ثم“ الذی هو للتراخی.“ **(شرح الطیبی للمشکوة، ج: ۱۰، ص: ۳۰۹٤)**

یعنی (واو) چونکہ جمع اور شرکت بتانے والا حرف ہے؛ اس لئے ایک مشیت کا دوسری مشیت پر (واو) کے ذریعہ عطف کرنے سے منع فرمادیا، اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مقدم کرنے اور دوسروں کی مشیت کو حرفِ (ثُمَّ) کے ذریعہ بعد میں بیان کرنے کا حکم دیا

جو کہ تراخی اور دوری کے لئے ہے۔

❁ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ابو جعفر داؤدی مالکی نے ﴿ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ (التوبة ، آية : ۷۴) اور ﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ (الأحزاب، آية : ۳۷) سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ (ماشاء اللّٰه و شئت) کہنا ممنوع نہیں ہے۔''

اس بات کا رد کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''الذی قاله أبو جعفر ليس بظاهر ؛لان قوله : " ما شاء اللّٰه وشئت " تشريك فی مشيئة اللّٰه تعالىٰ ، وأما الآية فانما أخبر اللّٰه تعالىٰ أنه اغناهم ، وأن رسوله أغناهم ، وهو من اللّٰه حقيقة ؛ لأنه الذی قدّر ذلك ، ومن الرسول حقيقة باعتبار تعاطی الفعل ، وكذا الانعام ، أنعم اللّٰه علی زيد بالإسلام ، وأنعم عليه النبی ﷺ بالعتق ، وهذا بخلاف المشاركة فی المشيئة ؛ فانها منصرفة للّٰه تعالىٰ فی الحقيقة، وإذا نسبت لغيره فبطريق المجاز.''

(فتح الباری ۱۵/ ۲۸۹)

ابو جعفر کی بات ظاہر نہیں ہے؛ کیونکہ (ما شاء اللّٰه وشئت) کہنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تشریک پائی جاتی ہے، جب کہ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے انہیں مال دار کیا اور اس کے رسول نے انہیں مال دار کیا، اور یہ (مال دار کرنا) اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی بطورِ حقیقت ہے؛ کیونکہ اسی نے اس کی قدرت بخشی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بھی حقیقت ہے؛ کیونکہ اس فعل کو انجام دینے والے آپ ہی ہیں، اسی طرح انعام، اللہ تعالیٰ نے زید بن حارثہ پر اسلام کی طرف ہدایت دے کر احسان فرمایا،

اور نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد فرما کر احسان فرمایا، مشیت میں اشتراک کا مسئلہ اغناء اور انعام میں اشتراک سے مختلف ہے؛ کیونکہ مشیت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی جانب راجع ہے، اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف ہوگی تو بطورِ مجاز ہوگی۔

مذکورہ تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ (ماشاء اللّٰه و ماشاء فلان) کہنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں حرفِ (واو) موجود ہے جو مطلقاً جمع اور شرکت پر دلالت کرتا ہے، اور مشیت جیسے فعل میں مقارنت و مساوات کا اعتقاد رکھے بغیر بھی مشارکت ممنوع ہے؛ کیونکہ مشیت ان افعال میں سے ہے جو حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، بندوں کی طرف اس کا انتساب صرف بطورِ مجاز ہوسکتا ہے، برخلاف انعام، اعطاء، ایثار اور اغناء وغیرہ کے کہ ان افعال کی نسبت بطریقِ کسب و تعاطی مخلوق کی جانب بھی حقیقی ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ یہاں (واو) لانے کی صورت میں بہر حال ایہامِ شرک موجود ہے، اور شریعتِ اسلامیہ سدّ ذرائع کا خصوصی لحاظ فرماتی ہے، لہٰذا اس طرح بولنے سے احتراز و اجتناب کرنا چاہئے۔ اور ہاں، اگر معاذ اللہ کسی نے ترکیبِ مذکور میں لفظ (واو) کے اندر مساوات و معیت کے معنی کا قصد کرلیا، تو پھر ایہامِ شرک نہیں رہے گا، بلکہ یقینی طور پر شرک پالیا جائے گا، اور اس طرح بولنے والا دائرۂ اسلام سے باہر اور مشرک ہوجائے گا۔

محدثینِ کرام وائمۂ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایہامِ شرک کی جو وجہ بیان فرمائی ہے اس کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

❁ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جاء رجل الی النبی ﷺ يراجعه الكلام ، فقال : ماشاء اللّٰه و شئت ، فقال : جعلتنی للّٰه عدلا ؟ ماشاء اللّٰه وحده.''

(مسند أحمد ، رقم الحديث : ۳۲۴۷ ، و مصنف ابن أبی شيبة ، رقم الحديث : ۳۰۱۸۹ ، و السنن الكبری للنسائی ، رقم الحديث : ۱۰۷۵۹ ، و السنن الكبری للبيهقی ، رقم الحديث : ۶۰۲۲ ، و الأدب المفرد للبخاری ، رقم الحديث : ۷۸۳ ، و المعجم الكبير للطبرانی ، رقم الحديث : ۱۲۸۲۹ ،

و شرح مشكل الآثار للطحاوی،رقم الحديث:۲۳۵،و مسند عبداللّٰہ بن المبارك،رقم الحديث:۱۸۱ ۔ وقال الحافظ العراقی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی تخريج أحاديث احياء علوم الدين : اسنادہ حسن)

ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے بات کرنے لگے، دورانِ گفتگو انھوں نے کہا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا؟ یہ کہو: جو اللہ چاہے یکتا۔

ملا جی! اب تو غالباً جہالت کا عفریت کافور ہو گیا ہوگا، نخوت و رعونت کے جراثیم جھڑ گئے ہوں گے، اور اعصاب و اخلاط پر مسلّط کبریائی کا بھوت اتر گیا ہوگا؛ کیونکہ عالمِ ربانی حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا تھا اس کی حقانیت مہرِ نیم روز سے روشن تر ہو کر تمہاری آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے سامنے آ چکی ہے۔﴿يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصٰرَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصٰرِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

رہی بات ارشادِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی، تو وہ اپنی جگہ یقیناً سچ اور برحق ہے، لیکن اس کو سمجھنا تم جیسے جہل وحمق وخرق وسفہ ودجل کے پاندان اور فریب وکذب ومکر کے پیکدان کے طوق سے ماورا ہے، اگر اس کو سمجھنا چاہتے ہو، تو حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی درسگاہ کے کسی فیض یافتہ کی جانب رجوع کرو، **ان شاء اللّٰہ تعالیٰ** اضطرابی کیفیت اور سراسیمگی کی حالت کافور کر دی جائے گی۔

نذر و نیاز کی قندمکرر

ہمارے رقیب مفتی نادان کی پوری دنیا نذر و نیاز کے اردگرد گھومتی ہے، اسی لئے خواہی نہ خواہی غریب ان امورِ خیر کا ذکر کرتا رہتا ہے، ہمارے لئے بھی یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ ان امور و معمولاتِ حسنہ کی اصل حیثیت ظاہر کرنے کی ہمیں بار بار سعادت نصیب

ہو رہی ہے۔﴿رَبِّ أَوْزِعْنِىْٓ أَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْٓ أَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَ عَلٰى وٰلِدَىَّ وَ أَنْ أَعْمَلَ صٰلِحًا تَرْضٰيهُ وَ أَدْخِلْنِىْ بِرَحْمَتِكَ فِىْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِينَ﴾.

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ کو آج کل عوام کی بڑی تعداد نے عملی طور پر ایسا لازم کر لیا ہے کہ فرائض و واجبات ترک کرنے پر کسی طرح کے افسوس و ندامت کا اظہار سامنے نہیں آتا، اور نہ دوسرے لوگ عموماً اس پر ملامت کرتے ہیں، البتہ مذکورہ معمولات میں سے کسی کو چھوڑنا تو دور کی بات ہے، اس کے تصور کو بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی اپنی تنگدستی و ناداری یا کسی اور عذرِ صحیح کی وجہ سے نہ کرے تو گلی کوچوں میں زبانیں چلنے لگتی ہیں، فرائض و واجبات وسنن کے ترک پر خاموش تماشائی بنے لوگ ایک جائز و مستحب امر کے ترک پر بحث و تکرار اور تحقیق و تدقیق کے وہ جوہر لٹاتے ہیں کہ اچھے اچھے عش عش کر اٹھتے ہیں، استفتاء، مستفتی، افتاء، مفتی اور فتویٰ کی برکات کا ظہور ہونے لگتا ہے، کئی ''تقدس مآب'' سوال و استفتاء میں اپنی فطرت کا پورا رنگ نچوڑ کر رکھ دیتے ہیں، اور دار الافتاء اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے اس ''مجرم'' کو وہابیت و دیوبندیت کی دہلیز تک پہنچا دیتا ہے، یا کم از کم جاہل نہیں تو گمراہ، گمراہ نہیں تو جاہل کی فردِ جرم عائد فرما کر عوام و خواص کو اس کے توبۂ صادقہ صحیحہ کرنے تک معاشرتی مقاطعہ کا حکم سناتا ہے۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا، یہ ہمارے مشاہدہ کی مکمل تصویر نہیں ہے اور نہ مکمل منظر کشی ہمارے بس کی بات ہے، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، مہاراشٹر، کرناٹک، آندھرا پردیش، اڑیسہ، بنگال، جھارکھنڈ، آسام، اتر پردیش کے اکثر اضلاع اور ملک بھر کے بے شمار مقامات پر رہنے والے سنی مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجئے اور محاسبۂ آخرت کا خوف دل میں جما کر انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے، ہمیں امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ کا ردِ عمل اس سے کہیں سخت ہوگا جو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کا ہے۔

مفتی نادان! جس طرح ایک جائز و مستحب کو ناجائز و حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے،

اسی طرح عملاً اس کو فرض و واجب کا درجہ دیدینا بھی یقیناً دین میں زیادتی، غلو، افراط اور نئی شریعت گڑھنا ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایاکم والغلوّ فی الدین فانما أهلك من قبلكم الغلو فی الدين." (السنن للنسائی، رقم الحديث: ٣٠٥٧، والسنن لابن ماجة، رقم الحديث: ٣٠٢٩)

دین میں غلو کرنے سے بچو، تم سے پہلے والوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"الغلو فی الدين مذموم، والتشديد فيه غير محمود لقوله ﷺ: ایاکم والغلوّ فی الدين فانما أهلك من قبلكم الغلو فی الدين، فاذا أوجب الانسان على نفسه شيئا شاقا عليه من العبادة فادحا له ثم لم يقدر على التمادی فيه كان ذلك اثما، ولذلك نهى النبی ﷺ أصحابه عن الترهب." (عمدة القاری ١٥/ ٤٤٠)

دین میں غلو مذموم اور اس میں افراط ناپسندیدہ ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دین میں غلو کرنے سے بچو، تم سے پہلے والوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا، جب انسان اپنے اوپر کوئی سخت و دشوار عبادت لازم کر لے پھر اس کو برقرار نہ رکھ سکے تو یہ گناہ ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو رہبانیت سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حکمِ عام کسی خاص شخص سے متعلق نہیں ہوتا

نابالغ مفتی نے اپنے خبط نامہ میں بار بار یہ رٹ لگائی ہے کہ مولانا تطہیر پوری ملت کی طرف سے بدگمان ہیں، اور یہ الزام لگا رہے ہیں کہ سب نے نذر و نیاز وغیرہ کو فرض و

واجب سمجھ رکھا ہے۔ مفتی مفتون نے یہ رونا اتنی شدت سے رویا ہے کہ کئی بار اس کی بے چارگی کو دیکھ کر ترس آنے لگتا ہے، لیکن حقیقی صورت حال کے تناظر میں ملائے مجنون کا رونا محض گھڑیالی آنسو دکھائی دیتا ہے۔

مفتی مفتون! دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے والا عالم اپنے معاشرہ کے لئے ایک مخلص اور دردمند طبیب حاذق ہوتا ہے، وہ اپنے معاشرہ میں پائی جانے والی بدعات و ضلالات، محدثات ومنکرات اور ہزار قسم کی پھیلی ہوئی برائیوں کی جب اصلاح کرنا چاہتا ہے، تو سب سے پہلے عمومی طور پر وہ معاشرہ میں پائے جانے والے معصیت کے امراض کی تشخیص کرتا ہے، چونکہ معصیت ایسی بیماری ہے جس کے مریضوں کی نام بنام تعیین شرعی حکمتوں کے پیش نظر نہیں کی جاسکتی، لہٰذا داعی ومبلغ امراض و اسباب اور ان کے علاج وتدابیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور مریض کو صیغۂ عام کے ساتھ ذکر کر دیتا ہے، اب جو واقعی مریض ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے داعیِ مخلص کو طبیبِ دردمند سمجھ کر اس کے بتائے ہوئے حکیمانہ نسخوں اور طریقۂ علاج سے استفادہ کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے، اور جو شقاوت کی حدیں پار کر چکا ہوتا ہے وہ داعی کو دشمن سمجھ کر سب وشتم کرنے لگتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

(سورة آل عمران، آية: ٢٣)

نابالغ مفتی! مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے کسی خاص اور متعین فرد کے بارے میں نہیں کہا ہے کہ اس نے ان امور کو فرض و واجب سمجھ رکھا ہے، بلکہ عوام کے عمومی حالات و معاملات کا مشاہدہ کرنے کے بعد موصوف نے قوم کی بے اعتدالی، احکام شرع سے بے اعتنائی اور فرائض و واجبات سے لاپرواہی کی حالت زار کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے کہ اس قوم نے فرض و واجب کو تو چھوڑ رکھا ہے مگر ایسے امور کو سختی اور مضبوطی سے اپنا لیا ہے جن کا شرع سے کوئی مطالبہ نہیں ہے، لہٰذا علماء کی ذمہ داری ہے کہ ان حالات میں اس قوم کو

بتائیں کہ یہ امور گو جائز و مستحب ہیں، تاہم فرض و واجب ہرگز نہیں ہیں؛ تاکہ غیر فرض کو فرض اور غیر واجب کو واجب نہ سمجھ لیا جائے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہمارے دوسرے اسلاف و مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر مذکورہ امور کو بدعت و شرک اور ناجائز و حرام کہنے والے وہابیہ دیوبندیہ کے اوہام و ہفوات، اباطیل و خرافات اور مزعومات و مزخرفات تھے، اس لئے دلائلِ واضحہ، براہینِ ساطعہ اور حججِ قاہرہ سے بدمذہبوں اور بے دینوں کے خیالات کا ردِّ بلیغ و بالغ اور ابطالِ صریح و بازغ فرمایا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان اساطینِ علم وفن، اکابرینِ اہلِ سنن اور ماحیانِ بدعات وفتن نے صرف ایک پہلو کو مدِّ نظر رکھا اور جواز و استحباب کے دلائل دیتے رہے اور فرض و واجب سمجھنے کا انکار نہیں کیا، اگر ملائے مجنون جیسے سفہاء یہ سمجھتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی اور کورچشمی ہے۔

مختصر یہ کہ نظم ونثر میں قوم کی زبوں حالی بیان کرنا اور لوگوں میں پائے جانے والے غیر اسلامی رسم ورواج کی مذمت کرنا عام بات ہے، مثلاً یہ کہنا کہ آج لوگوں میں برائیاں پھیل چکی ہیں، لوگوں کی بڑی تعداد احکامِ شرع سے غافل ہے، مسلمانوں کی اکثریت فرائض و واجبات کی ادائیگی نہیں کرتی، عوام میں زیادہ تر لوگ فاسق و فاجر ہیں، بعض علاقوں کے عوام و جہال تعزیہ داری کی منحوس بدعت میں مبتلا ہیں اور کچھ لوگ کتوں کی خوراک اوجھڑی کو اپنی مرغوب غذا سمجھتے ہیں۔

نابالغ مفتی! کسی مبتدی طالب علم ہی سے حکمِ عام اور حکمِ خاص کا فرق معلوم کر کے اپنی جہالت دور کر لیجئے۔

مسلمانوں کے دینی انحطاط وزوال اور بدعات ومنکرات میں ابتلاء کو صحابۂ کرام و اسلافِ امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے اسلوب میں کس طرح بیان کرتے رہے ہیں، اس کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے، اور آج کے حالات کے تناظر میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کی اہمیت اور صداقت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے:

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لو خرج رسول الله ﷺ اليوم ماعرف شيئا مما كان عليه هو و أصحابه الا الصلوة.

قال الأوزاعي : فكيف لو كان اليوم ؟ .قال عيسى : فكيف لو أدرك الأوزاعي هذا الزمان ؟"

(البدع لمحمد بن الوضّاح ، ص : ١٢٩ ، دارالصميعي الرياض ، و الاعتصام للشاطبي ١/ ١٩ ، دارالكتب العلمية)

اگر آج رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو نماز کے علاوہ اور کوئی چیز اپنی سنت اور صحابہ کے طریقہ کے مطابق نہیں پائیں گے۔ امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج ہوتے تو کیا فرماتے؟ امام عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں: اگر امام اوزاعی یہ زمانہ پاتے تو کیا کہتے؟

اللّٰہ أکبر کبیرا! یہ ایک جلیل القدر صحابی، عظیم الشان تابعی اور معروف محدث کے بیانات ہیں جن میں اس دور کی منظر کشی ہے جس کو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی زبانِ وحی نشان سے خیرِ قرن فرمایا ہے۔ اب مجھے تو یہاں یہ کہتے ہوئے بھی عجیب سا محسوس ہو رہا ہے:

فكيف لو أدرك هؤلاء الأعلام رضي الله تعالىٰ عنهم هذا الزمان، وشاهدوا ما عمّ و ساد من الفساد في الاعتقاد و العمل؟

❁ حضرت امّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"دخل عليّ أبو الدرداء وهو مغضب، فقلت: ماأغضبك؟ فقال: والله ما أعرف من أمة محمّد ﷺ شيئا الا أنهم يصلون جميعا." (صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٥٠، ومسند أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ٢١٧٤٧)

ایک دن حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس جلال کے عالم میں تشریف

لائے، میں نے عرض کیا: آپ کے جلال کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کی قسم مجھے آج لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کے دین کی کوئی بات نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

❁ امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”دخلت علی أنس بن مالك بدمشق وهو يبكی، فقلت : ما يبكيك؟ فقال : لا أعرف شيئا مما أدركت إلا هذه الصلاة، وهذه الصلاة قد ضُيِّعت.“ (صحيح البخاری، رقم الحديث : ۵۳۰)

میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب وہ دمشق تشریف لائے تھے، تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں نے (رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں) جو کچھ دیکھا تھا ان میں نماز کے سوا کچھ نہیں پاتا، اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

❁ سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۶ھ) فرماتے ہیں:

”لقد أدركت أقواما كانوا آمر الناس بالمعروف، و آخذهم به، و أنهی الناس عن منكر، وأتركهم له. ولقد بقينا فی أقوام آمر الناس بالمعروف، و أبعدهم منه، و أنهی الناس عن منكر، و أوقعهم فيه، فكيف الحياة مع هؤلاء؟“

(حلية الأولياء ۲ / ۱۵۵ دارالكتب العلمية، بيروت)

میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو لوگوں کو سب سے بڑھ کر بھلائی کا حکم دیتے، اور خود اس پر سب سے زیادہ عمل کرتے تھے، اور وہ سب سے بڑھ کر برائی سے روکتے اور خود اس سے سب سے زیادہ بچتے تھے۔ اور اب ہم ایسے لوگوں میں رہ گئے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، لیکن خود اس سے بہت دور رہتے ہیں، اور برائی سے خوب منع کرتے ہیں، پر اس میں سب سے زیادہ مبتلا رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ کیا جینا؟

احادیث و سیر کی کتابوں میں اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ اسلام دنیا سے رخصت ہو چکا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ دعوت و اصلاح کا ایک اسلوب ہے جس میں متاخرین کو متقدمین کے حالات بتا کر نصیحت کی جاتی ہے، اگر نابالغ مفتی جیسے بدعقل ہوں تو اس طرح کے داعیانِ اسلام پر ہمہ وقت بدگمانی اور کفر کے فتوے لگاتے لگاتے اپنی زندگیوں کے چراغ گل کر لیں اور کیفرِ کردار کو پہنچ جائیں۔

مفتی مفتون! هذا من كلام الامام الذی هو امام الكلام، ولان أمعنت النظر و أجلت الفكر فی ما أفاد و أجاد الامام أحمد رضا نور الله مرقده فستجد لنفسك خير داعية الی الحق و الصواب.

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی، خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزق خدا کھایا کیا، فرمان حق ٹالا کیا
شکرِ کرم، ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذات خدا غفار ہے
عدو بددین، مذہب والے حاسد
تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث
گندے نکمے کمین، مہنگے ہیں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا تم پہ کروڑوں درود

أعطوا كل ذی حق حقه، وضعوا الأشياء فی مواضعها

مولانا تطہیر احمد صاحب نے تقریر و تحریر کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے حضرات کو مشورہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ ان امور و معمولات کے جواز و

استحباب کو ثابت کرتے وقت یہ بات بھی عوام کو ضروری طور پر بتادی جائے کہ یہ سب امور جائز و مستحب ہیں، فرض وواجب، شرعاً لازم وضروری نہیں، نہ کرنے والا بھی گنہگار نہیں ہے۔

اس پر نابالغ مفتی لکھتا ہے کہ:

''اگر یہ بتانا ہی ضروری ہے کہ یہ فرض نہیں نہ کرنے والا گنہگار نہیں تو دیکھئے کتنے بڑے بڑے لوگ اس کی زد میں آتے ہیں۔ آخر اعلیٰ حضرت سرکار اور حضور صدر الافاضل بھی تو تقریر وتحریر والے تھے انہوں نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ یہ صرف جائز ہے، نہ کرنے والا گنہگار نہیں''۔

نابالغ مفتی!

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ملائے مجنون! پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اخلاص پر مبنی محض ایک مشورہ ہے، کسی پر شرعاً کوئی چیز لازم وفرض قرار نہیں دی گئی ہے، زبان وعرف میں اس طرح کی تعبیرات عام ہیں، جس کو یہ مشورہ پسند ہو وہ قبول کرے، اور جس کی طبیعت ومزاج کے خلاف ہو، اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے، لیکن اس مشورہ پر سینہ کے پھپھولے پھوڑنے اور ہلڑ بازی کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے، اوقات سے بڑھ کر بک بک کرنے والوں کو ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ہم ان کے منطقی انجام تک پہنچا کر رہیں گے اور ان کے مکر وفریب کے پردوں کو چاک کرکے رکھ دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہل کا چلمن بھی تو ہٹاؤ تبھی تو حقائق نظر آئیں گے، اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا تعزیوں کے تماشہ میں ناچتے وقت تو کوئی خیال نہیں آتا، اب جب کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی تحریروں سے تم جیسے دجالوں کے پاؤں کے نیچے کی زمین کھسکتی جارہی ہے، تو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی یاد آرہی ہے، خیر ہم بھی تمہیں بتوفیقِ الٰہی چومکھا کرکے چھوڑیں گے۔ اپنی آنکھوں پر جہالت وحماقت کے پڑے ہوئے دبیز و

غلیظ پردے نوچ کر پھینکو، اور مجددِ اعظم کے ارشادات کی کچھ جھلکیاں دیکھو، ساتھ میں اپنی اوجھڑی خوری اور تعزیہ داری سے متعلق بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کو ذہن میں ضرور تازہ کرلو، تاکہ بدعتِ سیئہ اور غلاظت کا اثر وخمار ذہنِ بیمار ودماغِ ناہنجار سے کچھ کم ہوجائے۔ ویسے **ان شاء اللّٰہ تعالیٰ** بہت جلد بکمالِ تفصیل ایک نئے طرز پر تعزیہ داری اور اوجھڑی خوری سے متعلق احکامِ شرع کی تفصیل اور تمہاری پوری منڈلی کے گھناؤنے کردار و ناپاک کرتوت کی روداد کو جگ ظاہر کیا جائے گا۔ **و ذلک بحول اللّٰہ تعالیٰ و توفیقہ**۔

ملائے مجنون سنو اور سر دھنو!

❁ ''اموات کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''**من استطاع منکم أن ینفع أخاہ فلینفعہ.**''

جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔

اور یہ تعیناتِ عرفیہ ہیں (دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا) ان میں اصلاً حرج نہیں، جب کہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ۹/۶۰۴، ۶۰۵)

❁ نابالغ مفتی مفتون! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ''قطعاً مستحب'' کہنے پر اکتفا کیوں نہیں فرمایا؟

❁ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی ''جب کہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں''؟

❁ کیا کوئی سنی صحیح العقیدہ ان تعینات کو شرعاً لازم جانتا ہے؟

❁ کیا کوئی سنی مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں پہنچے گا؟

مفتی مفتون! اور سنو:

❁ ''ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے، اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جب کہ اسے شرعاً واجب نہ جانے مضائقہ نہیں''۔ (ایضاً)

ملا مجنون! یہاں بھی وہی سارے سوالات ہیں جو پہلے بیان ہوئے، آخر وہ کون سے سنی ہیں جو تاریخ کے التزام کو شرعاً واجب جانتے ہیں؟

مسٹر خبطی! یہ بھی دیکھو:

❁ ''قبور مسلمین کی زیارت سنت، اور مزارات اولیاء کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت، اور انہیں ایصال ثواب مندوب و ثواب۔ اور مالیدہ و شیرینی خصوصیات عرفیہ ہیں، اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں، اور قبر پر لے جانے کی نہ ضرورت نہ اس میں معصیت۔ ہاں اسے شرعاً لازم جانے بغیر اس کے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے''۔ (ایضاً ص:۵۳۲، ۵۳۳)

❁ مفتی مفتون! یہ ''اگر وجوب نہ جانے'' کی صراحت کیوں فرمائی گئی؟

❁ کیا کوئی سنی ان تخصیصاتِ عرفیہ کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے؟

❁ امام اہل سنت قدس سرہٗ نے ''سعادت بر سعادت اور مندوب وثواب'' پر اکتفا کیوں نہیں فرمایا؟

❁ فرض وواجب کی نفی تو اسی سے سمجھ لی گئی تھی، پھر اس قید کا اضافہ کیوں فرمایا؟

❁ ایسے کون لوگ ہیں جو شرعاً لازم جانے بغیر اس کے فاتحہ کا قبول نہیں سمجھتے؟

❁ کیا ایسا فاسد اعتقاد رکھنے والے جس سے احتراز کا امامِ اہل سنت قدس سرہ حکم دے رہے ہیں سنیوں میں پہلے یا آج کہیں بھی پائے جاتے ہیں؟

❁ آخر ان مفروضات کو قائم کر کے ان کا حکمِ شرعی کیوں بیان فرمایا؟

اگر جماعت کے دیگر اکابرین کی تحریرات کو پیش کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، ابھی امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ تین اقوال پر ہی اکتفا کرتا ہوں، والباقی من الأقوال والفتاویٰ سنذکر نبذۃ مختارۃ من ذلك عند مسیس الحاجۃ الیها ان شاء اللّٰہ تعالیٰ علی وجه تحتار عیون المبتدعۃ الجھلۃ لمرآھا، وتصطكّ آذانھم لمسمعھا، و تتفطر قلوبھم لمدرکھا.

نابالغ مفتی کفر وگمراہی کے مفہوم سے بھی گمراہ ہے

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ جو گوشت کھانے کو مطلقاً ناجائز وحرام کہے وہ گمراہ ہے''۔

(ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۱۲۵)

نابالغ مفتی اپنے جہل کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مولانا تطہیر صاحب نے گوشت کھانا مطلقاً ناجائز وحرام کہنے والے کو گمراہ لکھا ہے، اب دیکھئے اعلیٰ حضرت سرکار کیا لکھتے ہیں، یہ لیجئے فتاویٰ رضویہ شریف جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۶۶ لکھتے ہیں کہ گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے''۔

میں کچھ دیر تک ملائے مجنون کی دیوانگی و جہالت کا تخیلاتی تماشا دیکھتا رہا اور ساتھ ہی اپنے اس افسوس کو فرو کرنے کی کوشش میں لگا رہا کہ آخر میں ایسے بدترین جاہل کی ہفوات کا جواب کیوں دے رہا ہوں، جس پر دیوانے اور بچے بھی ہنستے ہوں گے، لیکن ﴿ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ﴾ (سورۃ المؤمنون، آیۃ:۹۶) سے تسلی ملی اور بوجہِ احسن بدی کو دور کرنے کے لئے چند سطروں میں اپنے فریضہ کی ادائیگی کا ابتدائی خاکہ حاضر کر دیا۔

نابالغ مفتی! سورہ فاتحہ کا نام سنا ہے؟

اگر نہ سنا ہو تو کسی مسلمان بچے کو بلا کر اس سے پوچھ لینا اور مجددِ اعظم قدس سرہ العزیز کے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' سے اس آیت کا ترجمہ پڑھوا کر سن لینا ان شاء اللہ تعالیٰ خبط کی بیماری سے شفا مل جائے گی۔

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾

ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تو نے احسان فرمایا، نہ ان کا جن پر غضب

ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

اس کی تفسیر میں حضرت ربیع بن انس، حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ﴾ اليهود ﴿ الضَّالِّيْنَ ﴾ النصارىٰ.

(تفسير الدرالمنثور للسيوطى ١ / ٨٣، ٨٤، ٨٥، ٨٦، ٨٧)

﴿ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ﴾ یہود اور ﴿ الضَّالِّيْنَ ﴾ نصاریٰ ہیں۔

۞ نابالغ مفتی! کیا نصاریٰ کافر نہیں ہیں؟

۞ اگر کافر ہیں تو پھر ان کو ﴿ الضَّالِّيْنَ ﴾ کیوں فرمایا گیا، "الکافرین" کیوں نہیں فرمایا؟

۞ کیا معاذ اللہ تمہارا جنونِ ذوفنون اور جہلِ مبطون تمہیں کتاب اللہ کی بھی اصلاح کرنے پر اکسا رہا ہے؟

۞ کیا یہاں بھی اپنی جہالت کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ پیش کرو گے؟

۞ کیا یہاں بھی بنام "اصولی اور قانونی بحث" فضولی اور جنونی خبط کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟

۞ امام محمد فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"دلت هذه الآية على أن المكلفين ثلاث فرق : أهل الطاعة، و اليهم الاشارة بقوله : ﴿ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾، وأهل المعصية، و اليهم الاشارة بقوله : ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ﴾، وأهل الجهل بدين الله و الكفر ، واليهم الاشارة بقوله : ﴿ وَلَا الضَّالِّيْنَ ﴾."

(مفاتيح الغيب ١ / ٢٦٦)

۞ نابالغ مفتی! امام رازی علیہ الرحمہ کے بقول ﴿ وَلَا الضَّالِّيْنَ ﴾ سے دینِ

الٰہی سے جاہل اور کفار کی طرف اشارہ ہے، اب بتاؤ تم کس کس کے مقابل اپنی جہالت لے کر جاؤ گے اور یہ بڑبڑاؤ گے کہ:

"اعلیٰ حضرت سرکار کی اس عبارت سے خوب روشن ہو گیا کہ گمراہی الگ شئ ہے کفر الگ شئ ہے"؟

۞ ملائے مجنون! کہیں تم نے در پردہ پاکستانی ڈاکٹر منہاجی سے تو سانٹھ گانٹھ نہیں کر لی ہے؟

ڈاکٹر منہاجی نصاریٰ کو زمرۂ کفار سے خارج کر کے "بلیورز" یعنی اہلِ ایمان میں شامل مانتا ہے۔

نابالغ مفتی! اور اب تم "گمراہی الگ شئ ہے کفر الگ شئ ہے" کا جاہلانہ سوانگ بھر کر اس کے ہمرنگِ زمین دامِ فریب کو تقویت پہنچانے میں لگے ہو کہ ہاں ڈاکٹر منہاجی آپ مطمئن رہیں میں آپ کا ہمنوا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ نصاریٰ "ضالین" تو ہیں مگر کافر نہیں ہیں؛ کیونکہ "گمراہی الگ شئ ہے کفر الگ شئ ہے"۔ **ونعوذ بالله من ذلك.**

۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ (البقرة، آية : ١٦)

﴿ الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ﴾ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"الكفر بالايمان." (الدرالمنثور ١ / ١٦٩)

یعنی ضلالت سے کفر اور ہدیٰ سے ایمان مراد ہے۔

۞ نابالغ مفتی! کیا یہاں بھی آپ کی تحقیقِ پُر تلفیق اپنا رنگ دکھائے گی کہ:

"اعلیٰ حضرت سرکار کی اس عبارت سے خوب روشن ہو گیا کہ گمراہی الگ شئ ہے کفر الگ شئ ہے"۔

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (سورة النساء،آية:١١٦)

❁ نابالغ مفتی! کیا شرک باللہ کفر سے ادنیٰ کسی درجہ کا نام ہے جس پر ضلالت کا اطلاق فرمایا گیا؟

❁ یا یہاں بھی وہی ترنگ چلے گی کہ:

''اعلیٰ حضرت سرکار کی اس عبارت سے خوب روشن ہوگیا کہ گمراہی الگ شیٔ ہے کفر الگ شیٔ ہے''۔؟

❁ ایک جگہ ربِّ کریم یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (سورة النساء، آية : ١٣٦)

❁ ملا جی! نشے میں تو نہیں ہیں آپ؟

❁ اس آیت مبارکہ میں تو ربِّ قدیر نے **كفر باللّٰه والملٰئكة والكتب والرسل واليوم الآخر** پر ضلالت وگمراہی کا اطلاق فرمادیا، اب کیا ہوگا تمہارا؟

❁ کیا ایک بار اور سفاہت کی انگڑائی لے کر اپنا سوانگ دہراؤ گے:

''اعلیٰ حضرت سرکار کی اس عبارت سے خوب روشن ہوگیا کہ گمراہی الگ شیٔ ہے کفر الگ شیٔ ہے''۔؟

دوسرے مقام پر خالقِ کائنات اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (سورة النساء، آية : ١٦٧)

❁ ملائے مفتون! جہل کا کشکول خالی ہوا یا نہیں؟

❁ یہ **كفر و صدّ عن سبيل اللّٰه** آپ کے یہاں خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کے ہم معنی تو نہیں ہیں؟

❁ یا یہاں بھی وہی تلوار سونتنے کی ٹھان لی ہے کہ:

''اعلیٰ حضرت سرکار کی اس عبارت سے خوب روشن ہوگیا کہ گمراہی الگ شیٔ ہے کفر الگ شیٔ ہے''۔؟

❁ اللہ جل مجدہ ایک جگہ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ﴾ (آل عمران ، آية : ٩٠)

مفتی مفتون! اترا کچھ جنون؟

وہ دعویٰ ہذیانی کدھر ہے: ''گمراہی الگ شیٔ ہے کفر الگ شیٔ ہے''؟

نابالغ مفتی کے توہماتی قلعہ کو مسمار کرنے کے لئے ایک آیت ہی کافی تھی، لیکن اتمامِ حجت کے لئے چند آیات مزید پیش کردی گئیں، اگر اس کے بعد بھی نابالغ مفتی کی اشتہار کی خبر ہمیں موصول ہوئی، فنأتي بمعين لاينضب بحول الرب ۔

ملائے مجنون! تمہاری تھوتھنی پر ضرب کاری لگائی جاچکی ہے، اب ہمت ہے تو ضرورت کی اس گھڑی میں اپنی اصولی اور قانونی بحث کا پورا پشتارہ لے کر میدان میں آجایئے، اور وہ بھی تنہا نہیں، بلکہ اپنے سارے حمایتی دنیا بھر سے بلالیجئے اور اپنی جان پر آن پڑی مصیبت سے خود کو بچایئے۔

ملائے مخبون! ذرا یہ بھی دیکھتے چلو:

امام ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''الضلال : العدول عن الطريق المستقيم ، ويقال لكل عدول عن المنهج عمدا كان أو سهوا ، يسيرا كان أو كثيرا.''

(المفردات ، ص : ٢٩٧)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''والضلال من وجه آخر ضربان : ضلال في العلوم النظرية،

كالضلال فى معرفة الله و وحدانيته و معرفة النبوة ونحوهما المشار اليهما بقوله: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾، وضلال فى العلوم العملية كمعرفة الأحكام الشرعية التى هى العبادات .

والضلال البعيد اشارة الى ماهو كفر كقوله على ماتقدم من قوله : ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ﴾ وقوله :﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (المفردات ، ص : ٢٩٨)

امام راغب نے ضلال کے معنی اوراس کے مدارج واقسام کو جس حسن وخوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے، ممکن ہے نابالغ مفتی کی حسّ سادس یہاں ہچکولے کھانے لگے، اور فیصلہ کرنا دشوار ہوجائے ،لہٰذا ہم مقرراتِ نظامیہ کے مطابق مدارس میں پڑھائی جانے والی معروف ومتداول تفسیر کا حوالہ بھی پیش کیے دے رہے ہیں۔**لعل اللّٰہ یھدیہ**۔

❁ قاضی ناصرالدین عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۹۱ھ) فرماتے ہیں:

”الضلال: العدول عن الطريق السوىّ عمداً أو خطأً ، وله عرض عريض، والتفاوت ما بين أدناه و أقصاه كثير.“

(أنوار التنزيل ١ / ٣١ دار احياء التراث العربى بيروت)

ضلال: سیدھے راستہ سے قصداً یا خطاً منحرف ہونے کو کہتے ہیں،اوراس کے مفہوم میں انتہائی وسعت ہے،اوراس کے ادنیٰ اورآخری مدارج کے درمیان بہت فرق وتفاوت ہے۔

(**ولہ عرض عریض**) پر علامہ محی الدین محمد بن مصلح الدین حنفی معروف بشیخ زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۵۱ھ) فرماتے ہیں:

”أى وللضلال امتداد مديد غاية المد ، ومراتب كثيرة و متفاوتة، فبين أدناه من الزلات ، وبين أقصاه الذى هو الكفر –

والعياذ بالله – مراتب لا تحصىٰ .“

(حاشية محيى الدين شيخ زاده ١ / ١٠٧ دارالكتب العلمية بيروت)

یعنی گمراہی میں بے پناہ وسعت ہے اوراس کے مراتب بہت زیادہ اورمختلف ہیں؛ اس کے ادنیٰ درجہ ”لغزش“ اورانتہائی درجہ ”کفر“ (**والعیاذ باللّٰہ**) کے درمیان بے شمار مراتب ہیں۔

بھورے خاں! مجدد اعظم قدس سرہٗ کا ارشادِ حق نہاد پڑھو اوراپنے ڈھول کی پول کھلنے کا منظر دیکھو:

”مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے، کافر کو بھی شامل؛ کہ بدعت دو قسم ہے: مکفرہ وغیر مکفرہ۔

وقال تعالیٰ: ﴿ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴾“

(الواقعة ، آية : ٩٢)

امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا ، **الاعلام بقواطع الاسلام** میں فرمایا:

”عبارة الرافعى فى العزيز نقلاعن التتمةأنه اذا قال لمسلم: يا كافر بلاتاويل اه وتبعه النووى فى الروضة ، فان قلت: قد خالف ذلك النووى نفسه فى الأذكار ، فقال يحرم تحريما غليظا، قلت: لامخالفة؛ فان اطلاق التحريم فى لفظ لايقتضى أنه لايكون كفرا فى بعض حالاته على أن الكفر محرم تحريما غليظا فتكون عبارة الأذكار شاملة للكفر“ أيضا.

اسی میں چندورق کے بعد ہے:

”الحرمة لاتنافى الكفر“. (فتاوىٰ رضويه ١٤/ ٣٦٠)

خلاصہ یہ ہے کہ کفر وضلال کے درمیان **عموم وخصوص وجھی** کی نسبت

ہے، جس کے موارِدِ اتفاق وافتراق مجانین بھی آسانی کے ساتھ جان سکتے ہیں، بشرطیکہ اوجھڑی خور نہ ہوں۔

نابالغ مفتی! ابھی انہیں مذکورہ ارشادات پر اکتفاء کر رہا ہوں، جن سے یہ بات عیاں ہے کہ کفر پر ضلالت وگمراہی کا اطلاق قرآن کریم واحادیثِ مبارکہ کے ارشادات کے عین مطابق ہے، اس پر کسی قسم کا شبہ جہالت وضلالت ہے۔ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے ارشاد میں بھی گمراہی کفر کے معنی میں ہے۔

ہمیں شدت کے ساتھ اس مجنونانہ بحث کا انتظار رہے گا جس کی دھونس دے کر جاہلوں کے سلطان نے اوجھڑی خوروں کی صف میں جھوٹی واہ واہی لوٹنے کی کوشش کی ہے۔

أيها المفتي الماكر ! يتلخص مما ذكرنا من نقول الكتاب الكريم ، والسنة النبوية على صاحبها أفضل الصلوة و أكمل السلام أن معاني الضلال ومراتبه في القرآن الكريم كمايلي :

الضلال هو : البعد عن الطريق المستقيم سواء أكان ذلك البعد كثيراً أم قليلاً ، وسواء أكان عمداً ، أم سهواً ، أم خطأً . وجاء إطلاقه في القرآن الكريم على مراتب :

١ــ منها : ما هو نتيجة كفر كما في قوله تعالىٰ :﴿أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ (سورةالبقرة، آية :١٠٨)

وقال سبحانه :﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (سورةالنساء ، آية : ١١٦) فاللّٰه سبحانه وتعالىٰ يغفر ما هو أقل من الشرك ، أما المساوئ للشرك، كالكفر بالرسل، أو بإنكار الآخرة ، وما شابه ذلك فإن كل ذلك له حكم الشِّرك لا يغفره اللّٰه سبحانه أبداً.

٢ ـ ومنها :ما هو نتيجةٌ لمطلق المعصية كما في قوله تعالىٰ : ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

(سورة الأحزاب ، آية : ٣٦)

٣ ـ ومنها البطلان كما في قوله تعالىٰ :﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (سورةالكهف،آيات : ١٠٣ ، ١٠٤) فالذين اشتدَّت خسارتهم يوم القيامة هم الذين وجدوا أنَّ سعيهم الذى قد سعوه في الحياة الدنيا، لتحقيق ما كانوا يطمحون له من سعادات، قد ضاع ضياعاً تاماً، فلم يظهر له أثرٌ يوم الدين.

٤ ـ ومنها :الغياب والفقدان كما في قوله تعالىٰ :﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ حَتَّى إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾

(سورة الأعراف، ٣٧)

ويقول سبحانه ﴿وَقَالُوا أَئِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَئِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ﴾ (سورة السجدة، آية : ١٠)

٥ ـ ومنها : الحب الوارف أو الخطأ الناشئ عن نسيان ، أو غفلة ، أو عدم العلم بتفصيلات أوجه الصواب أو نحو ذلك من الزلات و العثرات ، كما في قوله تعالىٰ عن لسان سيدنا موسى عليه السلام في جوابه لفرعون عندما اتّهمه بقتل المصرى القبطى انتصاراً لقومه المصريين الأقباط : ﴿ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾ (سورة الشعراء ، آية :٢٠) أى

وكزت القبطيَّ وأنا من الفاعلينٰ ذلك خطأ وماكان من ارادتي أنَّ ذلك يؤدي إلى قتله ، لأنَّ فعل الوكزة كان منه على جهة التأديب لا على وَجْه القتل .

وقال سبحانه ممتناً على نبيّه ﷺ: ﴿ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ﴾ (سورة الضُّحى ، آية :۷) أى وجدك فى الحب الوارف فى اللّٰه سبحانه و تعالىٰ وعلىٰ غير الذى أنت عليه اليوم فهداك الى معالم النبوّة وأحكام الشريعة و مناهجها فيما أوحى إليك ، وعلّمك منها ما لم تكن تعلم.

ذکرِ اولیاءِ رحمٰن---اور---ذکرِ اولیاءِ شیطان

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے ، کھاتے پیتے ، سوتے جاگتے ، خالی بیٹھے یا کام کرتے ، زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے ، اس کا نام لیتا رہے''۔ (ذکر خدا اور امام احمد رضا ص:۴۳)

صفحہ:۴۵ پر لکھتے ہیں:

''حدیث پاک میں رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خیار عباد اللّٰہ اذا رأوا ذکراللّٰہ۔" اللہ کے سب سے افضل بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے۔ (مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان، فصل:۳، ص:۴۱۵)

ایک مرتبہ امام احمد رضا سے پوچھا گیا اولیاءِ الٰہی کی پہچان کیا ہے، توانھوں نے فرمایا:

''حدیث میں ارشاد فرمایا: **أولیاء اللّٰہ اذا رأوا ذکراللّٰہ۔** اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آئے۔'' (الملفوظ، حصہ ۴، ص:۴۷)

یعنی خدا والے صرف اپنی تعریفیں کروانے یا منقبتیں پڑھوانے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ وہ وہی ہیں جنہیں دیکھ کر یا ان کی صحبت اختیار کرنے سے، ان کی شان میں نظمیں اور منقبتیں

پڑھنے سے خدائے تعالیٰ تک رسائی ہو جائے، اس کی حمد و ثنا، اس کی تعریف و توصیف ہر حال میں اس کا شکر، ہر وقت اس کا ذکر زبان و دل، روح و دماغ کی غذا بن جائے، اور جو ایسے نہیں تو وہ خدا والے بھی نہیں ہیں۔

صفحہ:۴۷ پر فرماتے ہیں:

''جو لوگ بزرگوں کے ذکر سے چڑتے ہیں، ان کے رد کا مطلب یہی ہے کہ بزرگوں کا ذکر بھی کیا جائے، ان کی منقبتیں پڑھی جائیں، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر چھوڑ دیا جائے، اور کیا بھی جائے تو بس ایک رسم ادا کی جائے، اور اس میں لطف و ذائقہ، لذت و مزہ ختم کرلیا جائے، شیطان کے ایک پھندے سے نکل کر دوسرے میں خود کو پھنسا لیا جائے۔ میں اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اگر بزرگوں کا ذکر اس منزل اور حد کو پہنچ جائے کہ اس کے ذریعہ ذکر خدا مٹنے لگے، یا اس کی لذت ختم ہونے لگے، بزرگوں کو پکارنا، یا ان سے مدد مانگنا اس منزل کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کمی آنے لگے، یا اس کا رواج ختم ہونے لگے، تو یہ خالص بدعت سیئہ ہے''۔

صفحہ:۴۸، و۴۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

''کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا ذکر بھی اللہ ہی کا ذکر ہے، تو یہ بات حق ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف بزرگوں کا ذکر ہوتا رہے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام و بزرگان دین کا نام بھی لے لیا جایا کرے، ان کی یادیں اور یادگاریں باقی رکھی جائیں''۔

مذکورہ تمام عبارتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اہمیت و عظمت کو مؤثر پیرایۂ بیان میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، ساتھ میں اس بات کی بھی صراحت کردی گئی ہے کہ محبوبانِ

بارگاہِ الٰہی کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اولیاءِ کرام کے ذکر، ان کے مناقب اور ان کی یادوں ہی کو اصل منزل بنا لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑ دیا جائے یا کم کر دیا جائے، جیسا کہ بے شمار جوگیوں اور ڈھونگیوں کا طریقہ ہے کہ ہر وقت ان کی زبان پر اپنے پیروں اور فقیروں کا ہی ذکر رہتا ہے، کسی حالت میں اور کسی وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کی زبانوں سے سنائی ہی نہیں دیتا، خیریت معلوم کیجئے، تو جواب ملے گا کہ میاں کا کرم ہے، کوئی خوشی اور آسانی حاصل ہو جائے، تو پیر صاحب کا فیضان ہے، بیٹا پیدا ہو، تو مرشد کی عطا ہے، دھن دولت ہاتھ آجائے، تو فلاں فقیر و درویش کا صدقہ ہے۔ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ جلّ جلالہ و ﷺ**۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان جامعِ شرائطِ شیخ و مرشد کے فیضان کا ہرگز منکر نہیں ہو سکتا، لیکن یہ کیسی اندھیر نگری ہے کہ احکامِ شرع سے جاہل، بدعات و منکرات میں مستغرق اور خلافِ شرع پیروں فقیروں کے ساتھ ایسی وابستگی و دلبستگی کہ نظامِ کائنات میں تصرف و اختیار کی ساری قوتیں ان میں تسلیم کر لی جائیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی قدرت و عطا کا ذکر ہی نہ کیا جائے، اور اگر کبھی کیا بھی جائے تو محض ایک رسم ادا کر لی جائے۔

آہ! صد بار آہ! اللہ کے ذکر کو بھول کر پیروں فقیروں کا ذکر، نہ ذکرِ محبوبانِ خدا ہے اور نہ ذکرِ خدا ہے۔

واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

ایسے لوگ جو اللہ کے ذکر، اس کی عبادت، اس کی اطاعت اور فرائض و واجبات سے غافل ہیں اگر انہیں بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے، تو جواب ملتا ہے کہ اللہ والوں کا ذکر بھی اللہ کا ذکر ہے، جواب کا یہ جملہ یقیناً درست اور حق ہے، لیکن اس کے مطلوب و مفہوم کی وضاحت ہونا بھی تو ضروری ہے، تا کہ قرآن و سنت کے ارشادات کی تعمیل ہو سکے اور شیطان کو کسی قسم کے اعتقادی اور نظریاتی فساد پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔ حضرت مولانا

تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اسی مطلب کو اپنے الفاظ میں بیان فرمادیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اصل و اساس ہے، اولیاءِ کرام چونکہ معرفتِ الٰہی، قربِ الٰہی، ذکرِ الٰہی اور رضاءِ الٰہی کے حصول کا عظیم ذریعہ اور جلیل القدر وسیلہ ہیں، اس لئے ان محسنین کی یادوں کو باقی رکھا جائے، ان معظمانِ دین کی یادگاروں کو مٹنے نہ دیا جائے اور ان مقربینِ بارگاہِ الٰہی کا بھی ذکر کیا جائے تا کہ ان کے ذکر و فکر سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوتی رہے اور ذکرِ الٰہی کی لذتیں بھی ملتی رہیں۔

معمولی سمجھ رکھنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مذکورہ بیان سے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اولیاءِ کرام و مقربینِ بارگاہِ الٰہی کا ذکر مٹانا چاہتے ہیں، یا اولیاءِ کرام کے تذکارِ جمیل کو ذکرِ الٰہی کے منافی قرار دے رہے ہیں۔ **الا الذین حبّبت الیھم المعاداۃ لکل خیر و أشربت فی قلوبھم المحابّۃ لکل شر**۔

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ہاں اتنا ضرور ہے کہ مقربین کے ذکر کو اگر کوئی اصل و اساس بنا لے اور ذکر اللہ کو بھول جائے، یا اس کو ثانوی حیثیت دینے لگے، اور دلیل یہ دے کہ اللہ والوں کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر ہے، تو یقیناً یہ غلط ہے، روحِ شریعت کے خلاف ہے، اسلام کے بتائے ہوئے راستہ سے الگ ہے اور یہ بدترین بدعت و شیطانی فریب ہے۔ اللہ کے لئے اپنے ضمیر سے دریافت کیجئے کہ کہیں اس طرح کے ذکر کا وہی حال تو نہیں ہے جو رب کریم نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

(سورۃ الزمر، آیۃ: ۴۵)

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے مشکوۃ کے حوالہ سے جو حدیث شریف نقل کی ہے حضرت علامہ علی بن سلطان محمد قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”يتذكر برؤيتهم ذكر اللّٰه ، وفيه ايماء الى حديث : (المؤمن مرآة القلوب) على أحد معانيه. قاال الطيبي : يحتمل وجهين : أحدهما أنهم في الاختصاص باللّٰه بحيث اذا رؤوا خطر ببال من رآهم مولاهم لما فيهم من سيما العبادة . وثانيهما أن من رآهم يذكر اللّٰه تعالىٰ كما روى ابن الأثير في النهاية عن عمران بن حصين قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : (النظر الى وجه عليّ عبادة)، قلت : وقد رواه الطبراني والحاكم عن أبي مسعود و عن عمران بن حصين بلفظ : (النظر الى عليّ عبادة) ، ونظيره ماروى أبوالشيخ عن عائشة مرفوعاً (النظر الى الكعبة عبادة)، ثم قيل معناه : أن عليا كرم اللّٰه وجهه كان اذا برز قال الناس : لااله الا اللّٰه، ماأكرم هذا الفتى ، ماأشجع هذا الفتى ، ماأعلم هذا الفتى، ماأحلم هذاالفتى ، فكانت رؤيته تحملهم على كلمة التوحيد.“ (مرقاة المفاتيح ۹/ ۹۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کے دیدار سے اللہ کا ذکر یاد آجائے، یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ: مومن دلوں کا آئینہ ہوتا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں: یہاں دو احتمال ہیں: اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب واختصاص کی شان یہ ہے کہ ان کے آثارِ عبادت دیکھ کر دیدار کرنے والے کے دل میں یادِ مولیٰ کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ دوسرا یہ کہ: جو انہیں دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتا ہے، جیسا کہ ابنِ اثیر نے النہایہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی

کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، طبرانی وحاکم حضرت ابومسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت علی کو دیکھنا عبادت ہے، اس کی نظیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً مروی ابوالشیخ کی وہ روایت ہے کہ: کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تھے تو لوگ کہہ اٹھتے تھے: **لااله الا اللّٰه**، کتنا باعظمت ہے یہ نوجوان، کتنا بہادر ہے یہ نوجوان، کتنا علم والا ہے یہ نوجوان، کتنا بردبار ہے یہ نوجوان، یعنی آپ کا دیدار انہیں کلمۂ توحید کی یاد تازہ کرادیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت، تعریف وتوصیف، ذکروشکر، تسبیح وتہلیل، تحمید وتمجید، تقدیس وتنزیہ اور تعظیم وتکبیر تمام اعمالِ حسنہ کی اصل واساس ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکرو شکر کے بغیر سب کچھ بیکار وبے معنی ہے، ہر فضل وکمال کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی معرفت وقربت پر موقوف ہے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات، تمام اخیار وابرار اور اولیاء وصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تخلیقِ انسانی کے اسی مقصدِ اعظم کی دعوت وتبلیغ کے مکلّف وپابند ہیں اور اسی کی بارگاہِ عظمت وجلال میں عبودیت وافتقار، خضوع وتذلل، تواضع وانکسار، عجز ونیاز اور توبہ وانابت کا اظہار واقرار فرضِ اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جو جتنا جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی رفعت وسربلندی عطا فرماتا ہے (**ماتواضع أحد للّٰه الا رفعه اللّٰه**) (صحيح مسلم، رقم الحديث : ۲۵۸۸) جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ ﴾ (البقرة ، آية : ۱۵۲)، جو اللہ کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی تنگ فرمادیتا ہے اور آخرت میں اندھا کرکے اٹھائے گا ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طٰه ، آية : ۱۲۴) ، اللہ تعالیٰ کو اپنا ذکر اتنا پسند ہے کہ اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے: ﴿ اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ (الأحزاب، ۴۱)

اللہ تعالیٰ کے مقربین ومحبوبین کے ذکرِ الٰہی میں استغراق کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کا

وجودِ مسعود ذکرِ الٰہی سے عبارت ہو جاتا ہے، ان کے ذکر سے اللہ کا ذکر اور اللہ کے ذکر سے ان کا ذکر ہوتا ہے۔

❁ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان أولیائی من عبادی ، وأحبائی من خلقی الذین یُذْکَرُون بذکری،وأُذْکَرُ بذکرھم.'' (مسند أحمد ، رقم الحدیث : ۱۵۵۴۹)

بندوں میں میرے اولیاء اور مخلوق میں میرے محبوبین وہ ہیں جن کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور میرا ذکر ان کے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خیارکم من ذکرکم باللّٰہ رؤیتہ، وزاد فی علمکم منطقہ، و رغبکم فی الآخرۃ عملہ.'' (نوادر الأصول للحکیم الترمذی ۱/۴۳۳، الأصل الرابع والمائۃ ، رقم الحدیث : ۶۲۶)

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کا دیدار تمہیں اللہ کا ذکر یاد دلادے، جن کی گفتار تمہارے علم میں اضافہ کردے اور جن کا کردار تمہیں آخرت کا مشتاق بنادے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان من الناس مفاتیح ذکراللّٰہ اذا رؤوا ذکراللّٰہ.''

(شعب الایمان ۲ / ۱۷۹ ، رقم الحدیث : ۶۸۸)

کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں، جب ان کو دیکھو تو اللہ یاد آجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دیدار سے اللہ کی یاد تازہ ہوجائے اور ذکرِ الٰہی کا سرمدی کیف وسرور مل جائے، یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اخیار وابرار اور عارفین وصالحین کا ذکرِ خیر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا جذبہ بیدار نہ ہو اور تسبیح وتہلیل کے کلماتِ نور کام ودہن کو شاد

کام نہ بنائیں، اور جس کی تعریف وتوصیف، ذکر ومنقبت اور ملاقات وصحبت اللہ کے ذکر سے غافل کردے، تسبیح وتحمید کو بھلادے اور توحید وتکبیر کے جاوید نغموں سے روح وجگر کو سرشار نہ ہونے دے تو یقین مانئے وہ ظاہری سج دھج اور ٹیپ ٹاپ میں کیسا ہی بارعب و باکمال اور صاحبِ تمکنت وجلال ہو لیکن حقیقت میں وہ شیطان و طاغوت ہے، اس کی تعریف دین کی بربادی ہے، اس کی منقبت آخرت کا خسارہ ہے، اس کی تعظیم غضبِ الٰہی کو دعوت دیتی ہے، اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو مٹاتا ہے، اس کے قصیدے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے غافل بناتے ہیں اور اس کی صحبت بدی سے قریب اور خیر سے دور کردیتی ہے۔

اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کا ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا؛ کیونکہ اللہ والے تو خود ذکرِ الٰہی میں ایسے مصروف ومستغرق رہتے ہیں کہ:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ . فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجٰرَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ﴾ (سورۃ النور ، آیات : ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھّم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور

اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے، ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

ہمیں امید ہی نہیں یقین ہے کہ والا القاب جناب مفتی صاحب کی سمجھ میں بخوبی آ گیا ہوگا کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کے نہ مخالف ہیں اور نہ اس کو بند کرانے کے درپئے ہیں، حضرت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال میں لازم ہے، اور اس کے محبوبوں کا بھی ذکر ضروری ہے؛ کیونکہ محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر ہے، نیز مقربینِ خدا کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سرمدی کیف وسرور حاصل ہوجاتا ہے۔

مفتی جی! آپ نے بڑے طنطنہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''ہم پوچھتے ہیں کہ ذکر اللہ کی نقیض کیا ہے''

ایسا لگتا ہے کہ مفتی صاحب کے نزدیک اسلامیات کا یہ سب سے دقیق وغامض سوال ہے، جس کو داغ کر سامنے والے کے ہوش اڑا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن فقیر عرض کرنا چاہتا ہے کہ میاں مفتی صاحب! یہ بات تو مسلمانوں کے بچوں سے بھی معلوم کرکے آپ اپنی دینی ضرورت اور علمی تشنگی دور کر سکتے تھے۔ خیر آپ کی سادگی و بے چارگی پر ترس کھاتے ہوئے عرض ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان مہر بند جاہل، پیرانِ فرتوت کا ذکر ہے جو مُسخرۂ ابلیس ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان اولیاءِ طاغوت کا ذکر ہے، جو مسخرہ شیطان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = علماء کے بھیس میں رہنے والے بدترین جاہلوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ارکانِ اسلام کا استخفاف کرنے والے کرش خوروں کا

ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان پیشہ ور علم دشمنوں کا ذکر ہے جو برسرِ اسٹیج علماءِ حق کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان نام نہاد فساق وفجار پیروں کا ذکر ہے جو ترکِ نماز کے عادی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان خبیثوں کا ذکر ہے جنہوں نے جنت کو رنڈی کے کوٹھے پر اُتار رکھا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان گمراہ پیشہ ور واعظوں کا ذکر ہے جو ملک بھر میں وہابیت کو فروغ دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان گنواروں کا ذکر ہے جو عشقِ رسالت اور نماز میں منافات کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان منافقوں کا ذکر ہے جو علمِ دین سے نابلد ہونے کے باوجود عالم کہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان بے خبروں کا ذکر ہے جو در پردہ غیر محارم سے روابط رکھتے ہیں اور پیر کہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان نااہلوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کے نام سے احادیث وضع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان باغیانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ذکر ہے جو دین میں تحریف کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقیض = ان اوجھڑی خوروں اور تعزیہ داروں کا ذکر ہے جو فسقِ عمل اور فسقِ عقیدہ کی بلا میں گرفتار ہیں۔

نذر و نیاز کا ذکرِ جمیل پھر آ گیا

دیکھو تو دل فریبیٔ اندازِ نقشِ پا — موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوہ اہلِ نظر گئی

مفتی مفتون کے خبط نامہ کی روح یہ ہے کہ فرائض و واجبات، سنن و مستحبات اور وہ تمام افعال و اعمال اور اقوال و احوال جن کا شریعتِ مطہرہ کی طرف سے مطالبہ ہے، ان پر کوئی عمل کرے یا نہ کرے، بہر حال اس سے نہ سنیت پر کوئی حرف آئے گا اور نہ جنت و رنڈی کے کوٹھے کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگی، ہاں اگر تیجہ، دسویں، بیسویں، چالیسویں، برسی، عرس، فاتحہ، مراسم قبر و مزار، مثلاً: چادر، چڑھاوے، گنبد، پختہ قبر، عالی شان عمارت، بیش قیمت فرنیچر، اعلیٰ کشیدہ کاری، بے نظیر تزئین و آرائش وغیرہ، محرم کے کھچڑے، رجب کی پوڑیاں، شب برات کے حلوے، گیارہویں شریف، بارہویں شریف، چھٹی شریف، توشہ شریف، صحنک شریف، نماز کے بعد روضۂ انور کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو کر سلام وغیرہ معمولات و مراسم (جو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور منکرات و مناہیِ شرعیہ سے بچتے ہوئے قطعاً یقیناً جائز و بہتر، مستحب و مستحسن ہیں، اور جس کے ذمہ فرائض و واجبات کا مطالبہ باقی نہ ہو اس کے لئے ان امور پر ان شاء اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کی اُمید ہے) کے بارے میں کسی عالم دین نے شرعی مصلحت اور دینی حکمت کے تحت ذرا لب کشائی کی تو وہ پورا عملہ جس کی مذکورہ معمولات سے روزی روٹی اور تجارت و منفعت وابستہ ہے فوراً حرکت میں آ جاتا ہے، اور برساتی مینڈکوں کی طرح ایک ساتھ مل کر ٹرٹرانے لگتا ہے کہ: فلاں وہابی ہو گیا، فلاں صلح کلی ہو گیا، فلاں مسلک کا باغی ہو گیا، فلاں گمراہ ہو گیا، فلاں بد مذہب ہو گیا، فلاں شعائرِ اہل سنت کو مٹانے لگا، فلاں مجدد و مجتہد ہو گیا، فلاں نے در پردہ دیوبندیت سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور فلاں جاہ و شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ

نابالغ مفتی نے مذکورہ تمام معمولات و مراسم کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کے استحباب و استحسان پر عنوان میں مذکور حدیث سے استدلال کیا ہے، جو اس بات کا بیّن ثبوت اور کھلا اعلان ہے کہ جناب نے یہ حدیث خود کسی مصدرِ حدیث میں نہیں پڑھی ہے بلکہ اِدھر اُدھر سے اٹھا کر نقل کر ڈالی ہے؛ اس لئے کہ اس حدیث کو مصادرِ اصلیہ میں پڑھنے والا کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ حدیث معمولاتِ مذکورہ کی مداومت و مواظبت کے لئے حجت و دلیل بن سکتی ہے، **كما ستظهر حقيقة الأمر باذن الله تعالىٰ۔**

آیئے پہلے حدیث شریف کا مکمل متن اور پھر اس کا صحیح مفہوم جانتے ہیں:

❁ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَحْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ، فَيُصَلِّي وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا، فَأَقْبَلَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ."

(البخاری، باب الجلوس على الحصير، رقم الحديث: ٥٨٦١، و مسلم، رقم الحديث: ٧٨٢ وزاد: وكان آل محمد ﷺ اذا عملوه أثبتوه. و فى رواية أخرى عند مسلم: قال رسول الله ﷺ: أحب الأعمال الى الله تعالىٰ أدومها وان قلّ.
قال (القاسم بن محمد الراوى): وكانت عائشة اذا عملت العمل لزمته)

نبی کریم ﷺ رات کو ایک چٹائی کا حجرہ بنا کر اس میں نماز پڑھتے تھے، اور دن میں اس کو بچھا کر بیٹھ جایا کرتے تھے، صحابۂ کرام نبی کریم ﷺ کے پاس جمع ہونے لگے اور نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ جب کثرت ہوگئی، تو آپ نے صحابۂ کرام کی طرف روئے

انور کر کے فرمایا: اے لوگو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ (اجر وثواب دینے سے) نہیں اکتائے گا ہاں تم (عمل کرنے سے) اکتا جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر زیادہ پابندی ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔ (آلِ محمد ﷺ جب کسی عمل کو کرتے تو پابندی سے کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کوئی عمل کرتی تھیں تو اس کو لازم پکڑ لیا کرتی تھیں)

❁ **و فی الروایة الأخری عن أم المؤمنین سیدتنا عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها أنها قالت :**

سئل النبی ﷺ : أی الأعمال أحب الی اللّٰه ؟ قال : أدومها و ان قلّ ، وقال : اکلفوا من الأعمال ماتطیقون .

(صحیح البخاری ، رقم الحدیث : ٦٤٦٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر زیادہ پابندی ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہو، اور فرمایا: اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔

❁ **و فی الروایة الأخری عن أم المؤمنین سیدتنا عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها:**

أن رسول اللّٰه ﷺ قال : سددوا و قاربوا واعلموا أن لن یُدخِل أحدَکم عملُه الجنةَ ، و أن أحب الأعمال أدومها الی اللّٰه و ان قلّ. **(البخاری ، رقم الحدیث : ٦٤٦٤)**

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سیدھی راہ چلو، میانہ روی اختیار کرو اور یہ یقین رکھو کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرائے گا (جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال نہ ہو)، اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو پابندی سے ہو، بھلے تھوڑا ہو۔

پوری حدیث شریف کی شرح کا تو یہ محل نہیں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حدیث شریف کے صرف ان دو جملوں (**خذوا من الأعمال ماتطیقون**) اور (**أحب الأعمال الی اللّٰه تعالیٰ أدومها و ان قلّ**) کی شرح کرتے ہیں:

یہاں اعمال سے نوافل مراد ہیں؛ کیونکہ زیادہ پسندیدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کی پابندی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں، حالانکہ فرائض وواجبات کو کبھی بھی ترک کرنا جائز نہیں، اور ان کو بے عذرِ شرعی ایک بار بھی ترک کرنا سخت گناہ ہے۔

❁ امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

"هذا حض علی التخفیف فی أعمال النوافل ، ویتضمن الزجر عن التشدید ، والغلو فیها ، وسبب ذلك : أن التخفیف یکون معه الدوام والنشاط ، فیکثر الثواب لتکرار العمل ، وفراغ القلب ، بخلاف الشاق منها ، فانه یکون معه التشویش ، والانقطاع غالبًا." **(المفهم ٢/٤١٣)**

یہ حدیث شریف نوافل میں تخفیف اختیار کرنے کی ترغیب، اور ان میں شدت و غلو برتنے سے زجر وتوبیخ پر مشتمل ہے؛ چونکہ عملِ خفیف میں نشاط ودوام ہوتا ہے، لہٰذا تکرارِ عمل اور انبساطِ قلب کی وجہ سے ثواب بھی زیادہ ہوگا، برخلاف دشوار عمل کے، کہ اس میں ذہنی تشویش اور عموماً ناغہ ہوتا ہے۔

❁ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فیه دلیل علی الحثّ علی الاقتصاد فی العبادة ، واجتناب التعمّق ، ولیس الحدیث مختصا بالصلوة ، بل هو عامّ فی جمیع أعمال البرّ.

وفی هذا الحدیث کمال شفقته ﷺ ورأفته بأمته ؛ لأنه أرشدهم إلی ما یصلحهم ، وهو ما یمکنهم الدوام علیه بلا مشقة ولا

ضرر ، فتكون النفس أنشط ، والقلب منشرحا فتتم العبادة ، بخلاف من تعاطى من الأعمال ما يشق ، فإنه بصدد أن يتركه ، أو بعضه ، أو يفعله بكلفة وبغير انشراح القلب ، فيفوته خير عظيم ، وقد ذم الله سبحانه وتعالىٰ من اعتاد عبادة ، ثم أفرط ، فقال تعالىٰ : ﴿وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوٰنِ اللٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ وقد ندم عبد الله بن عمرو بن العاص على تركه قبول رخصة رسول الله ﷺ في تخفيف العبادة ومجانبة التشديد.“ (شرح النووي على مسلم ٦ / ٧١)

عبادت میں میانہ روی اختیار کرنے اور تکلف سے گریز کرنے پر یہ حدیث دلیل ہے۔ یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نیکی کے تمام اعمال کو شامل ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اکرم ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ کمالِ شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے؛ اس لئے کہ آپ نے ایسی چیز کی طرف رہنمائی فرمائی جس پر بغیر مشقت و تکلیف کے پابندی کے ساتھ عمل ممکن ہے، جب ذہنی سکون اور شرحِ صدر حاصل ہو تو عبادت میں بھی کمال پیدا ہوجاتا ہے، برخلاف اس شخص کے جو دشوار عمل اختیار کرلے، کیونکہ یا تو وہ اس پورے عمل کو یا اس کے کچھ حصہ کو چھوڑ بیٹھتا ہے، یا پھر مرے دل سے کرتا ہے اور اجرِ عظیم سے محروم رہ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت بیان فرمائی ہے جو کسی عبادت کی عادت بنالے پھر اس میں حد سے گذر جائے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(اور رہبانیت تو ان لوگوں نے یہ بات دین میں اپنی طرف سے ایجاد کرلی تھی ہم نے ان پر اسے فرض نہیں کیا تھا، ہاں یہ بدعت انھوں نے اللہ کی رضا چاہنے کے لئے پیدا کی تھی، پھر انھوں نے پورے طور سے اس کی رعایت نہیں کی)، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات پر شرمندگی کا احساس رہتا تھا کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے عطا کردہ عبادت میں تخفیف اور تکلف سے گریز کی رخصت کو آخر کیوں نہیں اپنالیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ محسنِ انسانیت، نبی رافت، رسولِ رحمت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی امت کے لئے عظیم رخصت اور کمالِ شفقت کا مظہر ہے، فرائض و واجبات کی ادائیگی تو ہر مکلّف پر لازم ہے، بے عذرِ شرعی ان میں تخفیف و تقلیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن خیر و صلاح اور تقوی و پرہیزگاری کے وہ تمام اعمال جن پر وعدۂ اجر و ثواب ہے اور ترک پر کوئی عقاب و عتاب نہیں ہے، ان کے بارے میں واضح ہدایت فرمادی کہ ایسا عمل اختیار کرنے سے گریز کرو جو قدرت سے باہر اور نفس پر شاق ہو؛ کیونکہ اس طرح کے معمولات پر عموماً استقامت نہیں رہ پاتی، طبیعتوں میں کسل و فتور پیدا ہوجاتا ہے، اخلاص میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور امتدادِ زمانہ سے عبادت کا ذوق وشوق سرد پڑجاتا ہے، بلکہ ایک وقت وہ آتا ہے کہ اس عمل سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آدمی حیلے بہانے تلاش کرنے لگتا ہے، بالآخر وہ اس عمل کو کلی یا جزئی طور پر چھوڑ بیٹھتا ہے، اور اجرِ عظیم وخیرِ کثیر سے محروم ہوجاتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ ایسے عمل کا انتخاب کرو جو تکلف وافراط سے پاک ہو، جس کی ادائیگی میں ذہنی یکسوئی بھی ہو اور قلبی اطمینان بھی اور جس پر آسانی کے ساتھ مواظبت و مداومت برقرار رکھی جاسکے، خواہ یہ عمل اپنی مقدار میں بہت تھوڑا اور مستحبات کی فہرست میں سب سے آخری درجہ میں شمار ہوتا ہو۔

مفتی جی! سچ بتایئے آخر یہ کون سا دین ہے جہاں فرائض و واجبات کی پابندی کی کوئی فکر نہیں، اور نذر و نیاز کی مداومت پر حدیثِ مذکور سے اچھل اچھل کر استدلال کیا جائے؟ کیا روزِ آخرت اپنے قول وعمل کا حساب نہیں دینا ہے؟ آخر عقل سے ماورا نہیقی منطقی استدلال کیا فائدہ پہنچائے گا؟

ملا جی! یہ حدیث شریف ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی)، ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا)، ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے) اور ﴿لَا تَغْلُوا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ (اپنے دین میں زیادتی نہ کرو) کی تفسیر ہے، اور (أحبّ الدين الى الله الحنيفيّة السمحة) ۔

(البخاری ، ترجمة الباب ، و مسند أحمد عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ، رقم الحدیث : ۲۱۰۷) حق اورآسان دین ہی اللہ تعالیٰ کوسب سےزیادہ پسند ہے)
اور(یسّروا ولاتعسّروا ، بشّروا ولاتنفّروا) ۔(البخاری، عن أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه ، رقم الحدیث : ۶۹ ، و مسلم ، رقم الحدیث : ۴۶۲۲) لوگوں پرآسانی کرو،سختی نہ کرو،اورخوشخبری سناؤ،نفرت مت دلاؤ) کی عظیم تشریح وتوضیح ہے۔

اس حدیثِ پاک سے ایک دوسری حدیث شریف کے معنی کی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے:

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’ ان الدین یسر ، ولن یشادّ الدین أحد الاّ غلبه ، فسددوا وقاربوا وأبشروا ، واستعینوا بالغُدوة والروحة وشئ من الدُّلَجة .‘‘ (البخاری ، رقم الحدیث : ۳۹)

بے شک دین آسان ہے، جوبھی دین میں سختی کرے گا دین اس پرغالب آجائے گا، سیدھی راہ چلو،میانہ روی اختیارکرواورخوشخبری سناؤ،اورصبح وشام اوررات کے کچھ آخری حصہ میں سفرکرکے مددحاصل کرو۔

امام ابن حجرعسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن منیر کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

’’فی هذا الحدیث علم من أعلام النبوة ، فقد رئینا و رأی الناس قبلنا أن كل متنطع فی الدین ینقطع ، ولیس المراد منع طلب الأكمل فی العبادة ؛ فانه من الأمور المحمودة ، بل منع الافراط المؤدی الی الملال ، أو المبالغة فی التطوع المفضی الی ترك الأفضل ، أو اخراج الفرض عن وقته.‘‘ (فتح الباری ۱/۳۹)

یہ حدیث شریف نبوت کی دلیل ہے، ہم اورہم سے پہلے لوگ یہ دیکھ چکے ہیں کہ

دین میں بال کی کھال نکالنے والاختم ہوجاتا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اکمل وافضل عبادت کی طلب ناپسندیدہ چیز ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوافل ومستحبات میں حد سے زیادہ بڑھ کرمبالغہ نہ کیا جائے کہ اس سے افضل ترک ہوجائے،اورفرض وواجب قضا ہوجائے۔

محترم قارئین! یہ کیسی علمی خیانت اوردین کے نام پرصریح بددیانتی ہے کہ جوحدیث شریف طاعات وعبادات اورنوافل ومستحبات میں اقتصادووسطیت کی تعلیم دے رہی ہے اسی کو کمالِ بے حیائی سے تعمق وتکلف اورتنطع وتقشّف کی مداومت پردلیل بناکرپیش کردیا گیا ہے۔

یہ حدیث شریف نوافل ومستحبات میں وسطیت ومیانہ روی اختیارکرنے کے سلسلہ میں جوامعِ کلم کے قبیل سے ہے، جس کی توضیح وتشریح میں مجھ جیسا بے بضاعت بھی بتوفیقِ الٰہی سیکڑوں صفحات لکھ سکتا ہے۔ذرااس فہرست کوملاحظہ فرمائیے:

❁ تیجہ۔
❁ دسواں۔
❁ بیسواں۔
❁ چالیسویں۔
❁ ششماہی۔
❁ برسی۔
❁ عرس۔
❁ فاتحہ اورمروجہ نذرونیاز۔
❁ قبرپرچادریں چڑھانا، جوبسا اوقات ایک سے زیادہ ہوتی ہیں، اورکچھ چادریں تولاکھوں روپئے قیمتی ہوتی ہیں۔
❁ قبرپراذان دینا۔
❁ قبرپرگنبد بنانا۔
❁ پختہ قبربنانا۔

۞ مزار کی عالی شان عمارت، بیش قیمت فرنیچر، اعلیٰ تزئین وآرائش اور لاجواب کشیدہ کاری۔

۞ محرم الحرام کا کھچڑا۔

۞ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی سبیل۔

۞ رجب المرجب کی پوڑیاں۔

۞ شب برات کا حلوا۔

۞ گیارہویں شریف اور بارہویں شریف کا جشن وجلوس۔

۞ چھٹی شریف۔

۞ توشہ شریف۔

۞ صحنک۔

۞ اذان کے بعد مروجہ صلوۃ۔

۞ نماز کے بعد روضۂ انور کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر سلام۔

۞ میلاد شریف۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان امور سے متعلق ہم اپنا موقف پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، اور اب ایک بار پھر کھلے لفظوں میں بتادیں، بلکہ حافظ شیرازی سے ایک شعر مستعار لے کر اور معذرت کے ساتھ معمولی تصرف کر کے اعلان کرتے ہیں:

فاش می گویم واز گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

کہ مذکورہ تمام امور اگر منکرات ومناہیِ شرعیہ سے خالی ہوں تو ان کے جواز کا انکار شریعت پر افترا، وبہتان ہے، جس چیز کو اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ نے منع نہیں فرمایا اسے منع کرنے کا حق مخلوق میں کسی کو نہیں پہنچتا، اور ان امور کو ناجائز وحرام یا شرک و بدعت کہنے والے اس دور میں عموماً وہابی، دیوبندی اور غیر مقلد ہیں جن کی گمراہی وضلالت اور کفر و

ارتداد پر علماءِ اہل سنت کا اجماع قائم ہو چکا ہے۔ فضلِ الٰہی سے ایسے صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے اجر وثواب کی امید ہے جو حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے حسنِ نیت کے ساتھ مذکورہ معمولات کو انجام دیتا ہے، تاہم یہ امور بدعاتِ حسنہ کے قبیل سے ہیں، ان کے ساتھ فرائض وواجبات اور سنن ومعمولاتِ ثابتہ متوارثہ کا معاملہ نہ کیا جائے، ان میں تکلف وتنطّع اور افراط وغلو سے گریز کیا جائے، غیر شرعی قیود وحدود کے اضافہ سے احتراز کیا جائے اور اہلِ علم وذمہ داران کو چاہئے کہ ان امور پر ایسی مداومت ومواظبت نہ کریں جس سے عوام کو فرض وواجب یا سنت وعملِ متوارث کا گمان ہونے لگے، اگر یہ اندیشہ ہو تو گاہے بہ گاہے ان کو علانیہ طور سے ترک بھی کر دیا کریں۔

ہمارا موقف یہ بھی ہے کہ جو صحیح العقیدہ مسلمان مذکورہ امور ومعمولات کو جائز ومستحب جانتا اور مانتا ہے، لیکن نادراً یا عادۃً ان کا تارک بھی ہے، تو اس پر شرعاً کسی قسم کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، نہ اس کو گنہگار کہا جا سکتا ہے اور نہ سنیت ومسلک سے خارج کیا جا سکتا ہے، اور جو شخص ضروریاتِ دین وضروریاتِ اہلِ سنت کے قائل و عامل کو محض امورِ مذکورہ پر مداومت نہ کرنے کی وجہ سے اسلام وسنیت سے خارج قرار دیتا ہے وہ مفتری وکذاب، دجال ومکار، جاہل وگمراہ اور شریعت سے غافل سفیہ واحمق ہے۔

ہمارے مذکورہ موقف کی دلیل قرآنِ کریم کے ارشادات اور وہ تمام احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں سے کچھ کا بیان اوپر ہو چکا، مزید کچھ دلائل ومتمسکات یہ ہیں:

۞ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جمعہ کے خطبۂ ثانیہ میں منبر سے ایک سیڑھی اترنے اور پھر چڑھ جانے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ (کہ عوام سنت سمجھ لیں گے) نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے، نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اسے بھی ترک کر دیں تا کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ"۔ (فتاویٰ رضویہ ۸/۴۲۳)

وجہ استدلال:

جب علماء کے ساتھ مخصوص فعل کے بارے میں یہ حکم ہے کہ عوام کے اندیشۂ مسنونیت کی وجہ سے اس کو کبھی کبھی ترک کر دینا چاہئے، تو فعلِ عام جس میں علماء وعوام سبھی شامل ہیں اور اندیشہ صرف مسنونیت کا نہیں بلکہ فرضیت ووجوب کا ہے، لہٰذا اس کو بدرجۂ اولیٰ ترک کر دینا چاہئے، اور حکیمانہ اسلوب میں اصل مسئلہ کی نوعیت واضح کرتے ہوئے اعلانیہ طور پر ترک کرنا چاہئے؛ تاکہ تمام اندیشے بھی دور ہو جائیں اور اعداءِ اہلِ سنت کی بہتان طرازیوں اور الزام تراشیوں کی قلعی بھی کھل کر پوری دنیا کے سامنے آ جائے۔

۞ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ویکره أن یوقت کالسجدة والانسان لفجر الجمعة، والجمعة والمنافقین للجمعة. قال الطحاوی والاسبیجابی: هذا اذا رآه حتما یکره غیره. أما لو قرأ للتیسیر علیه، أو تبرکا بقراءته ﷺ فلاکراهة، لکن بشرط أن یقرأ غیرهما أحیانا لئلا یظن الجاهل أن غیرهما لایجوز. والحق أن المداومة مطلقا مکروهة سواء رآه حتما یکره غیره أولا؛ لأن دلیل الکراهة لایفصل وهو ایهام التفضیل وهجر الباقی. لکن الهجران انمایلزم لو لم یقرأ الباقی فی صلاة أخری، فالحق أنه ایهام التعیین، ثم مقتضی الدلیل عدم المداومة لاالمداومة علی العدم کما یفعله حنفیّة العصر، بل یستحب أن یقرأ بذلك أحیانا تبرکا بالمأثور، فان لزوم الایهام ینتفی بالترك أحیانا." (فتح القدیر ۱/۳۴۴)

جمعہ کے دن نمازِ فجر کے لئے "سورۃ السجدۃ" اور "سورۃ الانسان" اور نمازِ جمعہ کے لئے "سورۃ الجمعۃ" اور "سورۃ المنافقین" متعین کر لینا مکروہ ہے۔ امام طحاوی اور اسبیجابی کہتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب اس تعیین کو لازم جانے اور غیر کو مکروہ

سمجھے، ہاں اگر آسانی یا رسولِ اکرم ﷺ کی تلاوت سے تبرک حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو کراہت نہیں ہے، بشرطیکہ کبھی کبھی ان کے علاوہ بھی پڑھ لیا کرے تاکہ جاہل کو یہ گمان نہ ہو کہ ان کے سوا جائز نہیں۔ حق یہ ہے کہ (مذکورہ) مداومت مطلقاً مکروہ ہے، خواہ ان کو لازم اور غیر کو مکروہ جانے یا نہ جانے؛ اس لئے کہ دلیلِ کراہت ابھی بھی موجود ہے، یعنی ایہامِ تفضیل اور باقی کا ترک، ہاں ترک اس وقت لازم آئے گا جب باقی کو کسی دوسری نماز میں بھی نہ پڑھے، لہٰذا حق یہ ہے کہ یہاں ایہامِ تعیین ہے۔ خیال رہے کہ دلیل کا اقتضاء عدمِ مداومت ہے مداومتِ عدم نہیں ہے، جیسا کہ احنافِ زمانہ کرتے ہیں (یعنی مذکورہ سورتوں کو فجرِ جمعہ اور نمازِ جمعہ میں بالکل پڑھتے ہی نہیں ہیں) بلکہ مستحب یہ ہے کہ سنت سے تبرک کی نیت سے کبھی کبھی ان کو بھی پڑھ لے، اس طرح ترک سے ایہامِ تعیین کا محذور ختم ہو جائے گا۔

وجہِ استدلال:

جمعہ کے دن فجر میں "سورۃ السجدۃ" اور "سورۃ الانسان" اور نمازِ جمعہ میں "سورۃ الجمعۃ" اور "سورۃ المنافقین" پڑھنا سنت ہے۔ (البخاری، رقم الحدیث: ۸۹۱، ومسلم، رقم الحدیث: ۲۰۶۸) لیکن اب کسی امام کا مذکورہ نمازوں میں ان سورتوں پر مداومت کرنا مکروہ وممنوع ہے؛ کیونکہ اس سے جاہل یہ سمجھ سکتا ہے کہ مذکورہ نمازوں میں ان سورتوں کے علاوہ اور کوئی سورت پڑھنا جائز نہیں ہے، نیز اس میں ایہامِ تفضیل وتعیین بھی ہے، لہٰذا حکم یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنے کی نیت سے گو ان سورتوں کو احیاناً پڑھنا مستحب ہے، تاہم کبھی ترک بھی کر دینا چاہئے تاکہ ایہام مذکور لازم نہ آئے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ جب ایہام کی وجہ سے فعلِ مسنون پر مداومت مکروہ ہے، تو مذکورہ معمولات جو کہ مسنون بھی نہیں ہیں، بلکہ شرع سے ان کا کوئی مطالبہ بھی نہیں ہے، ایہامِ فرض وواجب سے بچنے کے لیے ان پر مداومت بدرجہ اولیٰ مکروہ وممنوع ہوگی۔

۞ احادیثِ مبارکہ میں جماعت کے بے شمار فضائل وترغیبات اور ترکِ جماعت پر ہولناک تہدیدات ووعیدات ارشاد فرمائی گئی ہیں اور جماعت کے احکام وفوائد اور اسرار و

حِکَم سے کتبِ فقہ وسلوک معمور ہیں، لیکن ہمارے فقہاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ تراویح، کسوف اور استسقاء کے سوا تمام نوافل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب غزی تمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۱۰۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"لایصلی الوتر والتطوع بجماعة خارج رمضان."

(تنویر الأبصار ۲/۵۰۰)

رمضان کے علاوہ وتر اور نفل با جماعت نہ پڑھے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۸۸ھ) اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"یکره ذلك علی سبیل التداعی، بأن یقتدی أربعة بواحد، ولاخلاف فی صحة الاقتداء اذلامانع." (الدرالمختار ۲/۵۰۰)

یہ تداعی کی صورت میں مکروہ ہے، اس طرح کہ چار لوگ کسی کی اقتدا کریں، ہاں اقتدا بغیر کسی اختلاف کے درست ہے؛ کیونکہ کوئی مانع نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت حلیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"الظاهر أن الجماعة فيه غير مستحبة، ثم ان كان ذلك أحيانا كما فعل عمر (بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه) كان مباحا غير مكروه، وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث." (ردالمحتار ۲/۵۰۰)

ظاہر یہ ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں، ہاں اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے کیا تو بغیر کراہت کے جائز ہے، اور مداومت و پابندی کے طور پر ہو تو بدعتِ مکروہہ ہے؛ کیونکہ یہ متوارث طریقہ کے خلاف ہے۔

مجدد اعظم سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعتِ نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامۂ کتبِ مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں، اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا، جمع کرنا، اور اسے کثرتِ جماعت لازمِ عادی ہے، اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز، اور تین میں اختلاف، اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔"

(فتاویٰ رضویہ ۷/۴۳۰)

وجہِ استدلال:

جماعت کا حکم ایسا تاکیدی ہے کہ بعض فقہاءِ کرام نے اس کو فرض عین تک کہا ہے، اور تکبیر سننے کے بعد جماعت میں شامل نہ ہونے والے کو احادیثِ مبارکہ میں بدبخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر اور منافق فرمایا گیا ہے، لیکن استثنائی صورتوں کے علاوہ تداعی کے ساتھ نوافل کی جماعت خلافِ مستحب اور مکروہ ہے، اور اس پر مداومت و پابندی بدعتِ مکروہہ ہے؛ کیونکہ یہ طریقہ ماثور ومتوارث نہیں ہے۔ ہماری عرض یہ ہے کہ جماعت کا تاکیدی حکم ہونے کے باوجود نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ وخلافِ مستحب ہے اور نفل وتوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس پر مداومت بدعتِ مکروہہ ہے، جب وتر اور نوافلِ ثابتہ کا یہ حکم ہے تو مراسم ومعمولاتِ مذکورہ جو فی نفسہ جائز ومباح ہیں ان کا حکم اور سخت ہوگا، علی الاقل یہی کہ ان پر مداومت بدعتِ مکروہہ ہے۔

ناظرینِ کرام! ابھی سلسلۂ دلائل جاری ہے، یہاں مجھے امام ابوطالب مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نصیحت یاد آرہی ہے، جو آپ نے احیاءِ سنت واماتتِ بدعت، تبلیغ ودعوت، اصلاح وتربیت اور توجیہ وارشاد کی خدمت انجام دینے والے علماء ومصلحین کو فرمائی تھی، آپ فرماتے ہیں:

"كان هشام بن عروة يقول: لاتسألوهم اليوم عماأحدثوا؛ فانهم قد أعدوا له جوابا، ولكن سلوهم عن السنن؛ فانهم

"لايعرفونها." (المدخل لابن الحاج ۱/۳۰۱)

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: لوگوں سے آج ان کی بدعات کے بارے میں مت پوچھو؛ کیونکہ انھوں نے اس کا جواب تیار کر رکھا ہے، بلکہ ان سے سنتوں کے بارے میں سوال کرو؛ کیونکہ وہ ان کے بارے میں جانتے ہی نہیں ہیں۔

یہ حکیمانہ ارشاد آج کے حالات پر صد فی صد منطبق ہے، دین کا شاید کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں بدعات ومنکرات کو فضیلت وکرامت اور اجر وثواب کے نام پر داخل نہ کر دیا گیا ہو، جب کہ سنن وتعلیماتِ اسلام سے بے اعتنائی کا حال یہ ہے کہ لوگ ان کے بارے میں جانتے ہی نہیں ہیں۔

تعارف

شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ وہ جلیل القدر عالم ربانی اور عارف باللہ ہیں، جن کے بارے میں "عوارف المعارف" سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نقل فرماتے ہیں:

"شیخ ابوطالب مکی علیہ الرحمہ کا قول معتبر ومستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں، حال میں صاحب کمال ہیں، اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں، اور تقوی وورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے، اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکرِ کامل رکھتے ہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۵۵۷)

امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جر الأمر الى اعتياد البدع وينسبها أكثرالعوام الى الشرع بسبب حضور من يقتدى بهم، فظن أكثر العوام أن ذلك من المشروع." (المدخل ۱/۳۰۷)

بدعات کو عادت بنالینے کا حال یہ ہے کہ دینی قائدین کی شمولیت کی وجہ سے عوام کی اکثریت انہیں شریعت کی جانب منسوب کر کے دینی کام سمجھنے لگی ہے۔

امام موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ میں رائج میت کے تیجہ وغیرہ کی رسم پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يحذر مما أحدثه بعضهم من فعل الثالث للميت وعملهم الأطعمة فيه حتى صار عندهم كأنه أمر معمول به، ويشيعونه كأنه وليمة عرس، ويجمعون لأجله الجمع الكثير من الأهل والأصحاب والمعارف، فان بقى أحد منهم ولم يأت وجدوا عليهم الوجد العظيم، ثم انهم لم يقتصروا على ذلك حتى يقرؤا هناك القرآن العظيم على عوائدهم المعهودة منهم بالألحان والتطريب الخارج عن حد القراءة المشروعة بسبب الزيادة والنقصان المتفق على تحريمها، ويأتون مع ذلك بالفقراء يذكرون و يحرفون الذكر عن مواضعه على الترتيب المعروف عندهم، وبعضهم يزيد على ذلك فيأتى بالمؤذنين يكبرون كتكبير العيد على ما مضى من عادتهم، وقد صار هذا الحال فى هذا الزمان أمرا معمولا به حتى لوتركه أحد منهم لكثر فيه القيل والقال، فكيف لو أنكر ذلك، ثم انضم اليه أنهم يتكلفون فيه التكليف الكثير لأجل مايحتاجونه من العوائد فى ذلك، ومنهم من يأتى بالواعظ الى الرجال، ومنهم من يأتى بالواعظة الى النساء، ويزيدون فى أقوالهم وينقصون و يحرفون بعض ذلك و يفهمون غير المراد، و يتفوهون باطلاق أشياء لاينبغى ذكرها على رؤوس الأشهاد، والقبائح و المفاسد موجودة فى الاجتماع للثالث والسابع وتمام الشهر و تمام السنة وفى أى موضع فعل ذلك فيه من بيت أو قبر أو غيرهما كل ذلك يمنع.

وكذلك يحذر مما أحدثه بعضهم من فعل التهليلات لموتاهم وجمعهم الجمع الكثير لذلك ، ويحتجون على فعل ذلك بما حكى عن بعض الشيوخ من المتأخرين أنه رأى فى منامه بعض الموتى فى عذاب ، فذكر : لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ سبعين ألف مرة ، ثم أهداها له ، فرآه فى منامه بعد ذلك فى هيئة حسنة ، فسأله عن ذلك فأخبره أنه غفر له باهدائه له ثواب السبعين ألفا . وهذا ليس فيه دليل من وجهين : أحدهما : أنه منام ، والمنام لايترتب عليه حكم . والثانى : أنه انمافعلها وحده فى خاصة نفسه ، وأهدى له ثوابها ، ولم يجمع لذلك الناس كما يفعلون فى هذا الزمان من الشهرة حتى صار ذلك عندهم أمرا معمولا به ، وأما لو فعل ذلك أحد فى خاصة نفسه وأهدى ثوابه لمن شاء فلايمنع ؛ لأنه قد فعل خيرا" (المدخل ٣/٢٧٨، ٢٧٩)

مذکورہ اقتباس کو بغور پڑھئے اور امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں رائج رسومِ میت سے آج کی رسوم کا موازنہ کیجئے، اور بہتر ہوگا کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کے تبصروں اور اس سلسلہ کی مختلف عبارتوں کو بھی سامنے رکھ لیجیے، اس کے بعد انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔

تعارف

امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی معروف با بن الحاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۷۳۷ھ) مشاہیر علماءِ محققین، و اکابرینِ اصفیاء میں بلند مقام رکھتے ہیں، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں جگہ جگہ آپ کی تحسین فرمائی ہے اور آپ کے اقوال سے استناد واستدلال فرمایا ہے۔

یہ چند امور سرسری طور پر عرض کردیئے گئے جن سے اہلِ حق وانصاف پر یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ مذکورہ امور میں غلو وافراط اور تقصیر وتفریط کے درمیان راہِ اعتدال اختیار کرنا ہی اہلِ سنت وجماعت کا موقف ہے۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس کی گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب وسنت اور دیگر دلائلِ شرعیہ سے اس مسئلہ کی ایسی تنقیح پیش کی جائے گی، جس سے وہم وگمان اور ظن وتخمین کے وہ سارے پردے چاک ہوجائیں گے، جنہیں حقائق کے رخ پر ڈال کر کاروباری طبقہ اپنی تجارت کو بڑھاوا دینے میں لگا ہوا ہے۔

بدبودار جہالت کے مزید کچھ نمونے

میں نے اپنے اس مضمون میں بار بار کوشش کی کہ متانت وسنجیدگی اور تحمل وشائستگی کے ساتھ حقائق کو سامنے لایا جائے، لیکن قارئینِ کرام سے معذرت خواہ ہوں کہ میں اپنی اس کوشش میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکا، میری مجبوری یہ ہے کہ "خبط نگار" جہالت وگمراہی اور تعصب وعناد کی اس نچلی سطح سے تجہیل وتضلیل میں مصروف ہے جہاں تک جانے کے لئے متانت وتحمل کا منفی رخ استعمال کرنا ناگزیر ہے۔

محترم قارئین! نابالغ مفتی بصارت وبصیرت سے ایسا محروم ہے کہ اپنے نفسِ خبیث وخسیس اور لعین ابلیس کے سکھائے ہوئے ہتھکنڈے کے مطابق صرف یہی جگالی کرنے میں مگن ہے کہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ مراسمِ اہل سنت کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جھوٹ، فریب، مکاری، دجالی، عیاری، نانجاری اور گمراہی پر مبنی خطرناک افتراء ہے۔ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اپنی کسی تحریر یا تقریر میں ایسی بات نہ کبھی کہی ہے اور نہ صبحِ قیامت تک کوئی شخص اس کا ثبوت پیش کرسکتا ہے، ہاں جو بات انہوں نے کہی ہے اس کا خلاصہ وہی ہے جو بار بار لکھا جاچکا کہ یہ امور فرض وواجب نہیں، لہٰذا ان کے ساتھ فرض وواجب کا معاملہ نہیں کیا جانا چاہئے، ان کے کرنے پر ثواب کی امید ہے، اور نہ کرنے پر کوئی عقاب وعتاب نہیں، آج کل ان امور کی حالت یہ ہے کہ عوام کا بڑا طبقہ ان کے ساتھ فرض وواجب کا

سلوک کرتا ہے، بلکہ حالت یہ ہے کہ عملی طور پر ان کو فرض وواجب پر مقدم رکھا جاتا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان کو کبھی کبھی ترک بھی کردیا جائے، تاکہ ہر قسم کی بدگمانی سے بچا جاسکے۔

ملاجی! چونکہ تم خود علم دین سے کورے اور محض نابلد ہو اور تمہارا مبلغِ علم ادھر ادھر کی دوچار رٹی رٹائی اوٹ پٹانگ باتیں ہیں، اسی لئے میاں جی جس حدیث شریف کو کتر بیونت کرنے کے بعد اپنے شیطانی موقف کے اثبات کے لئے پیش کرتے ہو، وہ حقیقت میں تمہارے لئے ندترین موت کا پیغام اور جہالتِ فاحشہ کو طشت از بام کرنے کے لئے کافی ثابت ہوتی ہے۔

مسٹر مفتی! حدیث شریف سے تمہارا کیا علاقہ؟ بدعاتِ سیئہ اور منکرات ومحدثاتِ شنیعہ تمہارا کل اثاثہ ہے۔

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ اہل ایمان کی غیر متبدل علامت ہے

ملاجی سنئے! ﴿لا الٰـه الّاالله﴾ کا اقرار اور اس کی تصدیق، ایمان کی اساس اور مومن کی علامتِ عظمیٰ اوائل اسلام میں بھی تھی، آج بھی ہے، اور صبحِ قیامت تک رہے گی، یہ غیر متبدل علامت ہے، تم جیسے بازاری لوگوں کی بکواس اس علامت کو متاثر اور متزلزل نہیں کرسکتی، تم نے کہیں سے جاہلانہ طور پر اچک لیا اور بک دیا:

''اول اسلام میں فرمایا گیا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا جنتی ہوگیا کہ اس وقت کلمہ پڑھنا ہی ایمان کی علامت تھی''

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری منڈلی کے تمام جگادری مل کر کوئی ایک حدیث سندِ صحیح یا حسن کے ساتھ ایسی پیش کردو جس میں ارشاد فرمایا گیا ہو کہ اوّل اسلام میں کلمہ پڑھنا ہی ایمان کی علامت تھی، جو بعدِ ہجرت یا سید عالم ﷺ کے وصال فرمانے سے پہلے کسی وقت ختم کردی گئی ہو۔

میاں مفتی جی! لاالٰـه الا اللّٰـه کہنے والا جنتی ہے، اس مفہوم کی متعدد احادیثِ صحیحہ

حسنہ ہمارے پیش نظر ہیں، مثلاً:

❁ امیر المؤمنین، ذوالنورین، سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من مات وهو يعلم أنه لااله الّا الله دخل الجنّة.

(مسلم ، رقم الحديث : ٢٦)

ملاجی! کیا یہ بھی اوّل اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر کی رفاقت کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أشهد أن لااله الّا الله ، و أني رسول الله .لايلقى اللّٰهَ بهما عبدٌ،غير شاكّ فيهما الّا دخل الجنة.' (مسلم ، رقم الحديث : ٢٧)

مفتی جی! کیا یہ بھی اوّل اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يا أباهريرة ! و أعطاني نعليه، قال : اذهب بنعليّ هاتين، فمن لقيت من وراء هذا الحائط يشهد أن لااله الّا الله مستيقنا بها قلبه فبشره بالجنّة .الحديث............" (مسلم ، رقم الحديث : ٣١)

ملاجی! کیا یہ بھی اوّلِ اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"مامن أحد يشهد أن لااله الّا الله وأن محمدارسول الله صدقا من قلبه الا حرمه الله على النار." (البخاری ، رقم الحديث : ١٢٨)

مفتی صاحب! کیا یہ بھی اوّل اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

۞ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أتانی آتٍ من ربی فأخبرنی ، أو قال : بشرنی : أنه من مات من أمتی لایشرك باللّٰه شیئا دخل الجنة . فقلت وان زنی وان سرق؟ قال : وان زنی وان سرق." (البخاری، رقم الحدیث : ۱۲۳۷)

ہاں جناب! کیا یہ بھی اوّل اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

۞ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من مات یشرك باللّٰه شیئا یدخل النار ، وقلت : أنا من مات لایشرك باللّٰه شیئا دخل الجنة." (البخاری ، رقم الحدیث : ۱۲۳۸)

بولئے مسٹر مفتی جی! کیا یہ بھی اوّل اسلام میں فرمایا گیا تھا؟

ملا جی! ان احادیث کو اوّلِ اسلام کے ارشادات پر محمول کرنا ان احادیث کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأما ماحكاه (الامام القاضی عیاض رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بصیغة التمریض فی قوله : فحكی . مشیرا الی الضعف) عن ابن المسیّب وغیره فضعیف باطل ، وذلك لأن راوی أحد هذه الأحادیث أبوهریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وهو متأخر الاسلام ، أسلم عام خیبر سنة سبع بالاتفاق ، وكانت أحكام الشریعة مستقرة ، وكانت الصلاة والصیام والزكوة و غیرها من الأحكام قد تقرر فرضها ، وكذا الحج علی قول من قال:فرض سنة خمس أو ست وهما أرجح من قول من قال سنة تسع. واللّٰه تعالیٰ أعلم . (شرح النووی ۱/ ۲۲۰)

مفتی جی! اگر ان احادیث کا معنی سمجھنا ہو تو پہلے ایک عالمِ دین کی شان میں گستاخی کے بھیانک جرم سے توبہ کر کے اپنے ایمان کی اصلاح کیجئے، اور اس کے بعد حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ کی درسگاہ کے فیض یافتہ کسی عالم کی جانب رجوع کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری جہالت اور ضلالت دونوں کا خاطر خواہ علاج کر دیا جائے گا۔

چلتے چلتے صرف ایک نسخہ حاضر ہے باقی آئندہ ان شاء اللّٰه تعالیٰ۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک تو حقیقت امر یہ ہے کہ بیشک صرف ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ نجات کا ضامن ہے، اور اسی سے وہ ملعون قول کہ ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ﷺ ﴾ کی معاذ اللہ حاجت نہیں کفر خالص ہے، ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ سے فقط الفاظ مراد نہیں، بلکہ اس کے معنی کی تصدیق، سچے دل سے ایمان لانا کہ جس ذات جامع جمیع کمالات، منزہ از جمیع عیوب ونقائص کا علَم پاک واقع میں اللہ ہے، جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ﷺ ﴾ کو افضل الرسل وخاتم النبیین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے، جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔ جس نے اللہ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ کو جانا، اسی نے ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ مانا، اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ کو جانا نہ ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ مانا، مثلاً جو شخص ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ﷺ ﴾ کو نہ مانے وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے ایسے کو اللہ سمجھتا ہے جس نے ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ﷺ ﴾ کو نہ بھیجا، اور وہ ہرگز اللہ نہیں اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے، یہ اللہ پر مؤمن نہیں، بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے، اللہ یقیناً وہ ہے جس نے ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ﷺ ﴾ کو حق

کے ساتھ بھیجا، تو اللہ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کرلو‘‘۔ **الی آخر ماأجاد و أفاد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔** (الملفوظ۲/۷۷،۷۸)

ملا جی ! یہ ہے تمہاری جہالت کی موت، جس بات کو اپنے لئے دلیل سمجھتے ہو وہی تمہاری تذلیل کا سب سے مؤثر ہتھیار بن جاتی ہے۔﴿ **اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا** ﴾

شرحِ فقہ اکبر اور اہل سنت کی علامت

مفتی جی ! حدیث پاک میں ڈنڈی مارنے کے بعد تم نے کسی بیساکھی کے سہارے حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرحِ فقہ اکبر کا بھی ایک حوالہ لکھا ہے، مگر افسوس تمہاری خیانت سے یہ بھی محفوظ نہیں ہے۔

چونکہ علم و معرفت سے تو آپ کا کوئی علاقہ ہے نہیں، لہٰذا شرح فقہ اکبر کا مطالعہ کرنا اور اس کو سمجھنا آپ کی دسترس اور بساط سے باہر ہے، اسی لئے کہیں سے نقل در نقل مار لی کہ:

’’کسی نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ سنی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: **حب الختنین تفضیل الشیخین والمسح علی الخفین۔**‘‘

مفتی جی ! سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ارشاد کو آدھا ادھورا پیش کر کے آپ نے جاہلانہ جبلت اور خادعانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام حاکم شہید ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۳۴ھ) کی کتاب ’’**المنتقی**‘‘ کے حوالہ سے لکھا ہے:

’’**سئل أبو حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ عن مذهب أهل السنة والجماعة ، فقال : أن تفضل الشيخين : أي أبابكر و عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما ، وتحب الختنين : أي عثمان و عليّا رضي اللّٰه**

تعالىٰ عنهما ، وأن ترى المسح على الخفين ، وتصلي خلف كل برّ و فاجر.‘‘ (منح الروض الأزهر، ص: ۲۳۰)

ملا جی ! یہ ہے پوری عبارت جو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ہے، اس سے آپ اپنی کتر بیونت کا اندازہ بآسانی کر سکتے ہیں۔

❁ مسٹر مفتی جی ! یہ ارشاد فرمائیں کہ اہلِ سنت و جماعت کی جو علامات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہیں کیا وہ اب علاماتِ اہلِ سنت نہ رہیں؟

❁ کیا تفضیل شیخین کے منکرین کا وجود دنیا سے ختم ہو گیا یا تمام دعویدارانِ اسلام تفضیل شیخین کے قائل ہو گئے؟

❁ کیا ختنین کریمین کی محبت کے منکرین اب نہیں پائے جاتے؟

❁ کیا اہل سنت و جماعت کے علاوہ کوئی اور بھی مسح علی الخفین کا قائل و عامل ہو گیا ہے؟

❁ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا امام اعظم کے دور میں کس معنی کے اعتبار سے اہل سنت کی علامت تھا جو آج نہیں رہا؟

❁ اہل سنت کی یہ علامات کب سے شروع ہوئی تھیں اور کب تک رہیں، مستند تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں ارشاد فرمائیں؟

حقیقی اہل سنت و جماعت اور مصنوعی و جعلی اہل سنت

مفتی جی ! سچی بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں جس طرح اہلِ سنت کی علامت کل تھیں آج بھی ہیں۔ہاں آپ نے اگر اہلِ سنت و جماعت کا کوئی مصنوعی مفہوم مخترع کرلیا ہو، اور اس کے مصداق موہوم افراد کے لئے یہ امور علاماتِ اہلِ سنت نہ رہے ہوں تو بات الگ ہے، لیکن اس سے حقیقی اہلِ سنت کی علامات پر کوئی حرف نہیں آتا؛ کیونکہ جعلی اہل سنت اور حقیقی اہل سنت دو مختلف حقیقتیں ہیں جن کی علامات بھی مختلف اور جداگانہ ہیں۔

حقیقی اہلِ سنت و جماعت کی علامت ایمان باللہ ہے اور یہ غیر متبدل ہے۔

جعلی اہل سنت کے یہاں یہ علامت پہلے تھی پھر بدل گئی۔

حقیقی اہلِ سنت کے یہاں نماز ایمان وکفر کے درمیان فرق وامتیاز اور سید عالم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے سبب عشقِ رسول ﷺ کی اہم علامت ہے۔

جعلی اہل سنت کے یہاں نماز ودیگر احکامِ شرع پر عمل کے بغیر عشق کے زبانی دعوے ایمان وکفر کے درمیان امتیاز اور نمایاں علامت ہیں۔

حقیقی اہل سنت کے یہاں حبِّ رسول ﷺ اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر فضول ہے۔

جعلی اہل سنت کے یہاں عشقِ رسول ﷺ بغیر اتباعِ رسول ﷺ کے مدارِ ایمان واصل الاصول ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت احیاءِ سنت اور اماتتِ بدعت ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت اہانت واماتتِ سنت اور احداث وایجادِ بدعت ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت امر بالمنکر اور نہی عن المعروف ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت افراط وتفریط سے بچ کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت افراط وغلو کو فروغ دینا ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت علماءِ حق کی تعظیم وتوقیر ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت علماءِ حق کی توہین وتحقیر ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت رزقِ حلال، صدقِ مقال اور اتباعِ نبی باکمال ﷺ ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت کسبِ خبیث، قولِ خسیس اور اختراعِ حدیث ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت شہداءِ کربلا خصوصاً شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت ووفاداری ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زبانی محبت وتعزیہ

داری ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت تمام صحابۂ کرام خصوصاً خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کرنا ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرتِ طاہرہ سے انحراف کی تعلیم دینا ہے۔

حقیقی اہلِ سنت کی علامت تحریف وتبدیل اور ترمیم وتعطیل کے بغیر احکامِ شرعیہ پر عمل کرنا ہے۔

جعلی اہلِ سنت کی علامت احکامِ شرعیہ میں اپنی طبیعت کے مطابق بے جا توجیہ وتاویل پیش کر کے ردّ وبدل کرنا ہے۔

وهناك فروق أخرى سنفصلها في موضعها ان شاء اللّٰه تعالىٰ .

آخری اور اصل دلیل پر اوّلین ضربِ ثقیل

ملاجی! تمہاری فطرت میں کجی اور تخریب ہے، اسی لئے حدیث شریف، ارشاداتِ ائمہ اور اقوالِ فقہاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تحریف کرنا تمہاری ناپاک سرشت کا حصہ ہے۔

❁ پہلے تو یہ سن لو ہم بشمول حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ مذکورہ تمام امور کے جواز بلکہ استحباب کے قائل ہیں، جس کو ہم بتمام وکمال پہلے بیان کر چکے ہیں، لہٰذا ان امور کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے تمہیں ادھر ادھر بھٹک کر اور ٹکریں مار کر اپنے شکم کرش خور کو خالی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے پاس دلائل کا ختم نہ ہونے والا عظیم سلسلہ ہے، جس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کے یہاں ایصالِ ثواب، میلادِ پاک، اعراسِ اولیاءِ کرام اور دیگر معمولات ومراسم آج جس شکل میں پائے جاتے ہیں اگر وہ منکراتِ شرعیہ سے پاک ہوں تو یقیناً جائز ومستحب ہیں، اگر کوئی اس کا انکاری ہو خواہ وہ تم جیسا جاہل وبلید ہی کیوں نہ ہو، وہ شرائط طے کر کے بحث ومناظرہ کے

لئے آمادہ ہوجائے، ان شاء اللہ تعالیٰ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا وہ منظر پیش کیا جائے گا کہ مخالف ومعاند کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔

❁ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم بشمول استاذِ گرامی حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ جواز و استحباب کا انکار ہی نہیں کرتے، بلکہ افضلیت و احبّیت، استحباب و استحسان اور باعثِ خیر و برکت ہونے کے قائل ہیں تو پھر استحباب و افضلیت بتانے کے لئے تمہاری پیش کردہ نابالغ دلیل سوائے اس کے کہ وہ تمہاری حماقت و سفاہت کو مزید آشکارا کرے اور کس کام کی ہے؟

❁ آپ کی ناقص ودم بریدہ دلیل آپ کے لئے کیا مفید اور ہمارے لئے کیا مضر؟

ملاجی! ''**درِّمختار**'' اور ''**ردالمحتار**'' کا خالی نام سنا ہے یا کبھی دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے؟ ویسے آپ کے حالات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ ان کتابوں سے آپ کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، آپ دولتی کے گدھے ہیں، تمہیں لات مار کر جو شخص جدھر ہانک دیتا ہے وہیں ٹیپوں ٹیپوں کرنے لگتے ہو، اور پھر الٹا سیدھا بوجھ لاد کر دوسری لات مارتا ہے تو وفادار ہیزم بردار بن کر رطب و یابس کا ڈھیر منزل پر لاکر پھینک دیتے ہو، تمہیں اس سے کیا غرض کہ اس بوجھ میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ یہی دیکھو تم نے کسی سے سن لیا یا کسی اردو وغیرہ کی کتاب سے اچک لیا اور جھٹ سے لکھ مارا کہ:

لیجئے درمختار باب المیاہ میں ''**والتوضؤ من الحوض أفضل رغما للمعتزلة**''

یعنی حوض سے وضو کرنا افضل ہے معتزلہ کو جلانے کے لئے، اسی جگہ شامی میں ہے: ''**لان المعتزلة لایجوزونه من الحیاض فنرغمهم بالوضوء منها**''

قارئین کرام! ہم نے جناب کی لسانی جہالتوں سے اپنی تحریر میں قصداً کسی طرح کا کوئی تعرض نہیں کیا ہے، وقت ضرورت ان شاء اللہ تعالیٰ اس حوالہ سے بھی سیر حاصل گفتگو کرکے اس کو چومیخا کریں گے، ہم نے بنیادی طور پر آنجناب کی شرعی جہالت وضلالت اور علمی خیانت ومداہنت کو مدنظر رکھ کر ابتدائی مرحلہ کی گفتگو کی ہے۔

ہم پہلے بھی عرض کرچکے ہیں کہ مفتی جی کی خیانت ومداہنت سے کوئی بھی نہیں بچ سکا ہے، تازہ ترین نقل کی خیانت ملاحظہ فرمائیے ''**در مختار**'' کی اصل عبارت یہ ہے:

''**التوضؤ من الحوض أفضل من النهر رغما للمعتزلة.**''

(**الدرالمختار، ص: ۳۱ دارالکتب العلمیة بیروت**)

جس سے مفضل علیہ (**من النهر**) اڑا دیا اور عبارت کو محلِّ اشکال وایراد بنا دیا۔

(**سنذکر الاشکال والایراد علی العبارة عند الاحتیاج ان شاء اللّٰہ تعالیٰ**)

اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو شرح فرمائی ہے اس کا ایک حصہ مفیدِ مطلب مردود سمجھ کر نقل کر دیا اور جس حصہ میں پیغامِ مرگ تھا اس کو گول کر دیا، پوری عبارت اس طرح ہے:

''**لأن المعتزلة لایجیزونه من الحیاض، فنرغمهم بالوضوء منها، قال فی الفتح: وهذا انما یفید الأفضلیة لهذا العارض، ففی مکان لایتحقق یکون النهر أفضل.**'' (ردالمحتار ۱/۳۳۳)

یعنی حوض سے وضو کرنا اس لئے افضل ہے کہ معتزلہ اس کو جائز نہیں مانتے، لہٰذا ہم حوض سے وضو کرکے ان کو چڑاتے ہیں، فتح القدیر میں فرمایا: افضلیت کا یہ حکم اسی عارض (معتزلہ کو چڑانے) کی وجہ سے ہے، لہٰذا جہاں یہ عارض نہ ہو وہاں نہر سے وضو کرنا افضل ہے۔

ملاجی! کچھ سمجھ میں آیا؟ تمہارے نابالغ استدلال کا جال تمہارے لئے کیسا بالغ وبال بن گیا؟ تمہاری اس آخری دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جو مذکورہ معمولات ومراسم کو ناجائز کہتا ہو اس کو جلانے اور چڑانے کے لئے ان پر عمل کرنا افضل ہے، اور جہاں یہ عارض نہ ہو (جیسے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کہ وہ ان تمام امور کو جائز ومستحب مانتے ہیں) وہاں ان امور کے بجائے ان سے بہتر صورت پر عمل کرنا افضل ہے، مثلاً ان امور سے بہتر فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام ہے، ان امور سے بہتر سننِ متروکہ کا احیاء وتجدید ہے اور ان امور سے بہتر بدعاتِ سیئہ ومحدثاتِ شنیعہ کی اماتت وتردید ہے۔

ملاجی! یہ ہے تمہاری عقلِ عقیم کا کرتوت کہ جس کو اصل دلیل سمجھے بیٹھے تھے اسی نے

پیچ چورا ہے پر تمہیں برہنہ اور ذلیل کردیا۔ جو ثعلبی مکر اور ابلیسی فریب تم نے دینے کی کوشش کی تھی اسی نے تمہارے دماغی تکاثف کو تحلخل میں تبدیل کردیا۔ ﴿ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾

مفتی جی! اب ذرا اپنی منڈلی کو لے کر کسی کمیلے کے دامن میں بیٹھنا، اور جاء الحق کے فرمان پر من پھٹنے تک من بھر کر منتھن کرنا اور برآمدہ نتائج کو محفوظ کرلینا، وقتِ ضرورت کام دیں گے۔

ملائے مجنون کی سفاہات وخبطیات

ملاجی نے اپنی جہالت کی تسکین کے لئے حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''جاء الحق'' اور ''مرآۃ المناجیح'' کے کچھ حوالے پیش کئے ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشّمس وابین من الامس ہے کہ ملاجی جاہل ہی نہیں بلکہ حد درجہ بدعقل بھی ہیں، جنہیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ موضوع کیا ہے اور بولنا کیا ہے، وہ بدمست شرابی کی طرح اناپ شناپ جھک جھک اور بک بک کرتے ہیں اور ماہواری کا ایک دوصفحہ قذارت سے آلودہ کرکے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

مسٹر خبطی! ہم نے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے ماقبل میں جو چند باتیں پیش کی ہیں وہ تمہاری حماقت وسفاہت، جہالت وبلادت اور ضلالت وغوایت کے لئے کافی ہیں، اگر تم نے غور سے کام لیا تو دوصورتوں میں سے کوئی ایک صورت ضرور پائی جائے گی: یا تو تم سچی توبہ کرکے ایک عالمِ ربانی کی شان میں اہانت وگستاخی کے جرم سے باز آجاؤ گے، یا پھر نجاست وغلاظت کے کسی گہرے گڑھے میں ڈوب کر بدترین موت کا شکار ہوجاؤ گے۔

ملاجی! اب تک جو لکھا گیا وہ محض سطحی، سرسری اور عابرانہ تبصرہ تھا، مجھے شدت کے ساتھ تمہاری چونچ کھولنے کا انتظار رہے گا؛ تاکہ آئندہ باضابطہ طور سے بتوفیقِ الٰہی تمہاری قلعی کھولی جاسکے اور تمہارے بدبودار نظریاتی لاشہ کو صحرائی درندوں کے سامنے پھینک کر اسلامی معاشرہ کو اس کے جراثیم سے متاثر ہونے سے بچایا جاسکے۔

خبط

''مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں''

حبط

❁ اگر مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں تو اس سے تمہارا کلیجہ کیوں پھٹتا ہے، اور پھر اس سے تمہاری بدعاتِ سیئہ کو کیا علاقہ؟؟

❁ کیا صحیح بخاری کا یہ باب دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی:

''باب فی العیدین و التجمّل فیهما''؟

❁ کیا مذکورہ باب کے تحت یہ حدیث شریف نظر میں نہیں آئی:

أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! ابْتَعْ هَذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ. فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَلْبَثَ ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : تَبِيعُهَا أَوْ تُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ . (صحيح البخاری ، رقم الحديث : ۹۴۸)

❁ کیا مذکورہ حدیث شریف اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عید کے دن عمدہ لباس پہننا مسنون ومستحب ہے؟

❁ اور اس سنت پر مداومت سے دنیا کے سب سے بڑے پاگل ودیوانہ کو بھی یہ وہم فاسد نہیں ہوتا کہ یہ فرض وواجب ہے، بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ عید کے دن حسبِ قدرت اظہارِ سرور وفرحت کے لیے عمدہ لباس پہننا مستحسن ہے، ہر دور کے غیر مستطیع مسلمانوں کا عید کے دن بوسیدہ لباس پہننا اور اس پر کسی کا طعن وتشنیع نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے

کہ کوئی مسلمان عید کے دن عمدہ لباس کو واجب نہیں سمجھتا۔

❁ کیا عید کے دن عمدہ لباس پہننے والے اور نمازِ عید نہ پڑھنے والے کو شریعتِ اسلامیہ وعرفِ مسلمین میں کوئی عزت وکرامت اور شرف وفضیلت حاصل ہے؟

❁ اگر نمازِ عید کو چھوڑ کر عمدہ لباس پہننا کوئی فضیلت وخوبی نہیں ہے تو میلاد شریف کی محفل التزاماً منعقد کرنا اور صاحبِ میلاد ﷺ کے احکام کی کھلے عام خلاف ورزی کرنا کیسے اَحبِّ اعمال وشعارِ اہلِ سنت بن گیا؟

❁ اگر نمازِ عید چھوڑنا اور عمدہ لباس پہننا کوئی بھلائی کا کام نہیں ہے تو فرائض و واجبات ترک کرنا اور تیجے دسویں وغیرہ پر مداومت کرنا کیوں کر فضیلت وخوبی اور ثواب و منفعت کے کام ہیں؟

❁ عید کے دن عمدہ لباس پہننا اور نذر ونیاز وغیرہ کرنا یہ دونوں چیزیں شرعاً ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور عادات میں سے کس باب کے تحت آتی ہیں؟

❁ دونوں کے اخذ وترک اور مداومت وعدمِ مداومت کے شرعی احکام کیا ہیں؟

❁ عید کے دن عمدہ لباس پہننے کی مداومت اور تیجے دسویں وغیرہ کی مداومت دونوں ایک درجہ میں ہیں یا مختلف ہیں؟

خبط

''ہر جمعہ کو غسل کرتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں''

حبط

❁ اس سے تم کیوں پریشان ہو، کیا مسلمانوں کے ہر جمعہ کو غسل کرنے اور خوشبو لگانے سے تمہاری نجاست وغلاظت اور نتانت وعفونت پر کوئی ضربِ کاری لگ جاتی ہے جس سے بے چین وپریشان ہو؟

❁ کیا تم اتنے بڑے جاہل واحمق ہو کہ جمعہ کے دن غسل کرنے کی عظیم سنت اور اس کے تاکیدی حکم سے بھی غافل وبے خبر ہو؟

❁ کیا غسلِ جمعہ سے متعلق احادیثِ صحیحہ صریحہ کے گلشن پر بہار میں کوئی ایک بھی حدیث نظر نہیں آئی؟

❁ کیا تم نے کسی سے نہیں سنا کہ سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ .

(صحيح البخاری ، رقم الحديث : ۸۷۷ ، وصحيح مسلم ، الرقم : ۱۳۹۳ ، عن سيدنا عبدالله بن عمر رضی الله تعالى عنهما)

❁ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ .

(صحيح البخاری ، الرقم : ۸۷۹ ، وصحيح مسلم ، الرقم : ۱۳۹۷ ، عن سيدنا أبی سعيد الخدری رضی الله تعالى عنه)

❁ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمرو بن سلیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يَسْتَنَّ وَأَنْ يَمَسَّ طِيبًا إِنْ وَجَدَ قَالَ عَمْرٌو أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ وَأَمَّا الِاسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللَّهُ أَعْلَمُ أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيثِ . (صحيح البخاری ، الرقم : ۸۸۰)

❁ کیا تمہیں ہوش نہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى .

(صحيح البخاری ، الرقم : ۸۸۳ ، ومسند أحمد بن حنبل ، الرقم :

۲۳۷۶۱عن سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ تعالی عنه)

❁ ملاجی! جانتے ہو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

حَقٌّ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ . (صحيح مسلم ، الرقم :١٤٠٢ ، عن سيدنا أبي هريرة رضي الله تعالى عنه)

❁ ملاجی! غسلِ جمعہ کی ایسی جلیل القدر و عظیم الشان سنت کی مواظبت و مداومت سے چالیسویں و برسی وغیرہ کی مداومت کو کیا نسبت ہے؟

❁ مفتی نابالغ! غسلِ جمعہ کا ایسا تاکیدی حکم کہ بعض ائمۂ کرام نے ظاہر حدیث کے مطابق اسے واجب قرار دیا ہے، اس پر نذر و نیاز کی مداومت کو قیاس کرنا آخر جہالت نہیں تو کیا ہے؟

خبط

''مدارس میں ہر رمضان و جمعہ میں چھٹی کرتے ہیں، ہر سال امتحان لیتے ہیں، ہر رات کو سوتے ہیں، ہر دو پہر کو کھانا کھاتے ہیں''

حبط

ناظرینِ کرام! ایک سے بڑھ کر ایک عقل دشمن آپ نے دیکھے ہوں گے، مگر ایسے سفہاء و مجانین سے آپ کا واسطہ بہت کم پڑا ہوگا کہ جس نے اپنی جہالت و حماقت کو علم و دانشمندی سمجھ رکھا ہو۔

❁ اگر اہلِ مدارس رمضان و جمعہ کو چھٹی نہ کریں، ہر سال امتحان نہ لیں، ہر رات نہ سوئیں اور ہر دو پہر کو کھانا نہ کھائیں، بلکہ ان معمولات کی جگہ ہر سال، یا ہر ماہ، یا ہر ہفتہ، یا ہر دن نئے معمولات تشکیل و ترتیب دیں تو ہے کوئی جو اس پر واویلا مچائے، شور کرے اور طوفانِ بدتمیزی کھڑا کرے؟

❁ لیکن ملاجی! اگر مرد ہو تو تمام تر اسباب و وسائل اختیار کرکے یومِ عاشوراء کی

تعزیہ داری بارہ ربیع الاول شریف کو، بارہویں شریف کا جلوس دس محرم الحرام کو، اور اسی طرح باقی تمام معمولاتِ مروّجہ کو ادھر سے ادھر کر کے دکھاؤ، پھر دیکھو عوام کالانعام تمہارا کیا حال بناتے ہیں؟

❁ کیا مدارس میں ہر رمضان و جمعہ کی چھٹی، ہر سال امتحان لینا، ہر رات سونا، ہر دو پہر کو کھانا کھانا مستحب و مستحسن اور باعثِ خیر و برکت سمجھ کر کیا جاتا ہے یا کچھ اور؟

❁ کیا تیجہ، دسواں، چالیسواں، نذر و نیاز وغیرہ کو نظامِ زندگی کا حصہ سمجھ کر کیا جاتا ہے یا کسی اور وجہ سے؟

❁ کیا یہاں بھی دونوں امور ایک درجہ میں ہیں یا مختلف؟

❁ یہ قیاسِ شرعی ہے یا قیاسِ ابلیسی؟

❁ قیاسِ شرعی کی تعریف اور اس کے ارکان و شرائط کیا ہیں؟

❁ یہاں مقیس علیہ اور مقیس کے درمیان علتِ جامعہ کیا ہے؟

❁ اگر عقل ساتھ دے تو یہاں مناط کی مکمل توضیح پیش کیجیے؟

❁ کیا رات کے سونے، دو پہر کے کھانے اور معمولاتِ مروجہ کے تارک، دونوں کا ایک حکم ہے یا الگ الگ؟

هديّة سَنيّة طريفة مزدانة بالحقّ و النّور و العرفان

قارئین کرام! ملاجی کی شیطنت کو پیشِ نظر رکھئے اور امام اہلِ سنت، مجدد اعظم سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

'' أَوْصُوْا بِتَرْكِ الْتِزَامِ مُسْتَحَبٍّ اِذَا خِيفَ أَنْ يَظُنَّهُ الْعَوَامُّ وَاجِبًا ''

(یعنی) جب یہ خطرہ ہو کہ عوام اسے (واجب) ضروری سمجھ لیں گے، تو علماء مستحب پر پابندی ترک کرائیں''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۳۵۱)

قلب و نظر کے اندھے اوجھڑی خوروں کی کاؤں کاؤں کو جانے دیجئے؛ کیونکہ ان کا

مذہب دین فروشی و باطل نوازی ہے، ہاں جن کا دین سلامت اور عقل محفوظ ہے وہ مہرِ نیمروز کی طرح اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ عوام اور ہمارے نادان مفتی جی جیسے لوگوں کی اکثریت نے معمولات و مراسمِ مذکورہ کو اپنے عمل و التزام سے جو اہم ترین درجہ دے رکھا ہے وہ کسی فرض و واجب کو بھی حاصل نہیں ہے، لہٰذا اس سے یہ اندیشہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ یہ امور واجب ہیں، بلکہ حالات یہ ہیں کہ فرض و واجب کو مسلسل ترک کرنے کے باوجود کسی کرش خور کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، لیکن مذکورہ معمولات میں معمولی تخفیف بھی ان کی راتوں کی نیند اڑا دیتی ہے، پیشانیوں پر خطرناک اژدہوں کی طرح بل پڑ جاتے ہیں اور پیٹوں میں دائمی قبض کے بیماروں کی طرح مروڑ پیدا ہو جاتی ہے؛ کیونکہ انہیں اپنی منڈی کے ٹھنڈا پڑ جانے کا خوف ستانے لگتا ہے۔ کیا اس طریقۂ کار سے جاہل عوام یہ نہیں سمجھیں گے کہ مذکورہ معمولات شریعتِ اسلامیہ میں فرض و واجب بلکہ ان سے بھی بلند درجہ رکھتے ہیں؟

بحمدہٖ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ علماءِ کرام خصوصاً مجددِ اعظم قدس سرہ العزیز کی اس وصیت پر عمل کرنے کے لئے شب و روز کوشاں ہیں اور ملا جی جیسے لوگ بھونک رہے ہیں اور شیطانی شور و شغب اور ابلیسی شرارت و لغب میں اپنے سارے کس بل جھونک رہے ہیں، لیکن:

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار!
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

مفتی جی! آپ تو مذکورہ معمولات پر مداومت کی بات کرتے ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیے:

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لایجعل أحدکم للشیطان شیئا من صلوته یری أن حقا علیه أن لاینصرف الا عن یمینه، لقد رئیت النبیّ ﷺ کثیرا ینصرف عن یساره."

(البخاری، رقم الحدیث: ۸۵۲، و مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۷۲، و أبوداؤد، رقم الحدیث: ۱۰۴۴، و النسائی، رقم الحدیث: ۱۳۶۰، و ابن ماجة، رقم الحدیث: ۹۳۰، و مسند أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۶۳۱، و صحیح ابن خزیمة، رقم الحدیث: ۱۷۱۴، و صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۱۹۹۷)

یعنی تم اپنی نماز میں شیطان کا کچھ حصہ مت کرو، یہ سمجھ کر کہ (سلام پھیرنے کے بعد) صرف داہنی طرف پھیرنا واجب ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو بہت دیکھا ہے کہ بائیں جانب بھی روئے انور فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"قال ابن المنیر: فیه أن المندوبات قد تنقلب مکروهات اذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التیامن مستحب فی کل شئ أی من أمور العبادة، لکن لما خشی ابن مسعود أن یعتقدوا وجوبه أشار الی کراهته." (فتح الباری ۳/۹۶)

ابن منیر فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر مستحب کاموں کو ان کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ تیامن ہر عبادت کے کام میں مستحب ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اندیشہ ہوا کہ وہ اس کے وجوب کا اعتقاد رکھ لیں گے تو آپ نے اس کی کراہت کی جانب اشارہ فرما دیا۔

میاں مفتی جی! سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک امر مستحب کے بارے میں وجوب کا اندیشہ خیر قرون کے ان ائمہ کے بارے میں لاحق ہوا، جو یقیناً یا تو صحابہ کرام تھے ورنہ پھر تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کی نقل و روایت مدارِ دین اور جن کی توضیح و تشریح اساسِ شریعت ہے، پھر آج کے عوام اور بہت سارے خواص بننے والے جن کو اسلام کے مبادیات بھی صحیح سے معلوم نہیں ان کا کسی جائز و مستحب عمل پر التزام جب کہ اسے واجب

سمجھے جانے کا خوف واندیشہ ہو، اور وہ بھی فرض وواجب اور سنت ترک کرنے کے ساتھ، کس قدر ممنوع ومکروہ ہوگا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

❁ ملا جی! یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر داہنی جانب رخ کرنا عام مباحات کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ ایسا فعل ہے جس پر رسولِ اکرم ﷺ اکثر عمل فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت سُدّی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا:

كَيْفَ أَنْصَرِفُ إِذَا صَلَّيْتُ عَنْ يَمِينِى أَوْ عَنْ يَسَارِى قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ .

(صحيح مسلم ، الرقم : ١٦٧٤)

نماز پڑھ کر میں کدھر رخ کروں، دائیں یا بائیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکثر دیکھا ہے کہ آپ دائیں جانب رخ فرمایا کرتے تھے۔

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَه يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيْهَا وَلَه عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

اب ملا جی کی افتراء پردازیوں کے تار وپود بکھیرنے اور ان کے دام تزویر کی تیلیوں کو کاٹنے کے لئے مصلحِ قوم وملت، حامیِ اہل سنت، داعیِ اسلام حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ رضوی دامت برکاتہم العالیۃ کے ایمان افروز، باطل سوز، حقیقت آموز، رحمت اندوز اور وہابیت کُش چند ارشادات سے قلب وجگر اور فکر ونظر کو شاد کام فرمائیے:

❁ اللہ کے محبوب بندوں کی بارگاہوں میں حاضری دینا اور ان کی صحبت اختیار کرنا جس طرح ان کی زندگی میں بڑی فضیلت کا کام ہے، ایسے ہی ان

کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کے مزاروں پر حاضر ہونا بھی کار خیر اور ثواب کا کام ہے، اور ہر دور میں اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے اور امت مسلمہ میں کبھی کسی نے اس سے انکار اور اس کو خلاف شرع نہیں بتایا ہے، اور جنہوں نے انکار کیا ہے وہ گمراہ بد دین لوگ ہیں۔ (مزارات پر حاضری، ص:۱)

ملا جی! زیارت قبور کے جواز واستحباب کا یہ روشن ترین بیان تمہارے مکر وخداع اور کذب وافتراء پر زناٹے دار صداقت کا طمانچہ ہے یا نہیں؟ مُوتُوا بِغَيْظِكُم.

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

❁ عرس، نیاز وفاتحہ وغیرہ بزرگوں کی یادگاریں منانے کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اور جو لوگ صرف ان کاموں کو ہی اسلام سمجھے ہوئے ہیں (جیسے بھورے خانی اور اس کی طرح جاہل لوگ) اور شرعاً انہیں لازم وضروری خیال کرتے ہیں وہ بھی بڑی بھول میں ہیں۔ (محرم میں کیا جائز؟ کیا ناجائز؟ ص:۹)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

❁ ربیع الاوّل شریف کی بارہ تاریخ کو اہل اسلام بڑی تعداد میں دنیا بھر میں حضور رحمت عالم، حبیب کبریا، احمد مجتبی، محمد مصطفی ﷺ کی تشریف آوری کی طرح طرح سے خوشی مناتے چلے آئے ہیں، ایک مسلمان ہونے کے ناطے حضور کی تشریف آوری پر خوش ہونا ایمان کا تقاضا، بلکہ ایمان کی تکمیل ہے، وہ بھی کیا مسلمان جو حضور کے آنے پر خوش نہ ہو، اور جب خوش ہونا جائز ہے، تو اس خوشی کا اظہار، اعلان، اشتہار اور چرچا کرنا بھی جائز ہے۔

(بارہویں شریف جلسے اور جلوس، ص:۳)

مفتی جی! صبر وتسلی کے ساتھ ذیل کی احادیثِ مبارکہ بھی پڑھ لیجئے اور توفیق ملے تو اپنے موقف پر نظر ثانی کیجئے:

❁ حضرت ابودرداء، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوامامہ اور حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُقْبَلَ رُخَصُهُ كَمَا يُحِبُّ الْعَبْدُ مَغْفِرَةَ رَبِّهِ"

(المعجم الأوسط للطبرانی ٥ / ١٥٥ ، رقم الحديث : ٤٩٢٧، دارالحرمين قاهرة ، والجامع الصغير للسيوطى ، رقم الحديث : ١٨٨١)

اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ رخصتوں اور اجازتوں پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے، جس طرح بندہ اپنے رب کی مغفرت کو پسند کرتا ہے۔

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' ان اللّٰه يحبّ أن تؤتى رُخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه''

(المعجم الأوسط، رقم الحديث : ٨٠٣٢، وصحيح ابن حبان عن عبدالله بن عباس ، و عبد اللّٰه بن عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنهم ، رقم الحديث : ٣٥٤، و ٣٥٦٨ ، و شرح السنة للبغوى ٤ / ٥٢ ، عن عبد اللّٰه بن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه موقوفا)

بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس کے تحت حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

''فينبغي استعمال الرخصة في مواضعها عند الحاجة اليها، سيما العالم يقتدى به ، وإذا كان من أصرّ على مندوب ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان ، فكيف بمن أصر على بدعة ، فينبغي الأخذ بالرخصة الشرعية ، فإن الأخذ بالعزيمةفي موضع الرخصة تنطع ، كمن ترك التيمم عند العجز عن استعمال الماء ، فيفضى به استعماله الى حصول الضرر.''

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ٢ / ٣٧٢)

یعنی ضرورت کے وقت رخصت پر عمل کرنا ضروری ہے، خصوصاً پیشوایانِ دین کو، جب ایک مستحب کا التزام کرنے اور رخصت پر عمل نہ کرنے والے پر شیطان راہ بنالیتا ہے، تو ان لوگوں کا حال کیا ہوگا جو بدعت پر اڑے رہتے ہیں، لہٰذا شریعت کی رخصت واجازت کو قبول کرنا چاہئے؛ کیونکہ رخصت کی جگہ عزیمت پر عمل کرنا تنطّع (غلو اور تکلف برتنا) ہے، جیسے کوئی شخص پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کے باوجود تیمّم نہ کرے، (بلکہ پانی ہی استعمال کرے) تو اس صورت میں پانی کا استعمال نقصان وضرر کا سبب ہوگا۔

میں اس حدیث کی تشریح میں اختصار کے پیشِ نظر مزید کچھ تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا، البتہ چلتے چلتے اپنے قارئین کی توجہ اس طرف ضرور دلانا چاہتا ہوں کہ شریعت اسلامیہ کے قانون (**درء المفاسد أولى من جلب المصالح**) کو ملا جی جیسے علم دشمن تو نہیں جانتے، لیکن اہلِ علم ضرور سمجھتے ہیں، اس قانون کی اہمیت و افادیت کا ذیل کی دو صورتوں سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے:

پہلی تصویر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اتباعِ سنت کے دلدادہ اور حبِّ رسول ﷺ کا پیکرِ جمیل تھے، اور آثار وتبرکاتِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے برکت وفیض حاصل کرنے کے لئے سفر وحضر میں ایسے کوشاں رہتے کہ دیکھنے والے بھی عش عش کرا ٹھتے۔ بخاری ومسلم اور دیگر کتبِ احادیث وسیر میں اس وارفتگیٔ شوق اور حبّ کامل کی درجنوں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف '' **باب المساجد التي على طرق المدينة والمواضع التي صلى فيها النبيّ ﷺ** '' کے تحت دس احادیث بیان فرمائی ہیں، جن سے شہزادۂ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبتِ رسول اور اتباعِ رسول ﷺ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رأيت سالم بن عبدالله يتحرى أماكن من الطريق فيصلي فيها ، ويحدث أن أباه كان يصلي فيها ، وأنى رأى النبيّ ﷺ يصلي في تلك الأمكنة." (صحيح البخاري ، رقم الحديث : ٤٨٣)

میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا کہ وہ (حرمین شریفین کے) راستہ میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے، اور یہ بیان فرماتے تھے کہ ان کے والد بھی ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اس باب کی تمام احادیث کے اخیر میں حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"ناظرین غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھنے کا کتنا اہتمام فرمایا کرتے تھے جہاں حضور اقدس ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں۔ یہ سوائے حصول برکت کے اور کس مقصد سے ہوسکتا ہے۔

(نزہۃ ۲/۱۸۷)

دوسری تصویر

امیر المؤمنین، فاروق اعظم، اعدل الاصحاب، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب، فداکاری وجانثاری رسول ﷺ، حبّ اکمل وشانِ فنافی الرسول ﷺ، اطاعت واتباعِ رسول ﷺ اور تحفظ ودفاعِ ناموسِ رسول ﷺ کی تفصیلات کتاب وسنت اور تاریخ وسیرت کی کتابوں میں تواتراً منقول وماثور ہیں، اپنے تو اپنے، اغیار واعداءِ اسلام بھی اسلام کے اس بطلِ جلیل، اور رسولِ اسلام ﷺ کے دوسرے وزیرِ عظیم کی عظمت و سطوت اور حبیب رب العالمین جلّ جلالہ و ﷺ سے لازوال وجاوید محبت اور کامل وابستگی

کے قائل ہیں، اس جوہرِ فرد، فردِ کامل، درِّ مکنون اور خورشیدِ عالم تاب کے اس انداز کو بھی ملاحظہ فرمائیے:

حضرت معرور بن سُوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"كنت مع عمر رضى الله تعالىٰ عنه بين مكة و المدينة، فصلى بنا الفجر فقرأ ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾ و ﴿لِإِيْلَافِ قُرَيْشٍ﴾ ثم رأى أقواما ينزلون فيصلون في مسجد ، فسأل عنهم ، فقالوا : مسجد صلّى فيه النبي ﷺ، فقال : انما هلك من كان قبلكم أنهم اتخذوا آثار أنبيائهم بيعا ، من مرّ بشئ من المساجد فحضرت الصلاة فليصلّ والا فليمض. (المصنف لعبد الرزاق ٢/ ١١٨ ، و ١١٩ ، رقم الحديث : ٢٧٣٤ ، و المصنف لابن أبي شيبة ٥/١٨٣ ، رقم الحديث : ٧٦٣٢ ، و فتح الباري ٢/ ٢٣١)

میں (سفرِ حج سے واپسی میں) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا، آپ نے نمازِ فجر پڑھائی، اور اس میں سورہ فیل وقریش کی تلاوت فرمائی، پھر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اتر کر ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، آپ نے ان کے بارے میں پوچھا، تو لوگوں نے کہا: اس مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہوگئے؛ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو گرجے (عبادت خانے) بنالیا تھا۔ جو شخص کسی مسجد کے پاس سے گذرے اور نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھے ورنہ آگے بڑھ جائے۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے آثار وتبرکات سے فیض وبرکت حاصل کرنے کو غلط سمجھتے تھے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لأن ذلك من عمر رضى الله تعالىٰ عنه محمول على أنه كره

زیـارتهـم لـمثل ذلك بغير صلاة ، أو خشى أن يشكل ذلك على من لايعرف حقيقة الأمر فيظنه واجبا.''   (فتح البارى ٢/ ٢٣١)

وجہ یہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ بغیر نماز پڑھے ان آثارِ عظیمہ کی زیارت کو ناپسند فرماتے تھے، یا پھر آپ کو اندیشہ تھا کہ حقیقت سے بے خبر لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں۔

مفتی جی! میں نے گذشتہ حدیث اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کو بغیر کسی تشریح وتبصرہ کے پیش کردیا ہے، ممکن ہے تم اتنے ہی سے درسِ عبرت حاصل کرلو، اور اگر کٹ حجتی اور لاف بنی کی روش برقرار رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ تمہارے سامنے حق کا ایسا آئینہ پیش کیا جائے گا جس میں تم اپنی کریہ وبدمنظر تصویر دیکھ کر یا تو آئینہ ہی کو توڑنا چاہو گے ورنہ پھر کہیں ڈوب مرنا پسند کروگے۔

ولـقـد صـدق مـا روى عـن الامـام الجليل الأوزاعى عن حسّان رضى اللّٰه تعالى عنهما قال :

مـاابتدع قوم بدعةًفى دينهم ؛ الّا نزع اللّٰه من سنتهم مثلها ، ثم لايُعيدُها اليهم الىٰ يوم القيامة .

(السنن للدارمى ١/ ٥٨ ، رقم الحديث : ٩٨ ، دارالمغنى الرياض)

وهناك خير مثال للذين تعودوا البدع الضالة ، ولايخافون شيئا ، ويظنـون أنهـم يحسنون صنعا فى القصة التالية لأمير المؤمنين سيدنا عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالى عنه ، التى رواها سيدنا نافع مولى سيدنا عبداللّٰه بن عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالى عنهما : أن صبيغ العراقى جعل يسأل عن أشياء من القرآن فى أجناد المسلمين ، حتى قدم مصر ، فبعث به عمرو بن العاص رضى اللّٰه تعالى عنه إلى عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالى عنه ، فلما أتاه الرسول بالكتاب فقرأه فقال : أين الرجل ؟ فقال : فى

الرَّحْلِ ، قال عمر : أبصر أن يكون ذهب فتصيبك منى به العقوبةُ الموجعة . فأتاه به ، فقال عمر : تسأل محدثة . فأرسل عمر إلى رطائب من جريد ، فضربه بها حتى ترك ظهره دَبرةً ، ثم تركه حتى برأ، ثم عادله ، ثم تركه حتى برأ، فدعا به ليعود له ، قال : فقال صُبَيْغ : ان كنتَ تريد قتلى ، فاقتلنى قتلا جميلا ، وان كنت تريد أن تداوينى ، فقد واللّٰه برِئتُ ، فأذِن له إلى أرضه ، وكتب إلى أبى موسى الأشعرى رضى اللّٰه تعالى عنه أن لا يجالسه أحد من المسلمين ، فاشتد ذلك على الرجل ، فكتب أبو موسى إلى عمر : أن قد حسُنت توبتُه ، فكتب عمر : ان ائذن للناس بمجالسته .

(السنن للدارمى ١/ ٢٥٣ ، ٢٥٤ دارالمغنى الرياض)

ملاجی کی ہر کیل ضربِ حق کے آگے ذلیل ہوگئی

ملاجی! دلائلِ شرعیہ وبراہینِ قویہ سے ہم بتوفیقِ الٰہی ثابت کرچکے کہ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا موقف ہر مسئلہ میں کتاب وسنت اور احکامِ شریعت کے عین مطابق ہے، اس کے مقابلہ میں آپ کا خبط نامہ جہل ودجل کا مرقّع اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مکروہ سازش کا پلندا ہے، لہٰذا آپ کی آخری کیل ہی نہیں، بلکہ شروع سے لے کر اخیر تک ہر کیل پلپلی ٹھیکری، کچی کُچی ٹہنی اور خم دار وکجی دار بتی ہے، جو کسی تابوت میں تو ہرگز نہیں بیٹھ سکیں، البتہ ٹیڑھی تو پہلے ہی تھیں، اب صداقت وحقانیت کا گرز پڑنے کے بعد مزید پچک گئیں اور ان میں سے کچھ ہتھوڑے کی ضرب پڑنے کے بعد خود تمہاری پسلیوں کو توڑتے ہوئے دل میں جا کر پیوست ہوگئیں۔

﴿یُؤْفَکُ عَنْهُ مَنْ اُفِکَ. قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ. الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ

سَاھُوْنَ ﴿ (سورۃ الذاریات، آیات: ۹، ۱۰، ۱۱)

ملا جی ''مرأۃ المناجیح'' کی ایک عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں:

''علامہ کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ داڑھی سنت ہے''۔

نہ جانے ملا جی اس اجتہاد کو پیش کر کے کیا بتانا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے حضرت کا اجتہاد اس بات پر مستقر ہو گیا ہو کہ داڑھی واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔ اگر ایسا ہے تو ملا جی کان کھول کر سن لیں، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست، وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آن بسنت ست، چنانکہ نماز عیدرا سنت گفتہ اند۔

داڑھی بمقدار ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ اور جو اسے سنت قرار دیتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں آنحضرت ﷺ جاری کردہ طریقہ ہے، یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے، جیسا کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۵۸۱)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے، اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار'' (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۵۷۱)

ملا جی! سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور سیدنا امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات سے پتہ چلا کہ داڑھی رکھنا واجب، شعارِ مسلم، انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنتِ دائمہ ہے، اور اس کو حدِّ شرع سے کم کرنا حرام ہے۔

نابالغ مفتی جی! آپ نے اپنے کمالِ علمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرأۃ المناجیح کی

عبارت سے یہ پتہ لگایا ہے کہ داڑھی اسی طرح سنت ہے جس طرح زیارتِ قبور سنت ہے، نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے داڑھی منڈانے والے کے بارے میں جو حکم شرعی بیان فرمایا ہے، وہ تم نے زیارتِ قبور کو مستحب ماننے والے، لیکن عملاً ترک کرنے والے پر لگایا ہے۔

یہ اجتہادِ بد نہاد اور قیاسِ بدحواس دیکھ کر دیوانے بھی پاگل خانوں کی سلاخیں اور زنجیریں توڑ کر جنگلات کا رخ کر لیں تو تعجب نہیں ہونا چاہئے؛ کیونکہ آبادیات میں جب ایسا خطرناک خبطی موجود ہو تو عام درجہ کے مجانین کا کہاں ٹھکانہ لگے گا۔

ملا جی! آپ علمی اور اصولی بحث کے تو متحمل ہو نہیں سکتے؛ اس لئے عام انداز میں یہ بتائیے کہ:

۞ داڑھی واجب اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت دائمہ ہے، کیا زیارتِ قبور بھی واجب اور سنتِ دائمہ ہے؟

۞ داڑھی کی شریعتِ اسلامیہ نے ایک حد مقرر فرمائی ہے، کیا زیارتِ قبور کی بھی شریعت نے کوئی حد مقرر فرمائی ہے؟

۞ داڑھی حدِّ شرع سے کم رکھنا حرام ہے، کیا زیارتِ قبور ومزارات نہ کرنا بھی حرام ہے؟

۞ داڑھی شعارِ مسلم ہے، کیا زیارتِ قبور بھی شعارِ مسلم ہے؟

۞ داڑھی نہ رکھنے والا فاسقِ معلن ہے، کیا زیارتِ قبور نہ کرنے والا بھی فاسقِ معلن ہے۔

۞ داڑھی واجبِ عین اور سنتِ دائمہ عینیہ ہے، کیا زیارتِ قبور بھی واجبِ عین اور سنت عینیہ ہے؟

۞ داڑھی مکلّف کے لئے ہر وقت سنت وواجب ہے، کیا زیارتِ قبور بھی ہر وقت سنت وواجب ہے؟

۞ زیارت قبر کے مسنون ہونے کی احادیثِ مبارکہ میں تفصیلات کیا ہیں، سند کے ساتھ احادیث پیش فرمائیے؟

❁ زیارت قبور کے بارے میں فقہاءِ کرام نے مفصل احکام کیا بیان فرمائے ہیں؟

❁ بستی میں چند قبرستان ہیں اور ہر قبرستان میں ہزاروں قبور ہیں، کن کن کی زیارت سنت و واجب ہے، اور کب کب؟

❁ دنیا بھر میں انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاءِ اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لاکھوں مزاراتِ مقدسہ ہیں، کن کن کی زیارت سنت و واجب ہے، اور سال میں، یا مہینہ میں، یا ہفتہ میں، یا ہر دن کتنی بار سنت و واجب ہے؟

❁ جو شخص داڑھی کے وجوب اور مسنونیت کا قائل ہو، مگر اس پر عامل نہ ہو تو شرعاً اس کا حکم کیا ہے؟

❁ جو شخص زیارت قبور کی مسنونیت اور اس کے استحباب واستحسان کا قائل ہو، مگر علمی و دینی، یا معاشی و کاروباری مصروفیت، یا کسی اور وجہ سے اس پر عامل نہ ہو، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

❁ جو شخص حج کو گیا اور اسی موقع سے زیارتِ سید ابرار ﷺ کی سعادت بھی حاصل کر چکا، لیکن اس کے بعد استطاعت کے باوجود زیارتِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے لئے کبھی نہیں گیا، اگرچہ وہ اس زیارتِ پاک کے فضائل و برکات اور اس کی شرعی اہمیت و عظمت کا یقیناً قائل ہے، تو شرعاً ایسا شخص تارکِ سنت کہلائے گا یا نہیں؟

❁ ایک شخص اپنے شہر یا اپنے علاقہ کے مزارات کی زیارت کے لئے کبھی نہیں جاتا، یا جاتا بھی ہے تو کسی ایک کی زیارت کے لئے کبھی چلا جاتا ہے، لیکن دور دراز کے مزارات کی زیارت کے لئے کافی مال و دولت خرچ کرتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

❁ احادیث مبارکہ میں عام مؤمنین کی قبور اور اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کی زیارت کے بارے میں کیا تفریق و تفصیل وارد ہوئی ہے؟

نابالغ مفتی جی! آپ کے قیاس مبنی بر خبط الحواس کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ اس تعلق

سے سوالات کا جو زبردست سلسلہ ذہن میں ابھر رہا ہے، ان سب کو پیش کر کے تمہاری قرار واقعی حیثیت کو سب کے سامنے اس انداز میں نمایاں کر دیا جائے کہ دوسروں کے لئے عبرت بن جائے، لیکن ابھی ہم ضبط سے کام لیتے ہوئے اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی سوالات بوقتِ ضرورت پیش کئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ملا جی! چلتے چلتے اتنا اور:

❁ قیاس شرعی کی معتمد تعریف اور اس کے ارکان وشرائط بیان کر کے داڑھی اور زیارتِ قبور پر اس کی تطبیق فرمائیے؟

❁ داڑھی رکھنے کا حکم منصوص ہے یا غیر منصوص؟

❁ اسی طرح زیارتِ قبور کا حکم منصوص ہے یا غیر منصوص؟

❁ اگر دونوں غیر منصوص ہیں، تو دونوں مسکوت ہوئے، تو مسکوت کا مسکوت پر قیاس آپ کی جہالتِ فاحشہ ہوا یا نہیں؟

❁ اگر دونوں منصوص ہیں، تو یہ منصوص کا منصوص پر قیاس ہوا یا نہیں؟

❁ جب منصوص کا منصوص پر قیاس ہوا، تو آپ نے ایک منصوص (داڑھی رکھنے) کو اصل، اور دوسرے منصوص (زیارت قبور) کو فرع مانا یا نہیں؟

❁ مانا اور ضرور مانا، تو اب یہ بتائیے مفتی جی! یہ منصوص کا منصوص پر قیاس بطریقِ تعاضد بین الادلۃ ہے یا اس قیاس کے ذریعہ آپ فرع کے حکمِ منصوص پر زیادتی کرنا چاہتے ہیں؟

❁ اگر بطریقِ تعاضد ہے، تو پہلے تعاضد کا معنی بتائیے، پھر فرمائیے کہ یہاں تعاضد کیونکر ممکن ہے، جب کہ حکمِ اصل وجوب اور حکمِ فرع مسنونیت ہے؟

❁ اور اگر قیاس کے ذریعہ نص کے حکم پر زیادتی مقصود ہے، تو یہ ابطالِ نص اور شریعتِ جدیدہ کا اختراع ہوا یا نہیں؟

ملا جی! آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ایک فتوے کا ایک جملہ ایک سے زیادہ بار اور ایک سے زیادہ جگہ نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر نقل کیا ہے، ذرا حواس کو یکجا کر لیجئے اور

اسی فتوے کو ہم سے بھی سن لیجئے۔

مدرسہ منظر اسلام کے ایک طالب علم امام بخش نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کئی سوالات پر مشتمل ایک استفتاء پیش کیا، اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

''زید کہتا ہے کہ صاحب مرقات کا قول یہ ہے کہ جو امر مندوب ہے اس پر تاکید کرنے سے مکروہ ہو جاتا ہے، قیام مستحب ہے پھر اس پر اس قدر تاکید کیوں ہے؟ یہاں تک کہ رسالے بازیوں تک نوبت پہنچ گئی، قبل نماز عصر چار رکعت سنت مستحب ہے اس پر تاکید کیوں نہیں کرتے قیام پر کیا خصوصیت ہے؟''

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''قیام مندوب ہے، اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی، اور اس کے ساتھ یہ خیال وہابیت نہ ہوتا تو حرج نہ تھا، اور اب یہ قیام شعار اہل سنت ہو گیا ہے، اور اس سے انکار شعار وہابیت، اور شعار سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے، عصر سے پہلے کے نوافل نہ شعار سنیت ہیں، نہ ان کے ترک میں کوئی تہمت و گمراہی''۔ (فتاویٰ رضویہ غیر مترجم ۱۱/۸۷)

۞ نابالغ مفتی جی! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس قول (''اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی اور اس کے ساتھ یہ خیال وہابیت نہ ہوتا تو حرج نہ تھا'') پر تمہاری منڈلی میں کوئی ہنگامہ ہے یا نہیں؟

۞ اگر کوئی ہنگامہ نہیں ہے، بلکہ سب پر موت کا سناٹا چھایا ہوا ہے، تو پھر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کہ اس قول (کبھی کبھی چھوڑ دینا چاہئے تاکہ لوگ اس کو فرض و واجب نہ سمجھ لیں) پر تم اور تمہاری منڈلی کپڑے اتار کر ہلڑ بازی اور غل غپاڑہ مچانے میں کیوں لگی ہوئی ہے؟

۞ اعلیٰ حضرت کے ''بعض اوقات'' سے پیار اور مولانا تطہیر احمد صاحب کے ''کبھی کبھی'' سے خار، آخر اس کے پسِ پردہ کون سا بخار یا ذہنِ بیمار ہے؟

۞ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی تحریروں کی وجہ سے تم جیسے اہلِ بدعت کے پیروں کے نیچے کی زمین کھسکنے لگی ہے اور سر پر موت کھیلتی نظر آ رہی ہے؛ اس لئے ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مطابق اپنی بوکھلاہٹ اور جھلاہٹ اتارنے کے لئے تہذیب و شرافت اور مروت و انسانیت کا دامن تار تار کرنے پر تلے ہوئے ہو؟

۞ قیام اور اس کے ملحقات کا انکار اعلیٰ حضرت کے بقول شعارِ وہابیت ہے، کیا انکار نہ کرنا، بلکہ مستحب جاننا اور بعض اوقات یا کبھی کبھی ترک کرنا بھی شعارِ وہابیت ہے؟

۞ اگر بعض اوقات ترک کرنا بھی شعار وہابیت ہے، تو پھر اعلیٰ حضرت نے ساری مجلس کے بعض اوقات ترکِ قیام کے بارے میں کیوں فرمایا کہ ''تو حرج نہ تھا''، کیا یہ شعارِ وہابیت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے؟

۞ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے تقریباً ہر کتاب میں بار بار معمولاتِ مذکورہ کو ''جائز، مباح، درست، مستحب، مستحسن، کارِ خیر، باعثِ خیر و برکت، اچھے اور بھلائی کے کام، سنیت کا نشان و پہچان، اچھا طریقہ، اچھا ڈھنگ، نیکی کے کام'' وغیرہ لکھا ہے، کیا یہ ''شعار سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے'' پر بابانگ دہل عمل نہیں ہے؟

۞ ملا جی! کیا تم نے اور تمہاری منڈلی نے وہابیوں، دیو بندیوں، رافضیوں اور بد مذہبوں سے خفیہ تعلقات تو قائم نہیں کر رکھے ہیں؟

۞ وہابی معمولاتِ مذکورہ کو ناجائز و حرام کہہ کر قوم کو گمراہ کرتے ہیں اور تم فرض و واجب کا درجہ دے کر گمراہ کر رہے ہو، بتاؤ گمراہ گری میں تم دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ و ہمسر ہوئے یا نہیں؟

۞ ملا جی! کیا تعزیہ داری اور ڈھول تاشے بھی شعارِ سنیت ہیں؟

۞ ملا جی! ''بعض اوقات'' اور ''کبھی کبھی'' کے درمیان کون سی نسبت ہے؟

۞ ملا جی! خیالِ وہابیت، انکارِ شعارِ سنیت، عادۃً ترکِ شعارِ سنیت، احیاناً ترکِ شعارِ سنیت، ان سب کے شرعی معانی اور فقہِ حنفی کی تصریحات کے مطابق ان کے شرعی

احکام کیا ہیں؟

قال سیّدناو نبیّنا محمّد رسول اللّٰہ ﷺ :

عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِىْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ فِىْ بِدْعَةٍ ، وَمَنْ اسْتَنَّ بِىْ فَهُوَ مِنِّىْ ، وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ .

(المصنف لعبد الرزاق ، رقم الحديث : ٢٠٥٦٨ ، والسنة للمروزى ، رقم الحديث : ٨٨ ، و جامع معمر بن راشد ، رقم الحديث : ١١٧٧ ، و مسند الشهاب القضاعى ، رقم الحديث : ١١٧٢)

وهناتم ما أردنا من ازالة الهفوات و السقطات و الزيغات و الهراء ات فى السلسلة الأولى بحول اللّٰه سبحانه و تعالى .ويليه الهدم لما فى السلسلة الثانية من الأوهام و الأوغام .

وأناالعبد الفقير الى المولى القدير

محمّد اشتياق القادرى

جوكهن فور ، بريلى

❁ ❁ ❁

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

گمراہوں اور بدمذہبوں سے شرعی حدود میں رہ کر بات چیت

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کچھ نام نہاد اسلامی گمراہ فرقوں اور بدمذہب جماعتوں کے بارے میں ان سے میل جول نہ رکھنے، بائیکاٹ کرنے کا فتویٰ دیا جاتا ہے، وہ میرے خیال میں انہیں ایمان کے کمزور بے علم عوام تک محدود ہونا چاہئے جوان کے فریب میں آسکتے ہوں، ان کا اثر قبول کرسکتے ہوں، لیکن وہ اہل علم اور مضبوط لوگ جوانہیں حق پہ لانے اوران پر اثر ڈالنے کی صلاحیت و ہمت وطاقت رکھتے ہوں، وہ اگر شرعی حدود میں رہ کران سے بات چیت کریں تو شاید یہ مصلحت وحکمت سے قریب ہے، اوراللہ جانتا ہے کہ کس کی نیت میں اصلاح وسچائی ہے، اورکس کی نیت میں فساد و برائی۔‘‘ (آؤ دین پر چلیں، ص:۱۶)

اس محتاط تحریر نے خوگرانِ بدعات ومنکرات اور پیکرانِ جہالات وضلالات کا دماغی توازن بگاڑ دیا، اورایک جگادری چیخ پڑا:

’’پہلی فرصت میں آپ اپنا خیال بدل دیں اس لئے کہ آپ کا یہ خیال شریعت سے ٹکراتا ہے کیونکہ شریعت نے صرف عوام کونہیں بلکہ سب کوروکا ہے‘‘ (ناگپوری ماہواری)

❁ نابالغ مفتی! کچھ خبر بھی ہے کہ شریعت کس کو کہتے ہیں؟

❁ وہ کون سی شریعت ہے جوان اہلِ علم اور مضبوط لوگوں کوشرعی حدود میں رہ کر گمراہوں سے بات چیت کرنے سے روکتی ہے جوانہیں حق پہ لانے اوران پر اثر ڈالنے کی صلاحیت وہمت وطاقت رکھتے ہیں؟

۞ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے کوئی ایک دلیل بھی تو پیش کرکے دکھاؤ جس میں فرمایا گیا ہو کہ اہل علم وتقویٰ بدمذہبوں سے ان کی اصلاح کے لئے بھی ملاقات و بات نہیں کر سکتے؟

۞ نابالغ مفتی! کہیں تم اپنی جاہلانہ جبلت اور شاطرانہ خصلت کو تو شریعت نہیں سمجھ بیٹھے ہو؟

مسٹر جگادری! تمہاری اس نہج کے اجزاءِ ترکیبی اور عناصرِ تالیفی کو ملیا میٹ کرنے کے لئے اسلامی علم وحکمت اور ایمانی رشد وہدایت کا وہ نور ہی کافی ہے، جو اس کتابِ کریم نے اہلِ ایمان وعرفان کو بخشا ہے جس کی شان یہ ہے:

﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ (سورة فصلت، آية: ٤٢)

میاں مفتی جی! قرآن کریم تو ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (سورة الأنعام، آية: ٦٨)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں طعن وتشنیع کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

یہاں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے، لیکن مخاطب امتِ مسلمہ کا ہر فرد ہے۔ آیاتِ الٰہیہ میں طعن وتشنیع کرنے والوں کے عموم میں کافر، بدعتی، فاسق سب شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"دخل فی هذه الآية كل محدث فی الدين، وكل مبتدع الی يوم القيامة." (معالم التنزيل للبغوی ٢ / ٣٠١)

اس آیت کے عموم میں قیامت تک پیدا ہونے والا ہر بدعتی اور دین میں نئی بات نکالنے والا شخص داخل ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"فی هذه الآية الدلالة الواضحة على النهی عن مجالسة أهل الباطل من كل نوع من المبتدعة و الفسقة عند خوضهم فی باطلهم." (جامع البيان ٧ / ٦٠٣)

اس آیت کریمہ میں ہر قسم کے اہل باطل یعنی مبتدعین اور فاسقین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی واضح نہی کا بیان ہے جب کہ وہ اپنے باطل میں مصروف ہوں۔

حضرت علامہ احمد معروف بہ ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"ان القوم الظالمين يعم المبتدع، والفاسق، والكافر، والقعود مع كلهم ممتنع." (التفسيرات الأحمدية، ص: ٣٨٨)

قوم ظالمین میں کافر، بدعتی اور فاسق سب شامل ہیں، ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

۞ ملاجی! قرآن کریم نے جس بائیکاٹ کا حکم دیا ہے وہ دیوبندیوں اور وہابیوں میں محصور نہیں ہے، بلکہ ہر باطل پرست، ہر بدمذہب، ہر بددین، ہر بدعتی اور ہر فاسق وفاجر کو شامل ہے۔ فرقِ مراتب کا لحاظ ضرور ہے، لیکن ظالمین کے دائرہ میں بہر حال سب داخل ہیں، خواہ عقیدہ میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو یا عمل میں شرعی حدود سے آگے بڑھنے والا ہو، وہ اللہ ورسول جلّ جلالہ و ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا ہو یا فرائض وواجبات کو علانیہ ترک کرنے والا ہو، وہ تعزیہ دار ہو یا مستحبات کو فرض وواجب کا درجہ دینے والا ہو۔

۞ ملاجی! کبھی مذہب کے نام پر دورنگی پالیسی استعمال کرنے والے مذہب کے ٹھیکیداروں کی حالت دیکھنے کی توفیق ہوئی یا نہیں، جو بدمذہبوں کے بائیکاٹ کا تو اعلان کرتے ہیں، لیکن تعزیہ داروں، ڈھول تماشوں میں ناچنے کودنے والوں، نمازوں کی پابندی

نہ کرنے والوں اور بے شمار قسم کے فساق وفجار کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں؟

ملا جی! جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں میں باہم تذکرہ ہونے لگا کہ کفار ومشرکین مسجدِ حرام شریف میں بیٹھ کر قرآن کریم کا استہزاء اڑاتے ہیں، اگر ہم اس حالت میں ان کے پاس نہ بیٹھیں، تو نہ ہم مسجدِ حرام میں بیٹھ سکیں گے اور نہ بیت اللہ شریف کا طواف کرسکیں گے، تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

۞ ﴿ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ (سورة الأنعام، آية : ٦٩)

اور پرہیزگاروں پر ان کی باز پرس سے کچھ نہیں، ہاں ان کے ذمہ نصیحت کرنا ہے شاید وہ باز آجائیں۔

۞ مفتی جی! کیا رب کریم نے اہلِ تقویٰ کو طعن واستہزاء کرنے والوں کے ساتھ بشرطِ تذکیر وتفہیم مجالست کی اجازت ورخصت عطا نہیں فرمائی؟

۞ اب تو شاید آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ﴿وَ لٰكِنْ ذِكْرٰى﴾ میں اسی شرعی حد کا بیان ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے فرمایا ہے ’’ شرعی حدود میں رہ کر ان سے بات چیت کریں‘‘۔

۞ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن عباس : قال المسلمون : لئن كنا كلما استهزأ المشركون بالقرآن و خاضوا فيه قمنا عنهم لما قدرنا على أن نجلس في المسجد الحرام وأن نطوف بالبيت ، فنزلت هذه الآية﴿ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾، وحصلت الرخصة فيها للمؤمنين بأن يقعدوا معهم ، ويذكرونهم و يفهمونهم. (مفاتيح الغيب ١٣/ ٢٨)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: مسلمان کہتے تھے: اگر مشرکین کے قرآن کریم کے ساتھ استہزاء اور طعن وتشنیع کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تو پھر ہمارے لئے مسجد حرام شریف میں بیٹھنا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرنا ممکن نہیں رہے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (اور پرہیزگاروں پر ان کی باز پرس سے کچھ نہیں، ہاں ان کے ذمہ نصیحت کرنا ہے شاید وہ باز آجائیں) اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے کی رخصت مل گئی اس شرط پر کہ انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے رہیں۔

امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ ﴾ من حساب هؤلاء الذين يخوضون في القرآن تكذيبا واستهزاء ﴿مِّنْ شَيْءٍ﴾أي ومايلزم المتقين الذين يجالسونهم شئ مما يحاسبون عليه من ذنوبهم ﴿ وَلٰكِنْ ﴾ عليهم أن يذكروهم ﴿ ذِكْرٰى ﴾ اذا سمعوهم يخوضون ؛ بالقيام عنهم ، واظهار الكراهة لهم ، وموعظتهم ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾لعلهم يجتنبون الخوض حياء ، أو كراهة لمساء تهم. (مدارك التنزيل ١/ ٥١٣)

اور پرہیزگاروں پر ان کی باز پرس سے، یعنی ان لوگوں کی باز پرس سے جو تکذیب و استہزاء کے لئے قرآن کریم میں عیب جوئی کرتے ہیں کچھ نہیں، یعنی طعن واستہزاء کرنے والوں کے کسی گناہ کا حساب ان پرہیزگاروں سے نہیں ہوگا جو ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں، لیکن ان پر لازم ہے کہ جب طعن واستہزاء کرنے والوں کو قرآن کریم کی عیب جوئی کرتے سنیں تو انہیں خوب سمجھائیں؛ اس طرح کہ ان کے پاس سے اٹھ جائیں، ان سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کریں اور ان کو نصیحت کریں، شاید وہ باز آئیں، یعنی شاید وہ شرم یا اپنی برائی کی ناپسندیدگی کی وجہ سے طعن وتشنیع سے باز آجائیں۔

۞ نابالغ مفتی! آنکھیں کھول کے دیکھو اور کانوں سے ٹینٹ نکال کر سنو! قرآن

کریم نے کفار ومشرکین، منافقین ومرتدین اور ہرقسم کے اہل بدعت کے ساتھ تفہیم وتذکیر کے لئے بیٹھنے کی رخصت واجازت عطا فرمائی یا نہیں؟

❁ کیا تمہارے خیابانِ خیال میں ایسی بھی کوئی شریعت پائی جاتی ہے جو قرآن کریم کی عطا کردہ اجازت ورخصت کو کالعدم قرار دیتی ہو؟

میاں مفتی جی! جمہور مفسرینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اظہارِ حق وتذکیر وتفہیم کی نیت سے اہلِ باطل کے ساتھ مجالست جائز ہے، دورمت جایئے ایک ایسا حوالہ سن لیجئے جو تمہاری چمڑی ادھیڑنے کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

❁ صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ پند ونصیحت اور اظہارِ حق کے لئے ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔'' (تفسیر خزائن العرفان، پ: ٧، سورۃ الأنعام، آیۃ: ٦٩)

نابالغ مفتی! کیا اب بھی اپنی شیطانی نادانی بمقابلۂ ارشادِ ربانی لاکر اسی طولانی کہانی کی راگنی الاپوگے کہ

''پہلی فرصت میں آپ اپنا خیال بدل دیں اس لئے کہ آپ کا یہ خیال شریعت سے ٹکراتا ہے کیونکہ شریعت نے صرف عوام کو نہیں بلکہ سب کو روکا ہے؟''

❁ نابالغ مفتی! مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا خیال کون سی شریعت سے ٹکراتا ہے؟

❁ شریعتِ اسلام سے، یا شریعتِ اوہام سے؟

شریعتِ اسلام سے تو ٹکرا نہیں سکتا؛ کیونکہ یہ قرآنِ کریم کے مذکورہ ارشاد کے عین مطابق ہے، اب لامحالہ یہ شریعتِ اوہام سے ٹکرائے گا، اور شریعتِ اوہام ہم اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک اضغاثِ احلام، ارواثِ طغام اور اخباثِ نافرجام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا ارشاد اگر شریعتِ اوہام سے ٹکراتا ہے اور تمہاری اس ''خانہ زاد شریعت'' کا کچومر نکال کر رکھ دیتا ہے تو یہ اس فرمان کی عظیم کامیابی اور تیر ٹھیک نشانہ پر لگنے کی دلیل ہے۔

امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہلِ بدعت

نابالغ مفتی نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ ''**الدلائل القاهرة على الكفرة النياشرة**'' کے حوالہ سے سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے:

''امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو بدمذہب آئے، عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی ﷺ سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، انہوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں، آخر وہ خائب وخاسر چلے گئے، لوگوں نے عرض کی اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔ ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے۔''

اس واقعہ پر نابالغ مفتی جی خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''مولانا تطہیر صاحب! یہ آپ کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ سیدنا محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین و مذہب کی حفاظت کی خاطر بدمذہب (بنام مسلمان) کی زبان سے قرآن وحدیث سننے کے لئے تیار نہیں، تمہارے لئے یہ کیوں کر جائز ہوسکتا ہے کہ آپ صرف بدمذہب نہیں بلکہ مرتدوں سے میل جول کریں، کیا آپ کا ایمان امام محمد بن سیرین کے ایمان سے زیادہ مضبوط ہے، کیا آپ کا علم امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کامل و مکمل اور ٹھوس ہے۔''

نابالغ مفتی کی اس مجنونانہ جرأت پر کافی دیر تک رہ رہ کر ہنسی آتی رہی، کہ جس کا وجود

آغوشِ مادر سے گورِ ویراں تک ہر نئی صبح کے ساتھ تازہ ترین بدعاتِ سیئہ کی غلاظت میں آلودہ رہتا ہو اور جس کی ہر سانس کا صعود و ہبوط محدثاتِ قبیحہ کی متعفن فضا میں لتھڑا ہوا ہو، وہ ایسے جلیل القدر امام اور عظیم الشان تابعی کا نام لے رہا ہے جس کا نشانِ امتیاز اور وتیرۂ افتخار بدعات ومنکرات کا رد وابطال اور اہلِ بدعت وضلالت سے مکمل اجتناب واحتراز تھا۔

❁ نابالغ مفتی! محرم الحرام میں ڈھول تاشوں میں ناچتے وقت کبھی امام ابنِ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آتی ہے یا نہیں؟

❁ تعزیہ داری کی بدترین بدعتِ محرمہ سیئہ شنیعہ قبیحہ کے ارتکاب کے وقت امام ابنِ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا کوئی واقعہ دماغ کی چولیں ہلاتا ہے یا نہیں؟

جواب آں غزل

❁ نابالغ مفتی! امام ابنِ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ اپنی پوری منڈلی کو ٹھیک سے ازبر کرادو، اور اس کے بعد باجماعت شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر جاؤ اور مزار کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے اپنے سُر اور لَے میں ایک ساتھ بولو:

حضرت آپ اپنی پوری زندگی وہابیوں اور دیوبندیوں جیسے مرتدین سے مناظرے اور مباحثے کرتے رہے، قرآن وحدیث میں ان کی لگائی گئی باطل و مردود تاویلیں سنتے رہے، ’’یہ آپ کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ سیدنا امام محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین و مذہب کی حفاظت کی خاطر بد مذہب (بنام مسلمان) کی زبان سے قرآن وحدیث سننے کے لئے تیار نہیں، تمہارے لئے یہ کیوں کر جائز ہو گیا تھا کہ آپ صرف بد مذہب نہیں بلکہ مرتدوں سے مناظرے اور مباحثے کرتے رہے، ان سے قرآن وحدیث بھی سنتے رہے اور ان کی تاویلیں اور دلیلیں بھی سنتے رہے، کیا آپ کا ایمان امام محمد

بن سیرین کے ایمان سے زیادہ مضبوط تھا، کیا آپ کا علم امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کامل ومکمل اور ٹھوس تھا۔‘‘

❁ ملائے مجنون! بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ اپنی منڈلی کو لے کر ان تمام علماء ومشائخ کے مزارات ومکانات پر دھرنے دینا شروع کر دو جو دیابنہ ووہابیہ وغیرہ سے مناظرے ومباحثے کرتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کے کاندھے پر چڑھ کر یہ بھاشن دیتے پھرو کہ:

’’یہ آپ لوگوں کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ سیدنا محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین و مذہب کی حفاظت کی خاطر بد مذہب (بنام مسلمان) کی زبان سے قرآن وحدیث سننے کے لئے تیار نہیں، تمہارے لئے یہ کیوں کر جائز ہو گیا تھا/ جائز ہو گیا ہے کہ آپ لوگ صرف بد مذہب نہیں بلکہ مرتدوں سے مناظرے اور مباحثے کرتے رہے،/ کرتے ہیں، ان سے قرآن وحدیث بھی سنتے رہے/ سنتے ہیں اور ان کی تاویلیں اور دلیلیں بھی سنتے رہے/ سنتے ہیں، کیا آپ کا ایمان امام محمد بن سیرین کے ایمان سے زیادہ مضبوط تھا/ ہے، کیا آپ کا علم امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کامل ومکمل اور ٹھوس تھا/ ہے۔‘‘

اصولی بات

ملاجی! اس سلسلہ کی اصولی بات یہ ہے کہ تم اپنی خر دماغی کی وجہ سے امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی حقیقت سے بے خبر اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے استشہاد کو سمجھنے سے قاصر وجاہل ہو، امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب وسنت اور علومِ اسلامیہ کے نابغۂ روزگار عالم تھے، انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ دعوت وتبلیغ اور تفہیم وتذکیر کی نیت سے کفار ومشرکین اور منافقین ومبتدعین کے ساتھ مجالست جائز ہے، تاہم ان کے ورع وتقویٰ، خوف وخشیتِ الٰہی اور حزم واحتیاط کی شان انتہائی بلند تھی، سنت پر عمل والتزام اور

بدعت سے اجتناب واحتراز کا عالم یہ تھا کہ باوجود اس کے کہ ماہرین محدثین کو احادیث کی روایت بالمعنی کی اجازت ہے، مگر امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو بھی بدعت سمجھتے اور ہمیشہ احادیث کی روایت بلفظہٖ فرماتے، اسی طرح واقعۂ مذکورہ کا حال ہے کہ آپ نے اپنی شانِ احتیاط کے مطابق بدعتی کی زبان سے قرآنِ کریم بھی سننا گوارہ نہ فرمایا، اس میں کسی حکمِ شرعی کا بیان نہیں، بلکہ ان کے کمالِ تقویٰ کا ذکر ہے۔

میاں مفتی جی! اگر بات یہ نہ ہو جو ہم نے بیان کی تو پھر قرآنِ کریم کی آیتِ مذکورہ اور تفاسیرِ معتبرہ سے ہم جو پہلے ثابت کر چکے اس کا جواب کیا ہوگا؟

ملا جی! سیدنا امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ذہن میں رکھئے اور یہ حدیث شریف ملاحظہ کیجئے:

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"أن رجلا استأذن على النبي ﷺ، فلما رآه قال: بئس أخو العشيرة، و بئس ابن العشيرة، فلما جلس تطلق النبي ﷺ في وجهه و انبسط اليه، فلما انطلق الرجل قالت له عائشة: يارسول الله! حين رأيت الرجل قلت له: كذا و كذا، ثم تطلقت في وجهه و انبسطت اليه؟ فقال رسول الله ﷺ: يا عائشة! متى عهدتني فاحشا. ان شرالناس عند الله منزلة يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره." **(البخاری، رقم الحدیث: ۶۰۳۲)**

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی، آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: قبیلہ کا بھائی کتنا برا ہے، قبیلہ کا بیٹا کتنا برا ہے، جب وہ آکر بیٹھا تو نبی کریم ﷺ اس کے ساتھ خنداں پیشانی اور شرحِ صدر کے ساتھ پیش آئے، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب آپ نے اس کو دیکھا تھا تو ایسا ایسا فرمایا تھا، جب وہ آگیا تو آپ خنداں پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے؟ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: اے عائشہ! تم نے کب مجھے فحش گو پایا ہے۔ بے شک قیامت کے دن سب سے برے درجہ میں اللہ کے نزدیک وہ ہوگا جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔

ممکن ہے ہمارے شرح کرنے سے آپ جیسے عاشقِ بدعت کے خرمن پر بجلیاں گر جائیں، اس لئے ہم اس حدیث شریف سے متعلق سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح کا ایک حصہ نقل کرتے ہیں:

"قال القرطبي: في الحديث جواز غيبة المعلن بالفسق أو الفحش ونحو ذلك من الجور في الحكم والدعاء الى البدعة مع جواز مداراتهم اتقاء شر هم مالم يؤد ذلك الى المداهنة في دين الله تعالى، ثم قال تبعا لعياض: والفرق بين المداراة و المداهنة، أن المداراة بذل الدنيا لصلاح الدنيا أوالدين أوهما معا، وهي مباحة، وربما استحبت، والمداهنة ترك الدين لصلاح الدنيا، والنبيّ ﷺ انما بذل له من دنياه حسن عشرته والرفق في مكالمته، ومع ذلك فلم يمدحه بقول، فلم يناقض قوله فيه فعله. اه وهذا الحديث أصل في المداراة وفي جواز غيبة أهل الكفر والفسق." **(فتح الباری ۱۳/۵۸۱)**

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علانیہ فسق، بدگوئی، حکومت میں ظلم اور بدعت کی طرف دعوت دینے والے کی غیبت جائز ہے، اسی طرح شر سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ مدارات بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ دین میں مداہنت کی حد تک نہ پہنچے۔ **مدارات و مداہنت کا فرق۔** دین و دنیا یا کسی ایک کی صلاح کے لئے دنیا صرف کرنا مدارات ہے، یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ بسا اوقات مستحب ہے۔ اور دنیا کی صلاح کے لئے دین کو ترک کر دینا مداہنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے ساتھ حسنِ معاشرت اور نرم گفتاری کا تو سلوک فرمایا لیکن اس کی مدح والی کوئی بات نہیں فرمائی؛ لہٰذا اس کے تعلق

سے آپ کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں ہوا۔ یہ حدیث مدارات اور کفار وفساق کی غیبت کے بیان میں اصل وبنیاد ہے۔

❁ ملا جی! کیا سید عالم ﷺ کا دشمنِ دین کے ساتھ انبساط وخنداں پیشانی کے ساتھ ملنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اعداءِ دین کے ساتھ تفہیم وتذکیر اور دعوت وتبلیغ کے لئے ملنا جائز ہے؟

❁ ملا جی! کیا امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیرتِ پاک کے اس واقعہ کو، بلکہ اس طرح کے ان بے شمار واقعات کو نہیں جانتے تھے جن میں اس بات کا صریح بیان ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لئے رسولِ اکرم ﷺ مشرکین ومنافقین کے ساتھ ملاقاتیں فرماتے تھے؟

ملا جی! دعوت وتبلیغ، تذکیر وتفہیم اور اظہارِ حق کے لئے کفار ومشرکین اور تمام باطل پرستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت تو خود قرآن کریم نے عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، عام حالات میں بھی اگر کوئی شرعی حاجت وضرورت درپیش ہو تو عوام وخواص کو شرعی احتیاط کے ساتھ معاملات رکھنے کی اجازت ہے۔ چشمِ عبرت ہو تو دیکھو:

(۱) "یکرہ للمشھور المقتدیٰ به الاختلاطُ الی رجل من أھل الباطل والشر الا بقدر الضرورة ؛ لأنه یعظم أمره بین أیدی الناس ، ولو کان رجلا لایُعرف یداریه لیدفع الظلم عن نفسه من غیر اثم فلابأس به . کذا فی الملتقط."

(الفتاویٰ الھندیة ٥/٤٢٥، ٤٢٦)

مشہور (دینی) پیشوا کو اہلِ باطل اور اہلِ شر سے میل جول رکھنا مکروہ ہے، مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے؛ کیونکہ لوگوں کے درمیان اس کے معاملات اہمیت رکھتے ہیں، اور اگر کوئی گمنام شخص گناہ سے بچتے ہوئے دفعِ ظلم کے لئے ان سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

❁ ملا جی! ہم بحمدہٖ تعالیٰ دنیا بھر کے کسی کافر ومشرک، منافق ومرتد اور بددین وبدمذہب

کے لئے اپنے دل میں کھلا یا چھپا کوئی معمولی ترین بھی نرم گوشہ نہیں رکھتے، ہم ہر دشمنِ دین سے اپنی آخرت کی صلاح وفلاح کے لئے مکمل براءت ودوری اور نفرت وبیزاری کا اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اعلان کرتے رہتے ہیں، جو ہمیں جاننے والے ہر ذی ہوش وشعور پر واضح وعیاں ہے، ہاں بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے پاکیزہ دین کو تمہاری ناپاک روش کے مطابق تعزیوں کی طرح مصنوعی کربلاؤں میں دفن نہیں کیا ہے، اور نہ ہزار قسم کی بدعاتِ سیئہ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے، اور نہ جاہ وشہرت اور مال ودولت کی حرص وآز میں دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کے فریضہ کو بند اور ختم کر رکھا ہے، دین کی بالادستی وسربلندی، کلمۂ حق کے فروغ وسرفرازی اور صداقت وحقانیت کی تعلیم وتفہیم کے لئے ہم اپنی بساط وحیثیت کے مطابق دنیا کی ہر قوم اور ہر بددین کے ساتھ کتاب وسنت کے لازوال وپرنور اصول کی روشنی میں اٹھنے بیٹھنے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ وقتِ ضرورت ان شاء اللہ تعالیٰ اس فریضہ کی ادائیگی کو اپنے لئے سب سے بڑا سرمایۂ آخرت بھی سمجھیں گے۔

ملا جی! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو بات بطور تجویز ومشورہ کہی ہے:

"وہ اگر شرعی حدود میں رہ کر ان سے بات چیت کریں تو شاید یہ مصلحت وحکمت سے قریب ہے"

یہ حضرت کا اپنا محتاط اسلوب ہے، ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں شریعت نے اس کی قطعاً یقیناً اجازت عطا فرمائی ہوئی ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا، اور مزید یہ کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے ایک سوال کیا گیا:

"کافر، مرتد، مبتدع، بدمذہب کو فاسق معلن، یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو، کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بھائی بیٹا وغیرہ خود اپنا کہنا، یا کسی اور مسلم کا کہنا، حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسے ہی مانے، یہ کیسا ہے............؟"

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں:

"ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتدا بسلام حرام، اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معھم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید، افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں، تو یوں ہی کلمات مدح۔

حدیث میں ہے:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز له عرش الرحمٰن۔ جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمٰن لرز جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے (یہاں اصل میں بیاض ہے) ان میں فاسق کا حکم آسان ہے، مطلقاً حرج نہیں اور مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی، اور مرتد و مبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی؛ **فان الضرورات تبیح المحظورات**۔"

(فتاویٰ رضویہ ۲۴/ ۳۲۶، ۳۲۷)

❁ ملاجی! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس فتوے کو خوب غور کے ساتھ پڑھئے اور یہ بتائیے کہ (بے ضرورت و مجبوری، بلا وجہ شرعی، ضروریاتِ شرعیہ، **فان الضرورات تبیح المحظورات**) یہ سب باتیں بدمذہبوں سے ملنے جلنے کے لئے شرعی حدود کا بیان ہیں یا نہیں؟

❁ بدمذہبوں کو عقائدِ صحیحہ کی تعلیم و تبلیغ کرنا، اور ان کے شر و ضرر سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اور کلیاتِ خمسہ (جان، عقل، دین، نسل، مال) کے تحفظ و بقا کے لئے ان کے ساتھ روابط رکھنا شرعی و دینی حاجت و ضرورت کے دائرہ میں آتا ہے، یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فتویٰ اور دیکھتے چلئے:

ایک صاحب نے سوال کیا:

"ایک پٹرول آبپاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیا خط تقسیم کرنے والا بھی شیعہ

ہے، ان شخصوں سے بات چیت کرنا پڑتی ہے، کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے (یعنی اپنے مقصد کے لئے ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے) اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے، میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے، جہاں تک ممکن ہوتا ہے بچتے ہیں، اور کام کے وقت بات کرنا ضرور ہوتی ہے۔"

اعلیٰ حضرت جواباً فرماتے ہیں:

"اگر یہ امر واقعی ہے کہ قلب میں ان سے نفرت و عداوت واقعی ہے، اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا، نہر یا خط کے متعلق کوئی بات کبھی کر لی جاتی ہے، یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے، جس میں کوئی مصلحت صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں، اور اللہ دلوں کا نور جانتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ۲۴/ ۳۲۸، ۳۲۹)

❁ ملاجی! کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہاں شرعی حدود میں رہ کر وہابی اور رافضی سے بات چیت کرنے اور کھانا کھلانے کی اجازت و رخصت کو بیان نہیں فرمایا ہے؟

❁ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے بھی تو یہی کہا ہے:

"وہ اہل علم اور مضبوط لوگ جو انہیں حق پہ لانے اور ان پر اثر ڈالنے کی صلاحیت و ہمت و طاقت رکھتے ہوں، وہ اگر شرعی حدود میں رہ کر ان سے بات چیت کریں تو شاید یہ مصلحت و حکمت سے قریب ہے، اور اللہ جانتا ہے کہ کس کی نیت میں اصلاح و سچائی ہے، اور کس کی نیت میں فساد و برائی۔"

پھر آخر اس سے لوگ چیں بجبیں کیوں ہیں؟

❁ ملاجی! ایک سوال اور برداشت کر لیجئے جو بظاہر غیر متعلق ہے، لیکن جب کچھ لکھنے بیٹھو گے تو کام دے گا:

موالات و معاملت، مدارات و مداہنت، معاشرت و مخالطت، بر و صلہ، اقساط و ہبہ، وداد و اتحاد، تبتل و انقیاد اور محبت و رکون وغیرہ کا شرعی مفہوم کیا ہے؟ فقہِ حنفی کے مطابق ان سب کے شرعی احکام کیا ہیں؟ مذکورہ امور میں سے کون، کب اور کس کے ساتھ جائز ہے اور کس کے ساتھ ناجائز و حرام اور کفر و ارتداد ہے؟

ناهقة الصاعقة

اب جب کہ ہم یہ ثابت کر چکے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہر بد دین و بد مذہب سے تذکیر و تفہیم کے لئے بات چیت کرنا جائز ہے تو اس پر مالیخولیائی مفتی جی کا یہ کہنا:

”پہلی فرصت میں آپ اپنا خیال بدل دیں اس لئے کہ آپ کا یہ خیال شریعت سے ٹکراتا ہے کیونکہ شریعت نے صرف عوام کو نہیں بلکہ سب کو روکا ہے۔“

اس کا مطلب اس کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ یہ بات ملائے مجنون کی ”خانہ زاد شریعت“ کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ قرآن کریم نے تو پند و نصیحت کے لئے کفار و مشرکین کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کی اجازت دی ہے، اور ملا جی اس کو خلافِ شریعت بتا رہے ہیں، تو یہ بات بدیہی اور یقینی ہے کہ وہ جس شریعت کے خلاف بتا رہے ہیں اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، **ولا یمکن أن توجد هناك صورة أخرى:**

(۱) شریعتِ اسلام، جس کا منبع و مصدر کتاب و سنت ہیں۔

(۲) شریعتِ اوہام، جس کا ماخذ و ملبہ جہالت و بدعت ہے۔ **فشريعة الأوهام وان لم تكن نقيضة لشريعة الاسلام صريحة، ولكنها لازمة لنقيضها .**

پہلی شق نقل و عقل کے خلاف اور بداہۃً باطل و مردود ہے؛ **لأن كتاب الله تعالى قد علمنا بمافيه من حصول الرخصة للمؤمنين بأن يقعدوا مع الذين يخوضون فى آيات الله تعالى و يستهزؤن بها ، ويذكرونهم و يفهمونهم، وحاشا أن تجد أيها الذى جن جنونه و تنوع فيه من الجهل فنونه سنة للنبىّ المصطفى المختار ﷺ تأتى معارضة لكتاب الله الخالد ، و أيضا مامن عقل الاومن لوازم تفكيره أن يرشد صاحبه الى الايمان بماجاء به القرآن الكريم ، والذين ضلوا ولم يعتبروا بما هدى الله تعالى فهم لايعقلون .**

لامحالہ دوسری شق ثابت؛ **فكل ما كان على خلاف ماجاء به كتاب الله**

تعالى و سنة رسوله ﷺ فهو مما أوحاه الشيطان الى الذين اخترعوه و ابتدعوه ، و وسوست به صدورهم و نفوسهم ، ودانوا بما اختلقوه من الأكاذيب و الأوهام، واعتزوا بالشرع الذى عصروه من البدع والحوادث طبقا لطباعهم الخسيسة.

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی بات شریعتِ اسلام کے مطابق ہے، اور ملا جی کے مزعومات و مظنونات شریعتِ اوہام کا مرغولہ ہیں؛ **فاذن لا تعارض بينهما للاختلاف بين المورد ۔**

شریعتِ اسلام میں عقائد و احکام کی دعوت و تبلیغ کا حکم ہے، خواہ جس کو تبلیغ کی جارہی ہے وہ کافر و مرتد ہو، یا بدعتی و فاسق۔ شریعتِ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ اپنی ذات سے شروع ہو کر عالمی سطح تک پہنچتا ہے۔

شریعتِ اسلام کا پیغام عام کرنے کے لئے مصائب و آلام برداشت کرنا فخر و اجر کی بات ہے۔

شریعتِ اسلام کا سرچشمہ قرآن و سنت اور اجماع و قیاس صحیح ہیں۔

لیکن شریعتِ اوہام میں دعوت و تبلیغ پر پابندی عائد ہے، نہ عوام کو دعوتِ دین کا حق حاصل ہے اور نہ علماءِ اسلام کو، بلکہ اس ناپاک شریعت کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ عالمِ اسلام میں جو لوگ بھی اسلامی تعلیمات اور اللہ و رسول جلّ جلالہ و ﷺ کے احکام و ارشادات کی دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دینے میں مصروف ہیں، ان سب کو ابلیسِ لعین کی بتائی ہوئی مردود و مرفوض چالوں اور سازشوں کا نشانہ بنا کر کام کرنے سے روک دیا جائے، علماء و قائدینِ اسلام کو بدنام کر دیا جائے اور عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے گھریلو سطح سے عالمی پیمانہ تک جو بھی انفرادی یا تنظیمی خدمات انجام دی جارہی ہیں ان سب کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر عوام کی نظروں میں مطعون و مشکوک بنا دیا جائے۔ **وعياذا بالله تعالى مما يقترفه الجهلة اللئام والمبتدعة الطغام .**

ملا جی! سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک واقعہ ہم سے بھی سن لیجئے:

''۲۵؍ جمادی الاولی روز پنجشنبہ ۱۳۳۶ھ کو وقت چاشت جناب مولوی سید محمد شاہ صاحب صدر دوم ندوہ ابن مولوی سید حسن شاہ محدث رامپوری مع گرامی جناب سید نوشہ میاں صاحب و جناب مولوی سید محمد نبی صاحب مختار و جناب تصدق علی صاحب وکیل صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ حامی اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم کے یہاں آئے اور دیر تک ایک نفیس جلسہ دلکشا مذاکرہ علمی کا رہا۔(الملفوظ ۱/۳۹)(پورا واقعہ الملفوظ میں ملاحظہ فرمائیے)

۞ ملا جی! یہ ندوہ کے صدر دوم صحیح العقیدہ اور اہلِ سنت سے تھے، یا بدعقیدہ اور اہلِ بدعت سے تھے؟

مفتی جی! ہمیں آپ کی بے چارگی کا بھرپور احساس ہے، لیکن ہم بھی کیا کریں، آخر آپ کو گھر بھی تو پہنچانا ضروری ہے۔ خیر صبر و ہمت سے کام لیجئے اور یہ ارشاد فرمائیے کہ:

۞ مناظرہ میں بدمذہبوں کے ساتھ مجالست ہوتی ہے کہ نہیں؟

۞ اگر ہوتی ہے تو یہ حدودِ شرعیہ میں رہ کر ہوتی ہے یا حدودِ شرعیہ سے باہر جا کر؟

۞ بدمذہبوں اور مرتدین سے مناظرہ کی اجازت کس نے دی ہے اور اس کی دلیل شرعی کیا ہے؟

۞ بھورے خانی! آیت کریمہ: ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ کی تفسیر منقول و ماثور اور معتمد و مستند کیا ہے؟

۞ آیت مذکورہ ظاہر و خفی، نص و مشکل، مفسر و مجمل اور محکم و متشابہ میں سے کیا ہے؟

۞ ﴿ وَجٰدِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

۞ ﴿ اُدْعُ ﴾ کا مفعول بہ کون ہے اور اس سے کون لوگ مراد ہیں، اور ﴿ وَجٰدِلْهُمْ ﴾ میں ضمیر مفعول کا مرجع کیا ہے اور اس سے کون لوگ مراد ہیں؟

۞ دعوت و جدال کا یہ حکم رسولِ اکرم ﷺ کی خصوصیات سے ہے یا عام ہے؟

۞ یہاں امر برائے وجوب ہے یا ندب؟

۞ دعوت و جدال کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہو چکا؟

۞ اگر منسوخ ہو گیا، تو ناسخ کیا ہے؟

۞ اہلِ بدعت کو دعوت و تبلیغ کرنے کا کیا حکم ہے؟

۞ تاریخ اسلام میں کفار و مشرکین اور منافقین و مرتدین کو دینِ حق کی دعوت و تبلیغ کے لئے علماء و ائمۂ دین نے ان سے بات چیت کی ہے یا نہیں؟

۞ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس طرح عمل فرماتے تھے؟

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجٰدِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴾ (سورۃ النحل، آیۃ: ۱۲۵)

آپ حکمت اور عمدہ نصیحت سے اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیجئے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کیجئے جو سب سے بہتر ہو، یقیناً آپ کا رب بہتر جانتا ہے گمراہوں کو اور خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

۞ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار و مشرکین کے پاس، یا کفار و مشرکین رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس دعوت و تبلیغ کے لئے آتے جاتے تھے یا نہیں؟

۞ اگر آمد و رفت نہیں ہوتی تھی، تو ان بے شمار احادیث و اخبار کا کیا جواب ہے جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دعوت و تبلیغ کے لئے دور دراز کے سفر فرمائے ہیں اور افراد و قبائل کو دین اسلام کی دعوت دی ہے، ان کے ساتھ خنداں پیشانی اور فرحت و انبساط کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے؟

۞ اسی طرح بے شمار احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ افراد و وفود، نصاریٰ و یہود اور

کفار و مشرکین بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے تھے، وہ لوگ آ کر آپ کو سلام کرتے، آپ وعلیکم یا وعلیک کے ذریعہ جواب دیتے، ان سے خنداں پیشانی اور کشادہ روئی سے بات فرماتے، ان کو اپنے کاشانۂ اقدس میں بٹھاتے اور ان کے ساتھ مدارات فرماتے، یہ سب باتیں تمہاری اوندھی عقل کے مطابق تعظیم ہیں یا کچھ اور؟

۞ اگر یہ سب باتیں تعظیم ہیں، تو کیا تمہاری ''خانہ زاد شریعت'' کا حکمِ ناپاک امام الانبیاء ﷺ پر بھی لگے گا کہ: ''یہ غلط (**نعوذ باللّٰہ تعالی و نستغفرہ مما أدی الیہ شیطانہ من الضلالات**) اگر انھوں نے سلام کیا اور رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا، یا رسول اکرم ﷺ نے کیا، یہ دوسرا غلط (**و أشھد أن لا الٰہ الا اللّٰہ و أشھد أن محمّدا رسول اللّٰہ** ﷺ)، تو ابتدا ہی غلط سے ہو رہی ہے؟''

مفتی مفتون! تم نے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''قارئین جملہ دیکھیں ''مرتدوں سے میل جول اور حدودِ شرعیہ میں رہ کر''

۞ سچ بتاؤ یہ جملہ تمہارے اعصاب و اعضاء، فکر و نظر، قلب و جگر اور حواس و جواس پر مسلط ابلیسِ لعین کا القاء ہے، یا کسی تعزیہ دار و اوجھڑی خور کا فضلہ ہے، یا تمہاری حدیث گڑھنے والی مرفوض و مردود اور مخذول و مطرود طبعِ نا محمود کا اختراع ہے؟

۞ مذکورہ جملہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا تو ہے نہیں، بلکہ صریح بہتان، بدترین اتہام اور کھلا افتراء ہے، اب بتاؤ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تم جیسے افتراء پرداز پر صادق آیا یا نہیں؟

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ﴾ (سورۃ النحل، آیۃ: ۱۰۵)

جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے، اور وہی جھوٹے ہیں۔

۞ ملاجی! اس ارشادِ ربانی کی روشنی میں تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھنے والے تو ہوئے

نہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھنے والا نہ ہو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا نہیں ہو سکتا، اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کے بارے میں قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا﴾

(سورۃ الفتح، آیۃ: ۱۳)

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر، تو بے شک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

۞ تو قرآن کریم کے اس فرمان کی روشنی میں تم مومن ہوئے یا کافر؟

الغریق یتشبث بکل حشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا)

ملائے مجنون! عرس و فاتحہ وغیرہ کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے تحریر و تقریر میں جو طرز و اسلوب اختیار فرمایا ہے وہ اتنا مؤثر اور اہم ہے کہ تم جیسے مبتدعین و جاہلین کا عملہ و ٹولہ جس کا پورا دین اور پوری سنیت چند بدعات کے ارد گرد گھومتی ہے اپنا چولا پھینک کر آپے سے باہر ہو چکا ہے، سراپا برہنہ ہو کر اپنے بلوں، گلیوں، کوچوں، روڑوں اور سبھاؤں میں اول فول، لاف و گزاف اور خراف و جزاف بکنے پر اترا ہوا ہے، اور اول میں چول دہی میں موسل کرنے پر تلا ہوا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جن کو عقلِ سلیم اور فکرِ مستقیم کی دولت عطا فرمائی ہے وہ حضرت کی تحریر و تقریر سے استفادہ کر کے اعتدال و انصاف سے قریب اور افراط و اعتساف سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اللہ و رسول جلّ جلالہ و ﷺ کے احکام کے پابند اور نفس و شیطان کے اوہام سے آزاد ہو رہے ہیں، محبوبین و مقربینِ الٰہی کے معتقد اور محرومین و مطرودین سے متنفر ہو رہے ہیں، سنت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے گلشن میں عمل کی بہار آ رہی ہے، اور بدعت و ضلالت و ہویٰ کے بیاباں پر خزاں منڈلا رہی ہے، کلمۂ حق سربلند ہو رہا ہے، اور باطل کا ہمہمہ سرنگوں ہو رہا ہے، دینِ متین کی سرفرازی کے لئے نفس و نفیس کی قربانی کا جذبِ دروں اور ذوقِ جنوں

قابلِ رشک بنتا جارہا ہے، اور دجل وفریب کے سوداگروں کی منڈی خیابانِ چناں اور خراباتِ چنوں کا منظر پیش کررہی ہے، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پاکیزہ تصویر وتنویر قلب وجگر اور فکر ونظر کو نور وسرور فراہم کررہی ہے اور الحاد وبے دینی کے ہیولے اور مجسّمے فرد وجماعت اور ماحول ومعاشرت سے دم دبا کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہورہے ہیں۔ ﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبٰطِلُ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

نابالغ مفتی اور اس کی منڈلی میں شامل بہروپئے چونکہ کنویں کے مینڈک اور قلب ونظر کے اندھے ہیں، اس لئے معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیاں دیکھنے سے محروم ہیں، یا پھر یہ ریوڑ اپنی جہالت کی وجہ سے خود بدترین بدعات میں مبتلا ہے اور شر کو خیر، باطل کو حق اور سیاہ کو سفید کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت اور اسلامی علوم وفنون سے بے بہرہ یہ لوگ اپنے سروں پر منڈلاتی موت سے بھاگنے کے لئے ارسطو کی دم توڑتی فرسودہ منطق کے بوسیدہ چھپر میں پناہ ڈھونڈ رہے ہیں، لیکن ان خرانِ نامشخص کو شاید معلوم نہیں کہ تابشِ حق کے سامنے باطل کا شرارہ، اور شوکتِ سنت کے مقابل بدعت کا غبارہ نہ کبھی ٹک سکا ہے اور نہ آئندہ کبھی ٹک سکے گا۔ قال اللّٰہ العلی القدیر: ﴿كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾، وقال سيدنا النبيّ البشير النذير ﷺ: (الاسلام یعلو و لا یعلی).

ملاجی! عرس ومزار، نذر ونیاز، چادر وگاگر، پوڑی کچوڑی، حلوے ملیدے، تیجے دسویں اور اس قبیل کی تمام بدعاتِ حسنہ سے متعلق کسی حد تک تفصیل کے ساتھ ہم پہلے گفتگو کرچکے ہیں کہ ان میں سے شرعاً کوئی چیز لازم وضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص منکرات ومناہی شرعیہ سے بچتے ہوئے ان کاموں کو کرتا ہے، تو اگرچہ ان کاموں کا شریعت کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں ہے، تاہم شریعت کی جانب سے کوئی ممانعت بھی نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید یہ ہے کہ ان مباحات ومندوبات پر حسنِ نیت کے ساتھ عمل کرنے کی صورت میں اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

دیابنہ ووہابیہ اپنی بے دینی وگمراہی کی وجہ سے ان امور کو ناجائز وحرام اور شرک وبدعتِ سیئہ بتاتے ہیں، جو شریعتِ اسلامیہ پر بہتان وتہمت اور اللہ ورسول جلّ جلالہ وﷺ کے احکام وارشادات سے بدترین جہالت وغفلت ہے۔ اسی طرح تمام بدمذہبوں کی یہ بکواس بھی پادر ہوا اور کھلا افترا ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمان مذکورہ امور کو فرض وواجب سمجھتے ہیں، حضرت مولانا مفتی جلال الدین امجدی صاحب دیوبندیوں کی اسی بدگمانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اولیاءِ کرام کا عرس جائز ہے ضروری نہیں، اور کوئی مسلمان اسے ضروری نہیں کہتا، بلکہ جائز ہی کہتا ہے، لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ عرس ضروری سمجھ کر کیا جاتا ہے مسلمانوں پر بدگمانی ہے، اور بدگمانی حرام ہے۔'' (فتاویٰ فیض الرسول ۲/۶۷۲)

اس پر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''اب اگر اسے کوئی ضروری خیال کرتا ہے، یا کہتا ہے، یا اہل سنت پر ضروری سمجھنے کا الزام لگاتا ہے تو یہ اس کی جہالت ونادانی اور بہتان تراشی ہے۔''

دونوں عبارتوں کا تجزیہ

مفتی صاحب کے فتوے میں ''کوئی مسلمان'' سے مراد وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہیں جو ان امور کی شرعی حیثیت سے باخبر ہیں، اور جنہیں اس بات کا علم ہے کہ یہ امور شرعاً جائز ومندوب ہیں، فرض وواجب اور مطلوباتِ شرعیہ سے نہیں ہیں، وہ مسلمان اس عموم میں ہرگز داخل نہیں ہیں جو ان امور کی شرعی حیثیت سے بیگانہ اور اپنی لاعلمی ونادانی کی وجہ سے ان امور کو اعتقاداً یا عملاً فرض وواجب کا درجہ دیتے ہیں۔

مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے دونوں پہلو سامنے رکھتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اب اگر کوئی مسلمان اپنی جہالت ونادانی کی وجہ سے عرس وغیرہ کو ضروری سمجھے، یا کہے تو یہ شریعت پر بہتان ہے، اسی طرح اگر کوئی بددین وبدمذہب اہلِ سنت و

جماعت یعنی مذکورہ امور کے شرعی احکام سے باخبر مسلمانوں پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اس کو لازم وضروری سمجھ رکھا ہے تو یہ بھی اس کی جہالت ونادانی اور بہتان تراشی ہے۔

ہماری اس وضاحت کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ’’کوئی مسلمان‘‘ عام مخصوص منه البعض ہے ، وذلك البعض ، هو الذى له علم بأن الأمور المذكورة من العرس و ماالى ذلك مباحة و مندوبة ، وبهذا المعنى تصح هناالسالبة الكلية و تصدق ، والا تكون كاذبة و باطلة . وبيانه : قال المفتى جلال الدين ، ما حاصله :’’ مأأحد من المسلمين قائلا ان العرس واجب ‘‘ ، وهى قضية سالبة كلية تقتضى أن لايكون هناك فرد من أفراد المسلمين قائلا بوجوبه و لزومه ، مع أن ذلك خلاف ما شاهدناه فى كثير من جهلة المسلمين ؛ فانهم لايعرفون كثيرا من ضروريات الدين فضلا عن معرفتهم بأن الأمورالمذكورة التى نحن بصددها مباحة و مندوبة ، بل انهم لما استولى عليهم الجهل والغفلة يظنون و يعتقدون أنها واجبة و لازمة ، كما قال المجدد الأعظم الامام أحمد رضا قدس سره العزيز : ’’ الضروريات بما يشترك فى علمه الخواص والعوام ،أقول : المراد العوام الذين لهم شغل بالدين واختلاط بعلمائه ، والا فكثير من جهلة الأعراب ، لاسيما فى الهند والشرق لايعرفون كثيرا من الضروريات ، لابمعنى أنهم لها منكرون بل هم عنها غافلون ‘‘ (الفتاوى الرضوية ١/ ٢٤٢) فثبت بذلك أن السالبة الكلية المذكورة باطلة و كاذبة كعكسها ، و هو : مأأحد من القائلين بوجوب العرس و أمثاله مسلما ،ونقيضها وهو قولنا : ’’ بعض المسلمين قائل ان العرس واجب ‘‘ صحيحة و صادقة ، وهؤلاء البعض هم الذين قال فيهم الامام أحمد رضا قدس سره : ’’ لايعرفون كثيرا من الضروريات ‘‘ وفيهم قال سيدى الأستاذ مولانا تطهير أحمد الرضوى حفظه الله تعالى:

’’جوعوام نے مستحب اورصرف جائز کاموں کوفرض وواجب سمجھ لیا ہے، یہاں تک کہ ادھار اور قرضے لے لے کر نیازیں فاتحائیں تیجے دسویں چالیسویں کرنے لگے اور درگاہوں پر چادریں چڑھانے جانے لگے اس میں بعض ان مقررین و واعظین کی بھی بھول رہی کہ جنھوں نے ان مستحبات اور بدعات حسنہ کے ثبوت تو دیئے لیکن ان کی شرعی حیثیت کو ظاہر نہیں کیا ان کی بے توجہی رہی ، کاش ان لوگوں نے نیاز وفاتحہ عرس ومیلا دسلام وقیام لنگر لٹانے اور مزار بنانے اور مرید ہونے قرآن خوانی کرنے تیجے دسویں بیسویں اور چالیسویں کے ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اسی وقت قوم کو بتادیا ہوتا کہ ان کاموں کی حیثیت اسلام میں صرف بدعت حسنہ ایک نفل اور مستحب کی ہے جنہیں کرنا فرض وواجب نہیں ہے صرف ایک اچھا کام ہے کوئی کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ گار نہیں ،تو بڑا اچھا ہوتا۔‘‘

فعلمنا بما ذكر أن السالبة الكلية التى أطلقها المفتى جلال الدين موضوعها ليس على اطلاقه و عمومه ، بل لابد من أن يكون مقيدا بنحو ما أسلفناه من العلم و المعرفة ، وصورة السالبة الكلية الجديدة هى : ’’ ما أحد من المسلمين العارفين بالأحكام الشرعية للأمور المذكورة قائلا بوجوبها و لزومها ‘‘ وهى قضية لايتناطح فى صدقها عنزان ، ولايرتاب فى صحتها اثنان من الانس والجان ، والى ذلك أشار الأستاذ العلامة تطهير أحمد الرضوى بقوله :

’’اب اگر اسے کوئی ضروری خیال کرتا ہے، یا کہتا ہے، یا اہل سنت پر ضروری سمجھنے کا الزام لگاتا ہے تو یہ اس کی جہالت ونادانی اور بہتان تراشی ہے۔‘‘

وبهذا نتيقن أن ماتفوه المفتى الضالّ المضلّ هو جنون ذو فنون ، و هراء و مجون ، كما اضطررنا الى الاذعان أنه من الذين عشّشوا أوكارهم

في أغوار غائرة ، ليس لها منفذ و سبيل الى الخارج ينظرون منه ما يدور في العالم ، و يعلمون ما هوالحق و الصواب ، ولذلك يتخبطون خبط عشواء ، و يركبون متن عمياء في ليلة ليلاء ، و عاصفة هوجاء ،وأيضا أصبحنا على يقين من أنه من الذين لايكادون يمتازون بين الغث و السمين و حتى المبادئ المنطقية الأرسطاطاليسية من التناقض و أركانها و شرائطها ، ويثرثرون :

’’یہاں تین شقیں نکلیں گی: (۱) دونوں صحیح (۲) دونوں غلط (۳) ایک صحیح ایک غلط۔ الی آخر الهذيان و الطغيان ‘‘

۞ ملا جی! آپ کی ہر شق میں بریلی شریف کا بانس کیا جا چکا، اب آپ کو بتانا یہ ہے کہ اس کی پھانس کا احساس کس قدر ہے؟

۞ ملا جی! تناقض کی راگنی سے پہلے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کریہہ صورت کی ہشت وحدات کا جائزہ لیا ہوتا تو یہ حال نہ ہوتا جواب ہوا ہے کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا؟

ملائے مجنون! حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کوئی بدگمانی یا کسی خاص شخص یا کسی خاص جماعت پر کوئی الزام واتہام نہیں ہے، بلکہ حضرت گذشتہ تیس پینتیس سال سے ملک کے طول وعرض میں پائے جانے والے مسلمانوں کے دینی و مذہبی حالات کو انتہائی قریب سے ملاحظہ فرما رہے ہیں، اپنی مومنانہ فراست اور دینی بصیرت سے سب کا جائزہ لے رہے ہیں اور اللہ تعالی کی توفیق سے شب و روز دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے میں مصروف عمل ہیں، اس طویل مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں ایک داعیِ اسلام اور عالمِ ربانی کی حیثیت سے حضرت نے اپنے احساسات و خیالات کو بے کم وکاست الفاظ کے قالب میں ڈھال کر تحریر کی شکل دے دی ہے، اگر کوئی اس کو بدگمانی سمجھتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی اور بدترین نادانی ہے، حضرت مولانا تطہیر احمد

صاحب قبلہ پر زنانہ ومخنثانہ وار کرنے والوں نے اگر اپنی ماؤں کا دودھ پیا ہے تو پہلے امام اہلِ سنت، مجددِ اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے اس ارشاد پر اپنی تھوتھنی کھول کر دکھائیں:

” فكثير من جهلة الأعراب، لاسيما في الهند والشرق لايعرفون كثيرا من الضروريات، لابمعنى أنهم لها منكرون بل هم عنها غافلون ‘‘

پھر ہم دیکھیں گے کہ کون سورما کتنے پانی میں رہتا ہے۔ مگر یہ جگادری کیا بولیں گے، ان کی حالت تو یہ ہے کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں
شیشہ کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

نابالغ مفتی! تم جیسے جاہلوں اور احمقوں نے دینِ اسلام کی پاکیزہ اور منور صورت کو بدعات ومنکرات اور افراط وغلو سے بالکل مسخ وفسخ کر رکھا ہے، حالت ایسی بنادی ہے جس کی منظر کشی پہلے اور بہت پہلے خادمِ رسولِ اکرم ﷺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ یوں فرمائی تھی:

” لو أن رجلا أدرك السلف الأول ثم بعث اليوم ما عرف من الإسلام شيئا، قال : ووضع يده على خده ثم قال : إلا هذه الصلاة.

(الاعتصام للشاطبي ١ / ٢٦ ، والبدع لمحمد بن الوضاح ، ص : ١٤٠)

اگر صدرِ اوّل کا کوئی شخص آج قبر سے اٹھا کر بھیج دیا جائے تو اسلام کی کوئی چیز نہیں پہچان سکے گا۔ آپ نے اپنا ہاتھ رخسار پر رکھ کر فرمایا: سوائے نماز کے۔

نیاز وفاتحہ وغیرہ کے شعار اہل سنت ہونے کا مطلب

نابالغ مفتی! اگر تم خود عقل وخرد سے پیدل اور دینی فہم وفراست سے چوپٹ ہو، تو کم از کم کسی سے عقل مستعار لے لو، اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ نیاز وفاتحہ وغیرہ کے شعارِ اہلِ سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک یہ تمام امور مباح و مندوب ہیں؛ کیونکہ ان کاموں سے نہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور نہ اس کے رسولِ محترم ﷺ نے روکا ہے، اور جس کام سے کتاب وسنت منع نہ فرمائیں اور وہ شریعت کے کسی قانونِ منع کے دائرہ میں بھی نہ آتا ہو، اس کو ممنوع و ناجائز کہنا شریعت پر بہتان وافترا ہے، اپنی ناپاک طبیعت سے شریعت کا اختراع ہے، اور ایسا کرنا ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ اب تو دنیا بھر کے وہابیوں نجدیوں دیوبندیوں کا وتیرہ اور علامت وشعار بن چکا ہے، لیکن ہم اہلِ سنت کا شعار یہ ہے کہ شریعت جس کام سے منع نہیں فرماتی اور نہ وہ کام کسی قانونِ حظر و منع کے تحت آتا ہے، تو اصل کے مطابق اس کو جائز ومباح مانتے ہیں اور اگر اس میں کوئی دینی و دنیوی منفعت بھی شامل ہو، تو منکرات ومناہیِ شرعیہ سے اجتناب وگریز کی شرط کے ساتھ اس کو مندوب و مستحسن جانتے ہیں، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تعلیمات و ارشادات کا یہی حاصل ہے، اسی کو آپ نے یوں فرمایا:

''قیام مندوب ہے، اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی، اور اس کے ساتھ یہ خیال وہابیت نہ ہوتا، تو حرج نہ تھا، اور اب یہ قیام شعارِ اہلسنت ہوگیا ہے، اور اس سے انکار شعارِ وہابیت، اور شعارِ سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۹/۲۶۶)

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کا واضح مطلب یہ ہے کہ قیام کا اقرار یعنی اس کو جائز ماننا شعارِ سنیت ہے، اور اس کا لحاظ یقیناً مؤکد وضروری ہے؛ تاکہ شریعت پر افترا کرنے والے اور منکرات کی دعوت دینے والے نجدیوں اور وہابیوں کی تردید ہوسکے

اور ان کے شعار ومنکرِ شرعی کی کے بطلان کا اظہار ہوسکے، لہٰذا اگر قیام کو جائز ماننے والا کوئی شخص بعض اوقات اس کو اس لئے ترک کر دیتا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے تو شرعاً اس پر کسی طرح کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، یہاں سے معلوم ہوا کہ نفسِ قیام شعارِ سنیت نہیں ہے، بلکہ قیام کو جائز ماننا شعارِ سنیت ہے، ہاں نفسِ قیام سعادت وفضیلت ضرور ہے۔ اگر نفسِ قیام شعارِ سنیت ہوتا تو بعض اوقات اس کے ترک کی اجازت کا کیا مطلب ہے؟ کیا شعار بھی ترک کرنے کی چیز ہے؟ کیا شعار کے ترک کی بھی کوئی اجازت دیتا ہے؟ اگر میاں ملاجی! یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ نفسِ قیام شعارِ سنیت ہے اور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض اوقات اس کے ترک کی اجازت دی ہے، پھر بھی تو تمہاری شرارت کی اوجھڑی اور انتڑیاں پھٹ گئیں اور جہالت کا تعزیہ مصنوعی کربلا کے منحوس گڑھے میں دفن ہوگیا؛ کیونکہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ بھی تو یہی فرما رہے ہیں:

''نیاز وفاتحہ، میلاد وسلام، عرس وغیرہا امور مروجہ صورتوں میں بدعات حسنہ ہیں، اور اچھے کام ہیں، لیکن شرعاً فرض وواجب نہیں ہیں، اور نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ فرض ہیں، خدائی قرض ہیں، جن کے بغیر اسلام نامکمل ہے، ہاں نیاز و فاتحہ کو بھی کبھی کبھی کرتے رہنا چاہئے؛ کیونکہ یہ امور ہندوستان میں اہل سنت کی پہچان ہیں''۔ (درمیانی امت، ص:۱۶۸)

نابالغ مفتی نے قیام رمضان کو بدعت بنا دیا

نابالغ مفتی مفتون وملائے مجنون! آہ آہ صد ہزار بار آہ! اے کاش تم جیسے نااہل اور علم دشمن لوگ کسی روڈ کے کنارے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر آنے جانے والوں کے جوتے چپلوں کی پیوندکاری کرتے تو اس سے تو کروڑوں گنا بہتر تھا جو تم قرآن وسنت کا نام لے کر اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے بیٹھے ہو، تمہاری مذبوحی حرکتیں دیکھ کر اعداءِ اہل سنت دیابنہ و وہابیہ کیا کہیں گے؟

ناظرینِ کرام! نابالغ مفتی کا ایک استدلال بغور ملاحظہ فرمائیے:

''انہوں (حضرت ابوامامہ باہلی) نے ایک موقع پر فرمایا: **احدثتم قیام رمضان فدوموا علی مافعلتم ولاتترکوا**۔ یعنی تم نے قیامِ رمضان کو نیا نکالا تو اب ہمیشہ کیے جاؤ کبھی نہ چھوڑنا ....
ایک عمدہ چیز تھی جو شعار کی حد تک بھی نہ پہنچی تھی، اور آپ شعار کو روک رہے ہیں''۔

❁ نابالغ مفتی! اس استدلال میں مزید کون سی جہالت وحماقت باقی رہ گئی تھی جس کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اس کی جانب منقوط بیاض کی شکل میں اشارہ کیا ہے؟

❁ ''ایک عمدہ چیز تھی'' کا مسندالیہ ومحکوم علیہ صاف اور کھل کر کیوں نہیں لکھا، آخر اس کے پسِ پردہ کون سا خوف اور کون سی موت پوشیدہ ہے جس کا ڈر تمہارے اعصاب و حواس پر مسلط ہے؟

❁ اس بزدلی اور نامردانہ روش کا راز کیا ہے؟

❁ کیا قیامِ رمضان بدعت ومحدث ہے؟

❁ کیا اوجھڑی کی غلاظت اور تعزیہ کی بدعت نے ایسا اندھا کر دیا ہے کہ ہر چیز بدعت نظر آنے لگی ہے؟

کل ذات صدار خالة۔ ساون کے اندھے کو ہرا ہی سوجھتا ہے

❁ کیا عرس وفاتحہ وغیرہ کی حیثیت اسلام میں قیامِ رمضان سے زیادہ ہے؟

❁ کیا قیامِ رمضان کی فضیلت واہمیت سید عالم ﷺ نے بنفس نفیس بیان نہیں فرمائی ہے؟

❁ قیامِ رمضان سے متعلق مندرجہ ذیل احادیث کسی سے سنی ہیں یا نہیں؟

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه.''

(صحيح البخارى ، باب تطوع قيام رمضان من الايمان ، رقم الحديث : ۳۷، و صحيح مسلم ، رقم الحديث : ۱۸۱۵ ، والسنن لأبى داؤد ، رقم الحديث : ۱۳۷۳ ، و الجامع للترمذى ، رقم الحديث : ۸۰۸ ، والسنن للنسائى ، رقم الحديث : ۱۶۰۳)

جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۲) حضرت عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جاء رسول الله ﷺ رجل من قضاعة فقال له: يا رسول الله! أرأيت إن شهدت أن لا إله إلا الله و أنك رسول الله ، و صليت الصلوات الخمس ، و صمت الشهر ، و قمت رمضان ، و آتيت الزكاة ، فقال النبى ﷺ : من مات على هذا كان من الصديقين و الشهداء.'' (صحيح ابن خزيمة ۳/ ۳۴۰، رقم الحديث : ۲۲۱۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلۂ قضاعہ کے ایک صاحب حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا اس سلسلہ میں کیا ارشاد ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا رہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پانچ وقت کی نماز پڑھتا رہوں، رمضان کے روزے رکھتا رہوں، رمضان میں قیام کرتا رہوں اور زکوۃ دیتا رہوں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس حالت میں انتقال کر جائے وہ صدیقین وشہداء میں سے ہوگا۔

(۳) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''أن النبى ﷺ كان يرغب فى قيام رمضان من غير أن يأمر فيه بعزيمة.'' (المصنف لابن أبى شيبة ، رقم الحديث : ۷۷۸۶)

نبی کریم ﷺ لازم کئے بغیر قیامِ رمضان کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

(۴) حضرت نضر بن شیبان کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے

دریافت کیا تو انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان اللّٰہ افترض علیکم صیامہ و سننت لکم قیامہ ، فمن صامہ ایمانا و احتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ.''

(المصنف لابن أبی شیبة ، رقم الحدیث : ۷۷۸۷)

بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض فرمائے اور میں نے اس کا قیام سنت کیا، تو جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے گا اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

❁ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''أن رسول اللّٰہ ﷺ خرج ذات لیلة من جوف اللیل فصلی فی المسجد ، فصلی رجال بصلاته ، فأصبح الناس فتحدثوا ، فاجتمع أكثر منهم فصلوا معه ، فأصبح الناس فتحدثوا ، فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة ، فخرج رسول اللّٰہ ﷺ فصلوا بصلاته ، فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله ، حتى خرج لصلاة الصبح ، فلما قضى الفجر أقبل على الناس ، فتشهد ثم قال أما بعد ، فإنه لم يخف عليّ مكانكم ، لكني خشيتُ أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها .''

(صحیح البخاری ، رقم الحدیث : ۹۲۴)

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ درمیانِ شب کو باہر نکلے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی، تو صحابۂ کرام نے بھی آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی، صبح کے وقت اس کو خوب بیان کیا، تو اکثر لوگوں نے جمع ہو کر آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی، صبح کے وقت اس کو خوب بیان کیا، تیسری شب مسجد میں لوگ بہت ہوگئے، اللہ کے رسول ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی، جب چوتھی شب ہوئی تو مسجد نمازیوں سے بھر گئی، یہاں

تک کہ آپ فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، نماز فجر کے بعد صحابہ کی طرف روئے انور فرمایا، خطبۂ شہادت پڑھ کر فرمایا: اما بعد: مجھ سے تمہاری جگہ پوشیدہ نہیں، لیکن میں نے اندیشہ کیا کہ کہیں وہ تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم اس سے عاجز رہ جاؤ۔

❁ نابالغ مفتی! کیا ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نہیں ہے کہ قیامِ رمضان بدعت نہیں سنت ہے؟

❁ نابالغ مفتی! تمہیں اتنا بھی ہوش نہیں ہے کہ قیامِ رمضان سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، جس کو احناف کا ہر فرد بخوبی جانتا ہے، اور تم اس کو بدعت بتانے پر تلے ہو، شرم کرو، تف تمہاری جہالت پر۔

❁ ''قیامِ رمضان ایک عمدہ چیز تھی جو شعار کی حد تک بھی نہ پہنچی تھی۔ اور آپ شعار کو روک رہے ہیں'' اس کی تہہ میں نہیں، بلکہ اس کے منطوقِ صریح کا مفاد یہ ہے کہ عرس و فاتحہ وغیرہ کی اہمیت وحیثیت قیامِ رمضان سے زیادہ اور مؤکد ہے، کیا یہ بدعات کی سنت پر، اور وہ بھی سنتِ مؤکدہ پر ترجیح ہے یا نہیں؟

❁ ملائے مجنون! سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو تم نے کتبِ حدیث میں پڑھا ہے، یا یوں ہی اندھے سانپ کی طرح بے سمجھے فتاویٰ رضویہ شریف سے نقل کر مارا ہے؟

❁ نابالغ مفتی! سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری حدیث سنو، اور اپنی جہالت پر سفاہت کے تعزیہ کے آگے یا پیچھے ناچتے کودتے ماتم کرو اور پھر دو چلو پانی میں ڈوب مرو۔

❁ زکریا بن ابومریم کہتے ہیں:

''سمعت أبا أمامة الباهلی یقول : سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول : ان اللّٰہ فرض علیکم صوم رمضان ، ولم یفرض علیکم قیامه ، و انما قیامه شیئ أحدثتموه ، فدوموا علیه ؛ فان ناسا من بنی

اسرائیل ابتدعوا بدعة فعابهم الله بترکها وقال : ﴿ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوٰنِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾"

(سورة الحديد ، آية : ۲۷)

(المعجم الأوسط للطبرانی ، رقم الحدیث : ۷۴۵۰ دارالحرمین ، القاهرة ، مصر)

میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں، اس کا قیام فرض نہیں فرمایا، ہاں اس کا قیام تم نے خود شروع کیا ہے، لہٰذا اب اس پر مداومت کرنا؛ کیونکہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے ایک بدعت نکالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ترک پر ان کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: (راہب بننا،تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرّر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں)۔

نابالغ مفتی!''**المعجم الأوسط** '' کے حوالہ سے جومتن ہم نے پیش کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس کو تم نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتایا ہے وہ در حقیقت حدیثِ مرفوع اور سیدِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے، اور ''احداثِ قیام'' کا وہ مطلب نہیں جو تم جیسے مورکھ نے نیاز وفاتحہ وغیرہ کی طرح بدعت سمجھ رکھا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان شریف کے روزے فرض فرمائے ہیں، رمضان کا قیام فرض نہیں فرمایا ہے، رمضان کا قیام تم لوگوں نے ازخود شروع کیا ہے، جیسا کہ متفق علیہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رمضان شریف میں قیام فرمایا، اتباعِ رسول ﷺ کی سراپا تصاویر، پیکرانِ عشق وفا، جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے آقائے کریم ﷺ کی اقتدار میں نماز کے لئے صف بستہ ہوگئے، حالانکہ محسنِ انسانیت ﷺ

نے اپنے صحابہ کو اس کا حکم نہیں دیا تھا، جاں نثار صحابہ کی نورانی جماعت تین راتوں تک ہر پچھلی شب سے زیادہ ہوتی گئی، رحمۃ للعالمین ﷺ حجرۂ انور سے باہر تشریف لاتے، اور نماز پڑھاتے، چوتھی شب جب کہ مسجد نبوی شریف میں فدایانِ مصطفیٰ ﷺ کا جمِ غفیر موجود ہوچکا تھا، اور مسجد شریف مکمل طور سے بھر چکی تھی، سب کی نگاہیں امامِ اوّلین وآخرین ﷺ کے کاشانۂ اقدس کے پرنور نظارہ میں مستغرق تھیں، دیوان گانِ شوق نمودِ سحر تک جمالِ جہاں آرار کی دید میں مجسم انتظار بنے رہے، طلوعِ فجر کے ساتھ غمخوارِ امت ﷺ جلوہ فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حالت سے باخبر ہوں، مگر آیا اس لئے نہیں کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامِ رمضان باجماعت کا رسولِ اکرم ﷺ نے حکم نہیں دیا تھا، بلکہ صحابۂ کرام نے ازخود شروع کیا تھا، جیسا کہ (**أحدثتموه**) سے ظاہر ہے، لیکن سیدعالم ﷺ نے اس احداث کا رد نہیں فرمایا، بلکہ اس کو ثابت رکھا اور (**فدوموا علیه**) کے ذریعہ اس کی ترغیب وتاکید ارشاد فرمادی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو ''احداثِ قیام'' فرمایا تھا وہ اب سیدِ کائنات ﷺ کی سنت ہوگیا، اور اسی کو رسولِ اکرم ﷺ نے دوسری حدیث شریف میں اس طرح بیان فرمایا: (**سننت لکم قیامه**) یعنی میں نے رمضان شریف کے قیام کو سنت فرمایا۔ بایں ہمہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے اس قیام باجماعت پر بنفسِ نفیس مداومت نہیں فرمائی؛ کیونکہ نزولِ وحی کا زمانہ تھا، آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ کردیا جائے اور امت اس کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوجائے اور اس کو ادا نہ کرسکے۔ قیامِ رمضان باجماعت کی سنت اور اس پر مداومت کا جو حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دیا تھا اس پر پابندی کے ساتھ عمل سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر آپ کے زمانۂ خلافت میں شروع ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملائے مجنون کا قیامِ رمضان جیسی عظیم سنتِ مؤکدہ کو بدعت بتانا اور اس پر عرس وفاتحہ وغیرہ کا قیاس کرنا بدترین جہالت وشرارت اور احکامِ شریعت میں گھناؤنی

مداخلت ہے۔

ہاں نابالغ مفتی! حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثِ مذکور موقوفاً بھی مروی ہے، جس کی تخریج امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، عبد بن حمید، سعید بن منصور، ابن مردویہ اور ابن نصر نے کی ہے۔ چونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے کہ یہ مرفوعاً بھی مروی ہے۔

فاذن ليس لأحد أن يجعل مارواه سيدنا أبو أمامة الباهلي رضى الله تعالى عنه تبعا لهواه ، فهذا الموقوف فى حكم المرفوع كما هو ظاهر لدى العارفين بأصول الحديث .(جامع البيان للطبرى ٢٢ / ٤٣٣ ، دار هجر القاهرة ، والدرالمنثور ١٤ / ٢٩٢ ، دارهجر القاهرة)

عرس وفاتحہ وغیرہ کو جائز و مستحب ماننا شعارِ سنیت ہے

ملائے مجنون! تاریخ میں ایک سے بڑھ کر ایک دجال ومکار، شیطان وکذاب اور افّاک ومنّاع کا کردار ادا کرنے والی منحوس وخبیث شخصیتوں کا تذکرہ موجود ہے، لیکن مجھے نہیں لگتا کہ تاریخ کے سینہ میں تم جیسے جاہل وعنید، لئیم ووضیع، رذیل واشرس اور اعمی واضلّ کے امثال بہت بڑی تعداد میں محفوظ ہوں گے؛ کیوں کہ ایسی گھٹیا دھاندلی ودجالی کی مثالیں تلاش کرنے پر بھی نہیں مل پائیں گی کہ ایک شخص بار بار کہہ رہا ہو کہ سونے والو اٹھ جاؤ، سورج نکل چکا ہے، دنیا میں چہل پہل شروع ہو چکی ہے، لیکن شور وشغب مچانے والے شیطان ننگے ہو کر صرف ایک رٹ اور ایک دھن میں مگن ہوں کہ دیکھو اس نے دن کا انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ابھی رات ہے۔

نابالغ مفتی! تم اور تمہاری پوری منڈلی کا اگر انسانیت سے کوئی معمولی تعلق بھی باقی رہ گیا ہو تو اب سے اپنی آخری سانسوں تک حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کی کوئی ایک تحریر بھی ایسی قوم کے سامنے پیش کر دو جس میں حضرت نے ان امور کو ناجائز وممنوع کہا ہو، یا قوم کو یہ پیغام دیا ہو کہ ان کاموں کا کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر تم ثبوت پیش کر دو

تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ جاہلوں اور بدتمیزوں کے پاس اپنے گرگوں اور چمچوں کے بیچ بیٹھ کر بے سدھ زبانیں چلانے کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔

ملائے مفتون! حضرت کی جانب ان امور سے روکنے اور منع کرنے کی نسبت زبردست فریب، کھلا بہتان، بدتمیز خصلت اور خوفناک جھوٹ ہے۔ چونکہ غلاظت کھانا اور بدعات میں ڈوبے رہنا تمہاری سرشت بن چکا ہے؛ اس لئے ہمہ وقت ذہن ودماغ پر ابلیسی چالیں اور گندے خیالات کا غلبہ رہتا ہے؛ **فقديما قالوا : كل نجار ابل نجارها ، و كل اناء ينضح بما فيه ، والعصا من العصية ، وهل تنتج الكلبة الالما لقحت له.**

تحرك للفخار زبانيها
وفخر الخنفساء من الصغار
ولا أطرق الجارات بالليل قابعا
قبوع القرنبىٰ أخلفته مجاعره

نابالغ مفتی! تم اپنی پوری منڈلی کو بتا دو کہ ہم بشمول حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نذر ونیاز اور اس قبیل کے تمام معمولات کو جائز ومستحب مانتے ہیں، لیکن یہ امور نہ مدارِ ایمان ہیں اور نہ اساسِ اسلام، نہ فرائض ہیں نہ واجبات، نہ اپنی مروجہ شکل میں سنت ہیں نہ شرعی مطلوبات، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ امور اس معنی میں اہل سنت کی علامت بن چکے ہیں کہ ہم ان کے جواز واستحباب کے قائل ہیں اور دیابنہ ووہابیہ ان کے جواز کا انکار کرتے ہیں۔

ہم نے پہلے بھی متعدد بار ذکر کیا کہ ان امور کے جواز کا انکار شریعت پر بہتان و افترا ہے، لہٰذا علما کی ذمہ داری ہے کہ دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں ایسے غیر اسلامی اور شریعت سے متصادم نظریات وخیالات کا طاقت بھر رد کریں۔

وہابیوں نے ان امور کو ناجائز کہہ کر شریعت پر افترا کیا ہے اور جاہل وشریعت سے

غافل سنی کہلانے والے بہت سے لوگوں نے ان کو فرض و واجب کا درجہ دے کر شریعت پر بہتان لگایا ہے؛ لہٰذا علمار کی ذمہ داری ہے کہ ایسے جاہلوں کا بھی رد کرنے میں کسی طرح کی مداہنت سے کام نہ لیں۔

اسلام پر کسی شخص کا اجارہ نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، اس میں کسی کے ذاتی خیالات اور شخصی نظریات کی بنیاد پر احکام میں کوئی ردو بدل نہیں ہوتا، یہاں ہر شخص کے قول و فعل کو کتاب و سنت کے میزان پر تولا جاتا ہے، جو اس پر کھرا اترتا ہے اس کو شریعت سند قبول عطا فرماتی ہے، اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کی خاندانی وجاہت یا شخصی داب دھونس کی پرواہ کیے بغیر اس کو اس طرح اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دی جاتی ہے۔

نابالغ مفتی! اپنی کھوپڑی میں ایک بات اور اچھی طرح بٹھا لو کہ جب تک دم میں دم ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم دینِ اسلام میں ہر قسم کی تحریف و تدجیل کے خلاف آواز اٹھاتے رہیں گے، خواہ وہ وہابیت و نجدیت کے عفریت و طاغوت ہوں یا مبتدعین و فاسقین کے اساطین و صنادید ہوں۔ وہابیت کا پیدائشی مشن اللہ و رسول جلّ جلالہ و ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنا اور محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کا بے ادب بنانا ہے، اس ناپاک فرقہ نے لاکھوں لوگوں کے ایمان پر ڈکیتی ڈال کر ان کو کفر وارتداد کے دلدل اور تاریک غاروں میں جھونک دیا اور ان کی دنیا وآخرت تباہ و برباد کردی، وہابیت و دیوبندیت کے عقائدِ خبیثہ و نظریاتِ باطلہ کی تردید میں اہلِ سنت و جماعت نے وافر مقدار میں کتابیں تصنیف فرمائیں، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور صبحِ قیامت تک جاری رہے گا، خصوصاً سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے ایسا عظیم الشان دستاویزی اور تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ باطل کی چولیں ہل گئیں اور ان کی صفوں میں کہرام مچ گیا، آج تک کلکِ رضا کی خاراشگافی سے بدمذہبیت تھر تھر کانپ رہی ہے، لیکن ٹھیک اسی وقت جب کہ علماءِ ربانیین دیوبندیت و وہابیت کی بیخ کنی و سرکوبی میں مصروف تھے، ابلیس نے بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمانوں

پر جاہل صوفیوں، خلافِ شرع پیروں، دجال درویشوں اور مکار فقیروں کی شکل میں حملہ کردیا، غیر اسلامی رسم و رواج کو دین میں داخل کردیا، بزرگوں اور اولیاءِ کرام کی محبت و عقیدت کے نام پر ان کو بزرگوں اور اولیاءِ کرام کے طریقے اور مشن سے ہٹا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہابیت و دیوبندیت کے ناپاک جراثیم کو اپنا گھناؤنا کھیل کھیلنے کا پورا موقع مل گیا اور انھوں نے جاہلوں کے اس طبقہ کی حرکات کو مثال بنا کر پوری دنیا کے سامنے اہلِ سنت کی شبیہ کو انتہائی مکروہ بنا کر پیش کیا اور سب کو باور کرادیا کہ یہ لوگ اسلام سے منحرف اور قبر پرست ہیں، انہوں نے اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین ایجاد کررکھا ہے۔ **معاذا للّٰہ رب العالمین** ۔

شیطان کی اس آخری چال اور حربہ کے خلاف بھی علماءِ کرام نے مکمل توجہ دی اور اس کے دامِ تزویر کی سازشی تیلیوں کو کاٹنے کے لئے زبان و قلم، تقریر و تحریر، دعوت و تبلیغ، توجیہ و ارشاد اور بحث و نظر کا رخ ادھر بھی کیا، جس کے مثبت و ایجابی اثرات بھی معاشرہ میں نظر آنے لگے، بے شمار فریب خوردہ مسلمان اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشن سے منسلک ہوگئے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی صحیح اور سچی تعلیمات سے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے میں لگ گئے، اور جو لوگ شیطان کی چالوں کو بڑھاوا دینے میں لگے ہوئے تھے وہ چیخنے چلانے لگے اور معاشرہ میں بدامنی کی فضا پھیلانے کے لئے اوچھی حرکتوں پر اتر آئے، اور یہ بھی علمار کرام کی مساعیِ جمیلہ اور دعوتی خدمات کی قبولیت و کامیابی کی دلیل ہے۔

دونوں محاذوں پر ایک ساتھ معرکہ آرائی

❁ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’دریں دیار منکرانِ میلاد خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل جزو ہابیہ نہ باشند، و ہمچناں منکران نفس عرس، اما عرسیکہ مشتمل بر رقص باشد خود ناروا ست، نماز پس وہابیہ جائز نیست، درفتح قدیر است **روی محمد عن ابی حنیفة وأبی یوسف رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم أن الصلوة خلف أهل**

الأهواء لاتجوز۔ انکار امور مذکورہ شعار وہابیہ است، ہمچناں استمداد از انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، و یارسول اللہ و یاعلی گفتن را شرک می گویند، وخلاصہ مذہب ایشاں آنست کہ امام آنہا در تقویۃ الایمان گفت: کہ جز خدا ہیچ کس را قائل مباش، و مصطفیٰ ﷺ را خود ہمیں بزرگی داشت چنانکہ برادر کلاں را بر برادر خورد، وازیں قسم بسیار سخنہائے گستاخی با انبیاء واولیاء، خود حضور سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء، جا دیدہ است، حاصل مذہب ایں خبثاء آنست کہ حضرت مولوی قدس سرہ در مثنوی شریف فرمود:

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

اس ملک میں میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ اور تسبیح وتہلیل کا منکر وہابیوں کے سوا کوئی نہیں، یونہی نفس عرس کا منکر بھی ان کے علاوہ کوئی نہیں، رہا رقص پر مشتمل عرس تو وہ خود ناجائز ہے، وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے: امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ بے شک بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ امور مذکور کا انکار وہابیوں کا شعار ہے، اسی طرح اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے اور یارسول اللہ اور یاعلی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے مذہب کا خلاصہ وہ ہے جو ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا قائل مت ہو، اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو خود پر صرف اتنی بڑائی دیتے ہیں جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر۔ اس قسم کی بہت سی گستاخانہ باتیں نبیوں، ولیوں اور خود حضور سید الانبیاء ﷺ پر چسپاں کرتے ہیں۔ ان خبیثوں کے مذہب کا حاصل وہ ہے جو حضرت مولوی (مولانا روم) قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے انہوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوی کھڑا کر دیا اور اولیاء اللہ کو اپنے

جیسا سمجھ لیا ہے۔ **واللہ تعالی أعلم**۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۹/۲۰۳، ۲۰۴)

قارئین کرام! سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پورے فتوے میں وہابیوں کی زبردست بیخ کنی فرمائی ہے، اور واضح فرمادیا ہے کہ میلاد شریف و فاتحہ وغیرہ کے منکرین صرف وہابی ہیں، اور ان امور کا انکار کرنا وہابیت کا شعار ہے، ساتھ ہی ان جاہلوں کا بھی رد فرمادیا جنہوں نے اعراس میں رقص جیسی بدعاتِ سیئہ کو شامل کر رکھا ہے اور صاف لفظوں میں بیان کردیا کہ وہ عرس جس میں ناچ کود جیسی حرکتیں شامل ہوں شرعاً جائز ہی نہیں ہے۔ امامِ اہلِ سنت کے اسی مسلک کی اشاعت میں حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ رضوی اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ مصروف عمل ہیں، اور اس پیغام کو واشگاف لفظوں اور مومنانہ وداعیانہ لہجے میں قوم تک پہنچا رہے ہیں، حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب کا یہ ایمان افروز بیان پڑھیے اور مسلکِ اعلی حضرت کی بے باک ترجمانی ملاحظہ فرمائیے:

"رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا ذکر اور اس پر خوشی منانا یعنی محفل میلاد شریف کا انعقاد جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع حرکت نہ پائی جائے یقیناً جائز و مستحسن باعث خیر و برکت ہے، کچھ لوگ اس کو ناجائز وحرام اور بدعت ضلالہ کہتے ہیں، جب کہ میلاد شریف میں اللہ جل شانہ کی حمد، اس کے رسول مقبول ﷺ کی نعت اور آپ کی ولادت کا ذکر نظم ونثر میں بیان کیا جاتا ہے، اخیر میں بطور تعظیم کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، اور یہ سب باتیں احادیث سے ثابت ہیں" (حدیثوں کی روشنی، ص:۲۱۶)

ناظرینِ کرام! خیال رہے فریبی ملائے مجنون اور خائن مفتی مفتون نے بھی اپنے خبط نامہ میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس فتوے کا ایک تھوڑا سا حصہ نقل کیا ہے، مگر اپنی مجرمانہ روش کے مطابق اعراس میں پائی جانے والی بدعات پر پردہ ڈالنے کے لئے اس جملہ کو شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کرلیا ہے جس میں جاہلانِ بے خرد کے منہ پر زوردار طمانچہ لگایا گیا تھا۔ **و کذلك كل مجرم تعود شرا شريرا و مكرا سيئا ؛ فانه يبدى شيئا**

و یـخـفـی شیـئـا ، وان المکر السئ فی أیة صورة کانت لایحیق الا بأهله ، کما نص علیه القرآن الکریم.

۞ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا:

’’جو تعزیہ بنانے والے کو کافر اور اس کی اولاد کو حرامی اور قیامِ مولود کو بدعتِ سیئہ اور حاضری عرائسِ بزرگان دین کو فعلِ لغو سمجھتا ہے وہ شخص کیسا ہے، سُنی حنفی ہے یا نہیں؟‘‘

آپ نے جواب میں فرمایا:

’’تعزیہ بنانا گناہ ہے کفر نہیں، کافر کہنے والا مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس حدیث میں داخل ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما فان کان کما قال و الا رجعت علیه.

یعنی جو بظاہر کسی مسلم کو کافر کہے دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، اگر واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا۔ اور اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیہ کریمہ میں داخل ہے:

﴿ان الـذین یرمون المحصنٰت الغافلٰت المؤمنت لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم﴾

وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قیامِ مجلس مبارک کو بدعتِ سیئہ اور حاضریِ اعراسِ طیبہ کو لغو سمجھنا شعارِ وہابیہ ہے، اور وہابیہ سنی کیا، مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قل ابا الله وآیته ورسوله کنتم تستهزؤن o لاتعتذروا قد کفرتم بعـد ایمانکم﴾ ان سے فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ہاں بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابیت و وہابیہ سے جدا ہو وہابیہ کو گمراہ و بددین، دیوبندیہ کو کفار مرتدین جانتا مانتا ہو صرف قیام وعرس میں کلام رکھتا ہو تو محض اس وجہ پر اسے سنیت و حنفیت سے خارج نہ کہا جائے گا، مگر آج کل یہ فرض از قبیل فرضِ باطل ہے، آج وہ کون ہے کہ ان میں کلام کرے اور ہو سنی، **اللهم** مگر بہ تقیہ کہ وہابیہ میں روافض سے کچھ کم نہیں۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ ۲۹/ ۲۳۷، ۲۳۸)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس جواب سے درجِ ذیل امور نمایاں طور پر معلوم ہوئے:

(۱) تعزیہ بنانا گناہ ہے۔

اس گناہ کی وضاحت سیدی اعلیٰ حضرت نے ایک فتوے میں اس طرح فرمائی ہے:

’’تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ان خرافات کے شیوع نے اس اصلِ مشروع کو بھی اب مخدور و محظور کر دیا کہ اس میں اہلِ بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہلِ اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے **و ما یؤدی الی محظور محظور**‘‘ (جو چیز ممنوع تک پہنچائے وہ ممنوع ہے)۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۱/ ۲۲۳، ۲۲۴)

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

’’علم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے

سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جدا جو خالص سچی نیت سے حضرات
شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے، وہابی خبیث کہ
اسے خبیث کہتا ہے خود خبیث ہے۔ تعزیہ داروں کے شربت میں بھی شرکت نہ
کرے کہ تعزیہ میں شرکت سمجھی جائے گی بلکہ الگ شربت کرے اور آجکل کہ
جاڑے کا موسم ہے شربت کی جگہ چائے ہونا چاہئے۔ محرم وغیرہ ہر وقت
ہر زمانہ میں تمام انبیاء واولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیاز اور ہر مسلمان کی
فاتحہ جائز ہے اگر چہ خاص عشرہ کے دن ہو۔ بکر غلط کہتا ہے اور شریعت مطہرہ
پر افتراء کرتا ہے، جو کام ناجائز ہے اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جانا بھی گناہ
ہے۔ عشرہ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔ حدیثوں میں ان کی
فضیلت ارشاد ہوئی ہے خصوصاً دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر
ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے۔ زید جھوٹا ہے اور شرع شریف
پر افتراء کرتا ہے کہ ان روزوں کو حرام بتاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۴/ ۴۹۸، ۴۹۹)

ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

''علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے
شوکت اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت
پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان
خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہئے۔''

(فتاویٰ رضویہ ۲۴/ ۴۹۹)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، جس قدر بات سلطان تیمور
نے کی کہ روضہ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو
رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضہ منورہ وکعبہ معظّمہ کے نقشے اس وقت تک اس

قدر میں حرج نہ تھا اب بوجہ شیعی وشبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے،
تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی
منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس
میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے دبیر وانیس
وغیرہ اکثر روافض کے مرثیے تبرا پر مشتمل ہوتے ہیں اگر چہ جاہل نہ سمجھیں اور
نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں خلاف شرع کلمات اہل بیت طہارت کی
معاذ اللہ نہایت ذلت کے ساتھ بیان اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس
نے حلال کئے۔ حدیث میں ہے: **نھٰی رسول اللہ ﷺ عن المراثی**۔ رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ اور اس کے سبب صدقہ
خیرات ہونا جھوٹا عذر ہے اللہ کے بندے کہ تعزیہ وغیرہا بدعات کو حرام جانتے
ہیں نیاز وخیرات کرتے ہیں ربیع الاوّل شریف میں رسول اللہ ﷺ کی نیازیں
ہوتی ہیں ربیع الآخر شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
نیازیں ہوتی ہیں ان میں کون سا تعزیہ ہوتا ہے اور بفرض غلط اگر تعزیہ ہی باعث
خیرات ہو تو خیرات ایک مستحب چیز ہے اور بدعات حرام، مستحب کے لئے
حرام حلال نہیں ہوسکتا، عجب ان سے کہ مستحب نہ کریں گے جب تک حرام اس
کی یاد نہ دلائے، پھر یہ گدکا ایک مباح بات ہے، مباح کے لئے حرام کیونکر
حلال ہوسکتا ہے غرض عذرات سب بیہودہ ہیں اور ان افعال کے مرتکب سب
گنہگار اور انہیں مدد دینا ناجائز اور علم تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب
اسراف وحرام اور تعزیے کی نیاز لنگر کا لٹانا روٹیوں کا زمین پر پھینکنا پاؤں کے نیچے آنا
سب بیہودہ ہے ہاں نیاز کے طور پر سب بدعات سے بچ کر حضرات شہدائے کرام
کی نیاز کریں تو عین برکت وسعادت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۴/ ۵۰۴، ۵۰۵)

تعزیہ داروں کی تردید فرماتے ہوئے ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

‘‘تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہوتو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہوں گی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالی عنہ کی توہین ہے کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔ کعبہ معظّمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم وسیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دیئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرما دیا یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہوگئے یا تصویریں قابل ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر ﴿**ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون**﴾ بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہوں گے۔

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے، تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ **قال اللّٰہ تعالی ﴿ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان﴾** اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

طریقہ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیل حنفیت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہو سکے معتزلہ اصولاً بددین تھے اور فروعاً حنفی، جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہٖ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا، یوہیں کسی مسلمان سنی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس سے بیعت ممنوع و ناقابل

ابقا۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواعی پر اُن سب کے برابر۔ **لاینقص من اوزارھم شیٔ** ۔ (اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ت) (فتاوی رضویہ ۲۴/۵۰۶،۵۰۷)

(۲) کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

دیوبندی دیگر کفری عقائد کے ساتھ ساتھ اس وجہ سے بھی کافر ہیں کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔

اسی طرح ملائے مجنون جو حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کو وہابی و مرتد کہتا ہے، متفق علیہ حدیث کی روشنی میں اس پر یہ بلا پلٹ چکی ہے اور وہ ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے اس بلا میں خود گرفتار ہو چکا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) میلاد شریف کو بدعتِ سیئہ اور اعراسِ طیبہ کی حاضری کو لغو سمجھنا وہابیوں کا شعار ہے۔

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے اپنی تصنیفات میں اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے کہ یہ تمام امور بدعاتِ حسنہ ہیں، اور ان کو جائز و مستحب سمجھنا اہل سنت کا شعار ہے، اور ان امور کو ناجائز و حرام کہنا نجدیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ گمراہ و بددین اور منافقین و مرتدین کا شعار ہے، لہٰذا اہل سنت کو چاہئے کہ ان امور کو اعتدال کے ساتھ ادا کرتے رہیں؛ تاکہ وہابیت کا ردو ابطال بھی ہوتا رہے اور سنیت کا گلشن فیض و برکت سے مالا مال بھی ہوتا رہے، البتہ اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ یہ امور فرض و واجب نہیں ہیں، اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (**أوصوا بترك التزام مستحب اذا خيف أن يظنه العوام واجبا** ۔یعنی جب یہ خطرہ ہو کہ عوام اسے ضروری سمجھ لیں گے تو علماء مستحب پر پابندی ترک کرائیں) کے مطابق کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کریں تاکہ عوام ان کو واجب نہ سمجھ لیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس وصیت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں، بے خوف لومۂ لائم وطعنِ طاعن ومکرِ ماکر

وشغبِ شاغب اپنا فرض انجام دے رہے ہیں، اور کسی تعزیہ دار وا وجھڑی خور کی کاؤں کاؤں کی پرواہ کیے بغیر تندیِ بادِ مخالف کا مقابلہ فرما رہے ہیں۔

ناظرینِ کرام! جب سے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے وہابیت و دیوبندیت کے ردو ابطال کے ساتھ ساتھ دین میں افراط وغلو اور مبالغہ وتعدی کرنے والوں کی تادیب وسرزنش اور اصلاح وفہمائش شروع کی ہے تب سے رافضیوں کے شعارِ تعزیوں کے طومار کا جنازہ پُر غبار قعرِ مذلت میں دھنستا جارہا ہے اور کچھ دسترخوانوں کی شان بن چکے قُبُل ودُبُر، فرج وذکر، کرش وامعاء، مثانہ وشکنبہ، مرارہ ورودہ، مضغہ وعلقہ، غدود و بیضہ اور ریزش ونخاع وغیرہ باہم دست وگریباں ہوکر ہانڈیوں سے اچھل اچھل کر قاذورات میں بہہ رہے ہیں۔

(۴) جو شخص وہابیوں کو گمراہ وبددین اور دیوبندیوں کو کفار ومرتدین جانتا مانتا ہے، لیکن قیام وعرس میں کلام رکھتا ہے تو محض اس وجہ سے اس شخص کو نہ سنیت سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ حنفیت سے باہر کیا جاسکتا ہے۔

اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ دیوبندی ضروریاتِ دین کے منکر ہوکر کافر ومرتد ہیں اور وہابی ضروریاتِ اہل سنت کے منکر ہوکر گمراہ وبدمذہب ہیں، لہٰذا جو شخص ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اہل سنت دونوں پر قائم ہو اس کو سنیت سے خارج قرار دینا اصولِ دین، قواعدِ اسلام اور احکامِ شریعت کی صریح خلاف ورزی ہے، لہٰذا ضروریاتِ دین وضروریاتِ اہل سنت کو جاننے اور ماننے والے کو سنی صحیح العقیدہ ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح قیام وعرس وغیرہ بدعاتِ حسنہ سے اختلاف کرنا فقہِ حنفی کے اصول وفروع کی ایسی خلاف ورزی نہیں ہے جس کے سبب اختلاف وکلام رکھنے والے کو حنفیت سے باہر کہا جاسکے، لہٰذا ان تمام بدعاتِ حسنہ میں اختلاف وکلام رکھنے والے کو حنفی ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ان بدعاتِ حسنہ سے اختلاف رکھنا اور ان کو ناجائز وحرام کہنا وہابیوں کی علامت وشعار بن چکا ہے، اور ایسے افراد کا وجود عنقا ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ان امور میں

اختلاف رکھتے ہوں، لہٰذا جو لوگ ان امور میں اختلاف رکھتے ہیں ان کے بارے میں اب یہ ضرور کہا جائے گا کہ ان میں وہابیت ودیوبندیت کی علامت پائی جارہی ہے، تاہم محض اس علامت کے پائے جانے کی وجہ سے ان کو وہابی و دیوبندی نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ وہابیت انکارِ ضروریاتِ اہل سنت، اور دیوبندیت انکارِ ضروریاتِ دین سے عبارت ہے۔ اس بات کو مندرجہ ذیل حدیث شریف کی روشنی میں بھی سمجھا جاسکتا ہے:

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"آية المنافق ثلاث: اذا حدث كذب، و اذا وعد أخلف، و اذا اؤتمن خان." (صحيح البخاری، رقم الحديث: ٣٣، و صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٢٠، و السنن للترمذی، رقم الحديث: ٢٦٣١، و السنن الكبری للنسائی، رقم الحديث: ١١٠٦٢، و مسند أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ٨٦٧٠)

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أربع من كن فيه كان منافقا خالصا، ومن كانت فيه خصلة منهن، كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: اذا اؤتمن خان، واذا حدث كذب، واذا عاهد غدر، واذا خاصم فجر."

(صحيح البخاری، رقم الحديث: ٣٤، وصحيح مسلم، رقم الحديث: ٢١٩، غير أن الرابع عنده: و اذا وعد أخلف بدل: اذا اؤتمن خان)

جس میں یہ چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے:

جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو دغا دے اور جب کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔

اس حدیث میں جن مذموم خصلتوں کو منافق کی علامات قرار دیا ہے یہ بسا اوقات مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ محض ان علامات کے پائے جانے کی وجہ سے کسی مومن کو منافق کہنا جائز نہیں۔

محدثینِ کرام نے اس اشکال کے متعدد جوابات دیئے، جنہیں کتب حدیث اور ان کی شروح میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چند توجیہات یہ ہیں:

۞ امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" فالذی قاله المحققون والأكثرون وهو الصحيح المختار : أن معناه أن هذه الخصال خصال نفاق ، وصاحبها شبيه بالمنافق فى هذه الخصال ، ومتخلق بأخلاقهم . فإن النفاق هو إظهار ما يبطن خلافه ، وهذا المعنى موجود فى صاحب هذه الخصال ، ويكون نفاقه فى حق من حدثه ، ووعده ، وائتمنه ، وخاصمه ، وعاهده من الناس ، لا أنه منافق فى الإسلام فيظهره وهو يبطن الكفر . ولم يرد النبی ﷺ بهذا أنه منافق نفاق الكفار المخلدين فى الدرك الأسفل من النار . و قوله ﷺ : (كان منافقا خالصا) معناه شديد الشبه بالمنافقين بسبب هذه الخصال ."

(شرح النووی لصحيح مسلم ٢ /٤٧ ، المطبعة المصرية ، القاهرة)

محققین اور جمہور کے نزدیک صحیح ومختار یہ ہے کہ یہ تمام عادتیں نفاق کی خصلتیں ہیں، اور جس میں یہ عادتیں پائی جائیں گی وہ منافق کے مشابہ اور ان کی عادت کا حامل ہوگا؛ کیونکہ نفاق باطن کے خلاف اظہار کو کہتے ہیں، اور جس میں جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت،

بدکلامی، اور بدعہدی کی عادات ہوں وہ سامنے والے سے ان عادات میں خلافِ باطن کا اظہار کر رہا ہے، لہٰذا ان عادات کی حد تک اس میں نفاق کا معنیٰ موجود ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ باطن میں کفر رکھتا ہے اور اسلام کا اظہار کرتا ہے، اور نہ اس سے نبی کریم ﷺ کی مراد وہ منافق کافر ہے جو ہمیشہ جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں رہے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''منافق خالص'' سے مراد ان خصلتوں میں منافقین سے شدت مشابہت رکھنے والا ہے۔

۞ امام نووی، امام عینی، امام عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ امام ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

" هذا القول من النبی ﷺ تحذير من اعتاد هذه الخصال خوفاً أن يفضى به إلى النفاق ، دون من وقعت نادرة منه من غير اختيار أو اعتياد ، وقد جاء فى الحديث : (التاجر فاجر وأكثر منافقى أمتى قراؤها) ومعناه : التحذير من الكذب إذ هو فى معنى الفجور فلا يوجب أن يكون التجار كلهم فجارا، أو القراء قد يكون من بعضهم قلة إخلاص للعمل وبعض الرياء، وهو لا يوجب أن يكونوا كلهم منافقين."

(شرح النووی ٢ /٤٨ ، عمدة القاری ١ /٣٤٩ ، فتح الباری ١ /١٦٨)

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ان خصلتوں کو عادت بنانے سے ڈرانے کے لئے ہے تا کہ یہ اصل نفاق کا سبب نہ بن جائیں، اگر کسی سے نادراً بغیر عادت واختیار کے ان خصلتوں کا صدور ہو جائے تو وہ اس میں داخل نہیں ہے، جس طرح ایک حدیث شریف میں ہے؛ (تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ تمام تاجر جھوٹے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لئے قرآن پڑھتے ہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ نے جھوٹ اور نفاق سے ڈرانے کے لئے فرمایا ہے۔

۞ اسلامی طرزِ استدلال سے متنفر اور منطقی طرزِ استدلال سے قرار وسکون پانے

والوں کو اس طرح جواب دیا جاتا ہے:

الآية معناها العلامة ، وهی قدتكون من لوازم الشئ ، وهی قد تكون أعم من الملزوم ، ولايلزم من وجودالأعم وجود الأخص ، كالماشی للانسان ، فربما يوجد الماشی و لايوجد الانسان ، وكذلك هذه الآيات التی ذكرها النبی ﷺ للمنافق هی من اللوازم العامة للمنافق ، فكل منافق فهو متصف بهذه الخصائل الرذائل ،كما علمنا فی كافة الكفار و المنافقين فی عهد النبی ﷺ ، وليس كل من يتصف بها بمنافق ، كما هو مشاهد فی بعض المسلمين اليوم ، فلاتجوزتسميتهم بالمنافق ، نعم يجوز أن نقول : فيه خصلة النفاق حتی يدعها ، كما قال رسول اللّٰه ﷺ .

ملائے مجنون نے اپنی فکری آوارگی وعلمی افلاس کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ، یہ ناپاک تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ محض ان امور میں کلام کرنے کی وجہ سے مسلمان وہابی ہوجاتا ہے، اور محض ان امور میں کلام کرنا وہابیت ہے۔

ملائے مفتون ومفتی مجنون! آج ان امور میں کلام کرنا اور ان کو ناجائز کہنا وہابیت کی علامت بن چکا ہے، اور یہ علامت وہابیت کے لوازمِ عامہ کے قبیل سے ہے، یعنی جو وہابی ہوگا وہ ان امور میں ضرور کلام کرے گا، اس کی وہابیت کو اس وقت تک کمال ہی حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ضروریاتِ اہل سنت کے انکار کے ساتھ ساتھ ان امور کو بھی اپنی مردود ومخذول روش کے مطابق نشانہ نہ بنائے، اور ان کو ناجائز وحرام نہ بتائے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو ان امور میں کلام کرے اور ان کو ناجائز بتائے وہ دیوبندی ووہابی ہوگا۔ ہاں ایسا شخص شرعاً مجرم وسخت جاہل وشریعت کے احکام سے غافل ہے کہ امورِ جائزہ مباحہ مستحبہ مستحسنہ کو ناجائز وممنوع کہتا ہے، اہلِ علم پر لازم ہے کہ ایسے شخص کی جہالت وغفلت کو دلائلِ

شرعیہ کی روشنی میں دور کریں، جیسا کہ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے مبارک مسلک کے مطابق احادیثِ مبارکہ سے ان تمام باتوں کی مکمل وضاحت فرمادی ہے۔

نابالغ مفتی! ذرا آنکھوں سے غفلت کا حجاب اور حماقت کا نقاب ہٹا کر ذیل کے اقتباس کو پڑھو کہ کس طرح ان جاہلوں کا رد کیا گیا ہے جو ان امور جائزہ مستحبہ کو ناجائز کہتے ہیں:

”(۲) عن عائشة قالت : كان رسول اللّٰه ﷺ يضع لحسان منبرا فی المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول اللّٰه ﷺ أو ينافح ويقول رسول اللّٰه ﷺ : إن اللّٰه يؤيد حسان بروح القدس ما نافح -أو فاخر -عن رسول اللّٰه ﷺ.“

(رواه البخاری)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی شریف میں حضرت حسان بن ثابت کے لئے منبر رکھواتے اور حضرت حسان اس پر کھڑے ہوکر حضور کی شان وعظمت میں نعت شریف پڑھتے اور آپ کے دشمنوں کی برائی اور مذمت فرماتے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے بیشک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھتے ہیں اور ان کے مخالفین کی برائی بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔“ (مشکوٰة ، باب البيان والشعر ، ص : ۴۱۰)

”حدیث کے یہ کلمات ہم نے مشکوٰۃ سے نقل کیے ہیں اور یہ حدیث بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مسلم شریف میں بھی ہے، مسلم میں حضرت حسان کے وہ اشعار بھی روایت کئے گئے ہیں جو انہوں نے مسجد نبوی شریف میں منبر پر کھڑے ہوکر پڑھے تھے، ان اشعار کی تعداد ۱۳/ ہے۔“

(صحیح مسلم ۲ / ۳۰۱ باب فضائل حسان بن ثابت)

''اس حدیث میں مذکور حضور ﷺ کا حضرت حسان شاعر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر بچھوانا اور جناب حسان کا اس پر کھڑے ہوکر حضور کی شان میں نظم پڑھنا اور حضور کا اس پر خوش ہونا یہ سب باتیں بتاتی ہیں میلاد شریف کی محفل منعقد کر کے منبر بچھا کر اس پر حضور کا ذکر نعت وسلام سب جائز ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کو راضی وخوشی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے''

(حدیثوں کی روشنی،ص:۲۱۷، ۲۱۸)

ایک اقتباس اور پڑھئے اور جاہلوں کے خیالات کی تردید دیکھئے:

'' **(۱) عن عائشة أن رجلا أتى النبى ﷺ وقال : يارسول الله ! ان أمى افتلتت نفسها ولم توص ، وأظنها لو تكلمت تصدقت ، أفلها أجر ان تصدقت عنها ؟ قال: نعم .**

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور وہ کوئی وصیت نہ کرسکی ، میں سمجھتا ہوں اگر اس کو بولنے کا موقع ملتا تو ضرور صدقہ کرتی ،تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملے گا ؟ فرمایا ہاں ملے گا۔'' (مسلم ۱/ ۳۲٤ باب وصول ثواب الصدقة عن الميت)

'' **(۲) عن سعد بن عبادة قال : يا رسول الله ! ان أم سعد قد ماتت ، فأى الصدقة أفضل ؟ قال : الماء . فحفر بئرا ، وقال : هذه لأم سعد .** (رواه أبوداؤد و النسائى)

حضرت سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا،تو کون سا صدقہ بہتر ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: پانی افضل ہے،تو انھوں نے ایک کنواں کھدوایا،اور فرمایا: یہ کنواں میری کے لئے ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد ونسائی میں ہے۔'' (مشكوٰة باب فضل الصدقة ، ص : ۱٦۹)

''چونکہ حضرت سعد نے کنویں کے سامنے کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ یہ میری ماں کے لئے ہے،لہٰذا کھانے پینے کی چیز جو صدقہ کی جائے اس کو سامنے رکھ کر یہ کہنا کہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچے یہ ہرگز خلاف شرع نہیں ، بلکہ صحابہ رسول کا طریقہ ہے'' (حدیثوں کی روشنی،ص:۲۱۲، ۲۱۳)

جب تک فرض ذمہ پر باقی ہے کوئی نفل یا مستحب قبول نہیں

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جب تک فرض ذمہ پر باقی ہے کوئی نفل یا مستحب قبول نہیں ہے،اور جولوگ نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے ان کے سارے وظیفے عبادتیں اور ریاضتیں سب مردود اور ناقابل قبول ہیں ، غیر اسلامی کام ہیں اور گمراہی کے راستے ہیں۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کام بھی تبھی فائدے مند ہیں جب فرائض وواجبات پورے ہوں، اور جولوگ فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہیں یہ ان سے بھی زیادہ خطرناک اور غلط ہیں جو فرائض ونوافل دونوں کو چھوڑے ہوئے ہیں ؛ کیونکہ جو فرائض چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہے اس کے طریقہ کار سے ایسا محسوس ہوگا کہ اسلام میں پانچوں وقت کی نماز کا نام نہیں ہے بلکہ اوراد و وظائف اور دیگر نوافل کا نام ہے اور مذہب کی شکل بدلتی ہوئی معلوم ہوگی۔''

(آؤ دین پر چلیں،ص:۳۳)

نابالغ مفتی! ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ دشمنانِ سنت وشیدایانِ بدعت کے خرمنِ جہالت پر حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کا ایک ایک جملہ برقِ آسمانی وآفتِ ناگہانی بن کر ٹوٹ پڑا ہے، کاخِ نخوت وکوخِ شیطنت میں کہرام بپا ہو چکا ہے، اور جھوٹے اقتدار کے نشہ میں مدہوش عادی مجرم اپنی سمٹتی بساط ولپٹتی ساکھ، درکتی دیوار وکھسکتی شان اور چرچراتی سلطنت وبھربھراتی عمارت کی خوفناک تباہی کے مناظر کے تصور سے لرزہ براندام ہیں، اور

یہ سب فیضان ہے اس سلطانِ والا شان کا جو شہبازِ لا مکانی بھی ہے اور محبوبِ سبحانی بھی، قطبِ ربانی بھی ہے اور غوثِ صمدانی بھی، جو محیِ دین و سنت بھی ہے اور ممیتِ جہالت و بدعت بھی، **فرضی اللّٰہ تعالی عنه و أرضاه عنا ، و حشرنا فی من تشبثوا بذیله یوم لاینفع مال و لا بنون الا من رحم ربنا.**

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا　　مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی　　ڈھالیں چھٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا
بازاشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی　　دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے　　کہیں نیچا نہ دکھائے شجرا تیرا

نابالغ مفتی! آؤ بزبان امامِ ہمام، صمصامِ قمقام، سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلماتِ نور سنتے ہیں، جن سے اوہام و خیالات کے سارے دھندلکے چھٹ جائیں گے اور فرائض و واجبات کو چھوڑ کر مباحات و مستحبات میں مشغول رہنے والوں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضور پُر نور سیّدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف مقالہ در ترتیب عبادات فرمود آنجا بر ہمچو جاہلے کہ در حفظ سنّت و نفل فرائض راز دست می دہد اقامت قیامت کبری نمود، فقیر غفر اللہ تعالیٰ برخے ازاں سخن کریم مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کنم، باشد کہ جاہلاں را از خوابِ غفلت بیدار سازد و اللہ الھادی مے فرماید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: **ینبغی للمؤمن أن یشتغل أولا بالفرائض** مے باید و سزد مر مسلمان را کہ کار بند و نخست بہ چیز ہائے کہ فرض و واجب گردانیدہ است حق تعالیٰ از عبادت کہ ترک آنہا آثم و معاقب می گردد، **فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن** چوں

بہ پرداز داز فرائض مشغول گردد بسنتہائے راتب را کہ معین و مؤکدہ شدہ است ہمراہ فرائض و ترک آں سبب اسارت و عتاب ست، **ثم یشتغل بالنوافل والفضائل** پستر مشغول گردد بعبادت ہائے نافلہ کہ زیادت ست بر آں و فضیلت دارد و فعل آنہا ثواب ست و بترک آں اثمی و اسارتے نے، **فمالم یفرغ من الفرائض فاشتغال بالسنن حمق ورعونة** پس مادام کہ نہ پرداز داز فرائض و تمام نہ کند آنہا را پس مشغول شدن بسنتہا نشان جہل و بے خردی و سبک عقلی ست چہ ترک آنچہ لازم و ضروری ست و اہتمام بہ آنچہ نہ ضروری ست از قاعدہ عقل و خرد دور ست چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بہ حقیقت نفع دریں صورت منتفی ست بایں قیاس کردن نوافل با ترک فرائض نیز نامقبول و باطل ست چنانچہ مے فرمایند **فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض** پس اگر مشغول گردد بسنتہا و نفلہا پیش از اتیانِ فرائض **لم تقبل منه وأهين** در پذیرفتہ نہ شود از و بلکہ خوار کردہ شود و گفتہ اند کہ اتیانِ نوافل با ترک فرائض بداں ماند کہ یکے ہدیہ برد کسے کہ دام وے دارد وام ندہد ایں ہرگز قبول نیفتد و نیز گفتہ اند کہ ہر کہ نوافل نزد وے اہم از فرائض باشد وے مخدوع و ممکور ست و نیز گفتہ اند ہلاک مردم دو چیز ست اشتغال نافل با تضییع فرائض و عمل جوارح بے مواطات قلب، **فمثله کمثل رجل یدعوه الملك الیٰ خدمته** پس حال و قصہ غریب آں کسے کہ ترک مے کند فرائض را با تیان سنن و نوافل ہمچو حال مردے ست کہ مے خواند او را بادشاہ بخدمت خود، کنایت ست از اتیانِ فرائض کہ پروردگار تعالی کہ حامل و بادشاہ علی الاطلاق ست بداں خواندہ و امر کردہ است **فلا یأتی الیه** پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاہ **ویقف بخدمة الأمیر الذی هو غلام الملك وخادمه** می ایستد در چاکری یکے از امرائے بادشاہ کہ غلام

بادشاہ وچاکراوست **و تحت یدہ وولایتہ** وزیرِ دست قدرت وتصرف اوست ایں مثال اتیان سنن ونوافل ست کہ بر طریقہ رسولِ خدا ﷺ کہ بندہ وامیر وزیرِ خاص درگاہِ اوست وباستحسان واستحباب علماء کہ بندگان وغلامان اویند عمل کردن ست اگرچہ ہمہ بحکم حضرت پروردگار تعالی وتشریع اوست، ولیکن فرائض را بہ جہت الزام وایجاب نسبت بجناب ایزدی کنند وسُنن ونوافل را کہ نہ دراں مرتبہ اند بخدمتِ رسول واصحاب واتباع او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین **عن علی بن ابی طالب** روایت ست، از امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ **قال قال رسول اللّٰہ** گفت گفت پیغمبرِ خدا ﷺ **ان مثل مصلی النوافل** بدرستیکہ قصہ وحال گزارندہ نفلہا **وعلیہ فریضة** وحال آنکہ بر ذمّہ او فرضی ست کہ نہ گزاردہ است آں را **کمثل حبلی حملت** ہمچو قصہ وحال زنے بارداست کہ تمام شدہ است مدت حمل او **فلما دنی نفاسها اسقطت** پس ہرگاہ نزدیک شد وقت زائیدن وے افگند بچہ را نا تمام از شکم ووجہ تشبیہ رنج دیدن ومشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چوں قبول نیفتاد نوافل بجہت عدم ادائے فرائض حاصل شد مر آں مصلّے را رنج ومشقت بے فائدہ چنانچہ حاصل شد آں زنِ حاملہ را کہ مدت مدید گزشت ومشقت کشید وفائدہ کہ حصول ولدست بر آں مراتب نہ گشت **فلا هی ذات حمل** پس آں زن نہ خداوند حمل ست باعتبار انتفائے مقصود کہ ولدست **ولا هی ذات ولاد** نہ خداوند ولادست بجہت اسقاطِ حمل **وكذلك المصلی لا يقبل اللّٰہ له نافلة حتی يؤدی الفريضة** وہمچنیں مصلّی مذکور درنمی پذیرد خدائے تعالی مراد را نمازِ نفل را تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد اورا ونہ نفل و مثالِ دیگر مصلی نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر است کہ سود می خواہد بے سرمایہ چنانچہ می فرمایند **ومثل المصلی كمثل التاجر** وحال مصلّی مذکور

حال سوداگرست کہ **لا يحصل له ربحه** حاصل نمی شود مر اورا سود در سودا **حتی یا خذا راس ماله** تا آنکہ بگیرد سرمایہ خودرا **فكذٰلك المصلی بالنوافل لايقبل له نافلة حتی يؤدی الفريضة** ہمچنیں حال مشغول شوندہ بہ نوافل پذیرفتہ نمی شود مر اورا نفل کہ بمنزلہ سوداوست تا آنکہ ادا کند فرض را کہ بمشابہ سرمایہ است **اھ مع اختصار فی كلمات الشرح**۔

حضور پُرنور سیّدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدّین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مبارک کتاب فتوح الغیب شریف کے ترتیب عبادات کے مقالہ میں فرماتے ہیں اور ایسے جاہل پر جو سنّت ونفل کی وجہ سے فرائض ترک کردیتا ہے قیامتِ کبریٰ برپا فرماتے ہیں، فقیر (اللہ تعالیٰ اسے بخش دے) اس مبارک گفتگو سے کچھ حصّہ مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتا ہے تاکہ جاہل لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مومن کو چاہئے کہ وہ پہلے فرائض بجالائے) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پہلے ان عبادات کو بجالائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض وواجب کی ہیں جن کے ترک سے وہ گنہگار اور قابلِ گرفت بن جاتے ہیں (جب ان فرائض سے فراغت ہوجائے تو پھر سُنن میں مشغول ہو) جب مسلمان ان فرائض سے فارغ ہوجائے تو پھر ان سُنن میں مشغول ہو جو فرائض کے ہمراہ معین مؤکد ہیں جن کا ترک اساءت اور عتاب کا سبب ہے (پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو) پھر ان نفلی عبادات میں مشغول ہو جو ان فرائض وسُنن سے زائد ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں، ان کا بجالانا ثواب، لیکن ان کا ترک گناہ نہیں (جب تک فرائض سے فراغت نہ ہو سُنن میں مشغول ہونا بیوقوفی اور رعونت ہے) تو جب تک فرائض مکمل نہ ہوجائیں سنتوں میں مشغول ہونا

جہالت اور بے عقلی ہے کیونکہ ایسی چیز کا ترک کرنا جولازم وضروری تھی اورایسی چیز کا اہتمام جوضروری نہیں تھی عقل وخرد کے قاعدے سے دُور ہے کیونکہ عاقل کے لیے منافع کے حصول سے ضرر کا دور کرنا اہم وواجب ہوتا ہے بلکہ حقیقۃً اس صورت میں نفع ہے ہی نہیں۔ اسی پر قیاس نوافل ادا کرنا اور فرائض ترک کردینا بھی نامقبول وباطل ہے جیسا کہ فرمایا (پس اگرسنن ونوافل میں فرائض سے پہلے مشغول ہوگیا) یعنی اگر فرض کی ادائیگی سے پہلے ہی سُنن ونوافل میں مصروف ہوگیا تو (وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ ذلت ورسوائی ہوگی) علماء فرماتے ہیں کہ نوافل کا بجالانا اور فرائض کو ترک کردینا ایسے ہی جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دے دے مگراس کا قرض ادا نہ کرے تو یہ ہدیہ ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا کہ جس کے نزدیک نوافل فرائض کی نسبت اہم ہوں وہ دھوکا وفریب زدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو چیزیں لوگوں کو ہلاک کردینے والی ہیں نفلی عبادات میں مشغول ہوکر فرائض کو ضائع کردینا اور قلب کی موافقت کے بغیر ظاہری اعضاء کا عمل کرنا، (اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں بلائے) یعنی اس شخص کا حال جو فرائض ترک کر کے سنن و نوافل بجالائے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں طلب کرے، اس سے مراد وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو علی الاطلاق حاکم و بادشاہ ہے اور وہ اس اعلیٰ طریقے پر بلاتا ہے (پس وہ اس کی طرف نہیں آتا) یعنی وہ آدمی بادشاہ کی طرف نہیں آتا (اور وہ بادشاہ کے ایسے امیر کے پاس کھڑا رہے جیسے اس کا غلام اور خادم ہو) یعنی وہ ایسے جاکر کے پاس کھڑا رہتا ہے جو بادشاہ کا غلام ہے (اور اس کے قبضہ وولایت میں ہے) وہ اس کے تصرف اور قدرت کے تحت ہے، یہ ان سنن ونوافل کی مثال ہے جو رسول اللہ ﷺ جو بارگاہ خداوندی میں امیر اور خصوصی وزیر ہیں کے طریقہ پر یا

علماء کے استحباب پر جو اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتا ہے اگر چہ تمام پروردگار کے حکم سے ہے، لیکن فرائض کی نسبت الزام وایجاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور وہ سنن ونوافل جن کا درجہ یہ نہیں ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و اتباع کی طرف کردی جاتی ہے۔ (حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوافل ادا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نوافل ادا کرتا ہے حالانکہ اس پر فرائض ہیں) حالانکہ اس کے ذمّہ ایسے فرائض ہیں جنھیں اس نے ادا نہیں کیا (اس حاملہ خاتون کی طرح ہے) جس کی مدتِ حمل مکمل ہوگئی (جب ولادت کا وقت آیا تو اس نے بچے کو گرادیا) یعنی ناتمام بچے کو اس نے جننے کے وقت گرادیا۔ وجہ تشبیہ بے فائدہ تکلیف ومشقّت اٹھانا ہے کیونکہ جب وہ نوافل عدمِ ادائیگیِ فرائض مقبول ہی نہیں تو وہ نمازی بے فائدہ مشقّت اٹھا رہا ہے جیسے کہ حاملہ خاتون نے کتنی طویل مدّت تکلیف اٹھائی مگر اس پر فائدہ بصورتِ اولاد مرتّب نہ ہوا (پس اب یہ حاملہ نہیں ہے) کیونکہ مقصود فوت ہوگیا (نہ ہی یہ صاحبِ اولاد ہے) کیونکہ حمل ساقط ہوگیا (اسی طرح وہ نمازی جب تک فرائض ادا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نوافل قبول نہیں فرمائیگا) تو جب تک نمازی فرائض بجانہیں لاتا نہ اس کے نوافل ہوں گے نہ فرائض۔ بے ادا فرائض کے نوافل ادا کرنے والے نمازی کی دوسری مثال یوں ہے جیسے کوئی تاجر بغیر سرمایہ کے نفع حاصل کرنا چاہے، لہٰذا فرمایا (نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے) یعنی مذکور مصلّی کا حال سوداگر کی طرح ہے (اسے تجارت میں نفع حاصل نہیں ہوتا) یعنی اسے سوداگری میں اس وقت تک نفع نہیں ہوسکتا (یہاں تک کہ وہ اپنا سرمایہ حاصل کرے) جب تک وہ سرمایہ نہیں لگائے گا اسے نفع

کیسے ہوگا (اسی طرح معاملہ ہے نوافل ادا کرنے والے نمازی کا، اس کے نفل ادائیگی فرائض کے بغیر مقبول نہیں ہو سکتے) کیونکہ نفل بمنزلہ نفع کے اور فرض بمنزلہ سرمایہ کے ہیں اھ کلماتِ شرح میں کچھ اختصار کیا گیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۱۰/ ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰)

۞ نابالغ مفتی! سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرائض و واجبات کو ترک کر کے نوافل ومستحبات میں مشغول رہنے والوں پر جو قیامتِ کبریٰ قائم فرمائی ہے اس کے ہولناک مناظر دیکھ کر کسی بھی مومن کا دل لرز اٹھے گا، کیا تم پر بھی اس ہوش ربا گرمی وقہرِ الٰہی کا کچھ اثر ہوا یا ابھی بھی صدائے **ھل من مزید** جاری ہے؟

ملا جی! پہلے سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد اور شرحِ ارشاد کے مرکزی نقاط کی تابانی دیکھئے، اس کے بعد جوابِ **ھل من مزید** کی جھلک پیش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۞ سنت ونفل کی وجہ سے فرائض ترک کرنے والا جاہل ہے، ایسے شخص پر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت کبریٰ برپا فرمائی ہے۔

جب سنت ونفل کی وجہ سے تارک فرض کا یہ حال ہے تو بدعاتِ حسنہ کی وجہ سے فرائض وواجبات ترک کرنے والے کا کیا حال ہوگا، اس کو ہر صاحبِ عقل بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

۞ نفلی عبادات کا بجالانا ثواب ہے، لیکن ان کا ترک کرنا گناہ نہیں ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ بدعاتِ حسنہ جن پر امیدِ ثواب ہے ان کے ترک کرنے پر بدرجۂ اولیٰ کوئی گناہ نہیں ہے۔

۞ جب تک فرائض مکمل نہ ہو جائیں سنتوں میں مشغول ہونا جہالت وبے وقوفی، اور رعونت وبے عقلی ہے۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ فرائض کی تکمیل کے بغیر بدعاتِ حسنہ میں مشغولیت کیسی زبردست جہالت وحماقت اور خطرناک رعونت وبے عقلی ہوگی۔

۞ فرائض ترک کر دینا اور نوافل ادا کرنا نامقبول وباطل ہے۔

مسلمانو! تو پھر فرائض وواجبات ترک کر کے نذر ونیاز وغیرہ میں مشغول ہونا کیوں کر مقبول وصحیح ہو سکتا ہے؟

نابالغ مفتی! سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے یہ الفاظ ’’نامقبول و باطل‘‘ ہدایت وراہِ حق کے مدارج ہیں یا ضلالت وگمراہی کے راستے؟

۞ فرائض وواجبات کی تکمیل سے پہلے نوافل وسنن غیر مقبول ہیں، اور ایسا شخص ذلیل وخوار کیا جائے گا۔

جب فرائض وواجبات کی تکمیل سے پہلے نوافل وسنن غیر مقبول ہیں اور ایسا شخص ذلیل وخوار کیا جائے گا، تو کیا فرائض وواجبات کو چھوڑ کر نذر ونیاز میں مشغول رہنے والے کی بدعاتِ حسنہ مقبول اور اس کی شخصیت کو اللہ تعالی کے حضور کسی طرح کی عزت وکرامت اور شرف وفضیلت حاصل ہو سکتی ہے؟

ملا جی! یہ ذلت وخواری انجامِ ضلالت وگمراہی ہے یا انعامِ ہدایت وراہ یابی؟

۞ فرائض ترک کر کے نوافل ادا کرنا ایسا ہی ہے جیسے قرض نہ دے کر ہدیہ دینا، جو نامقبول ومردود ہے۔

ملا جی! فرض وواجب ادا کئے بغیر نذر وفاتحہ وغیرہ کرنا، قرض کی ادائیگی ہے یا نامقبول ومردود ہدیہ کی پیشکش؟

۞ فرائض کے مقابل نوافل کو اہمیت دینے والا فریب خوردہ ودھوکہ میں مبتلا ہے۔

ملا جی! عرس وجلوس کے شرکا، کا سورج سے زیادہ ظاہر یہ منظر کبھی پھوٹی آنکھ سے دیکھا ہے کہ نمازوں کا وقت آتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے، لیکن اکثریت روڈوں پر گھومتی، مارکیٹنگ کرتی اور جلسہ گاہوں میں پڑی رہتی ہے، کیا یہ فرائض وواجبات سے لاپرواہی اور بدعاتِ حسنہ کو اہمیت دینا نہیں کہلائے گا؟

مفتی مفتون! حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی نسبت

نوافل کو اہمیت دینے والے کو مخدوع و ممکور فرمایا، کیا تمہارے نزدیک فرض و واجب کی نسبت نیاز و فاتحہ کو اہمیت دینے والا صادق و امین اور مخلص و مستقیم ہے؟

۞ نفل عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

مفتی جی! کیا فرض و واجب کو ضائع کرنے والوں کی نذر و نیاز انہیں آباد و کامیاب بنا سکتی ہے؟

لوگوں کی یہ ہلاکت و بربادی ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے یا گمراہ ہونے کی؟

۞ فرض و واجب چھوڑ کر نفل ادا کرنے والا اس حاملہ عورت کی طرح ہے جو حمل کی ساری مشقتیں اور کلفتیں برداشت کرتی ہے، مگر بچہ جننے کے وقت خام بچہ گرا دیتی ہے، اسی طرح نوافل میں مشغول رہنے والا ساری تکلیفیں اور پریشانیاں اٹھانے کے کے باوجود اجر و ثواب سے محروم رہتا ہے۔

ملا جی! فرائض و واجبات کو چھوڑ کر بدعاتِ حسنہ میں مشغول رہنے والوں کو ایسی حاملہ عورت کی طرح بنانے پر کیوں اتارو ہو جو کچا بچہ گرا کر حمل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور بچہ سے بھی محروم رہ جاتی ہے؟

۞ فرض و واجب ادا کیے بغیر نفل ادا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی تاجر سرمایہ لگائے بغیر نفع حاصل کرنا چاہے۔

ملا جی! فرائض و واجبات کی ادائیگی اصل سرمایہ ہے، اور بدعاتِ حسنہ اس سے حاصل ہونے والا نفع، جب تک سرمایہ نہ ہو نفع ہو نہیں سکتا۔ جب نفع نہیں ہو سکتا تو یہ بدعاتِ حسنہ اس صورت میں نیک کام کیسے ہو سکتے ہیں؟

مفتی مفتون! آخر تارکینِ فرض و واجب کو بھول بھلیوں میں کب تک بھٹکاتے پھروگے، کیا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کرنی اور کتھنی کا جواب نہیں دینا ہے؟

جوابِ ھل من مزید

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ مذکور اس سوال کے جواب میں بیان فرمایا تھا کہ حافظِ قرآن تراویح پڑھانے کے لئے روزہ چھوڑ سکتا ہے یا نہیں، اس ارشاد کے بعد امامِ اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمِ شرعی کا خلاصہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۞ ''بالجملہ ایں کسے باجماعِ علماء فاسق و فاجر و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب الیم وخزی عظیم است۔ نبی ﷺ قومے را دید کہ ایشاں را سرنگوں آویختہ اند و کنجہائے دہاں ایشاں دریدہ کہ از آنہا خون می ریزد فرمود ایناں چہ باشند، فرشتہ عرض داشت کسانیکہ قبل از وقت افطار رمضان مے کنند **أخرجه ابن خزيمة وابن حبان فى صحيحهما عن ابى أمامة الباهلى رضى الله تعالىٰ عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: (بيننا انا نائم اذ أتانى رجلان فأخذا بضبعى فأتيابى جبلا وعرا، وساق الحديث الىٰ أن قال ثم انطلقا بى فاذا أنا بقوم معلقين بعراقيهم مشققة أشد اقهم دماً قال: قلت من هٰؤلاء؟ قال: الذين يفطرون رمضان قبل تحلة صومهم)** چوں پیش از وقت افطار را ایں عذاب ست اصلاً روزہ نہ داشتن را خود قیاس کن کہ چنداں باشد والعیاذ باللہ،

بالجملہ یہ شخص باجماعِ علماء فاسق، فاجر مرتکبِ کبیرہ، عذاب الیم اور ذلّت عظیم کا مستحق ہے، نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی باچھوں کو چیرا جا رہا ہے اور اُن سے خون بہہ رہا ہے، آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ لوگ رمضان کا روزہ قبل از وقت

افطار کر لیتے تھے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ (میں سویا تھا میرے پاس دو آدمی آئے وہ مجھے اٹھا کر ایک پہاڑ پر لے گئے، تفصیلاً حدیث بیان کی جس کے بعد وہ دونوں پھر مجھے آگے لے گئے، تو وہاں ایک قوم الٹی لٹکی ہوئی تھی ان کی باچھوں کو چیرا جارہا تھا جن سے خون بہہ رہا تھا، فرمایا میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا: یہ رمضان کا روزہ وقت آنے سے پہلے ہی افطار کر لیتے تھے) جب قبل از وقت روزہ افطار کرنے پر یہ عذاب ہے تو خود سوچئے بالکل روزہ نہ رکھنے پر کتنا عذاب ہوگا والعیاذ باللہ۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۰/۳۴۰، ۳۴۱)

مفتی مفتون! فرض روزہ چھوڑ کر تراویح میں ختمِ قرآن کی سنت پر عمل کرنے والے کا یہ حکم ہے کہ وہ ''باجماعِ علماء فاسق، فاجر مرتکبِ کبیرہ، عذابِ الیم اور ذلّت عظیم کا مستحق ہے'' اب آپ بتائیے کہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر فرائض وواجبات ترک کر کے تیجہ، دسواں، چالیسواں، نذر، نیاز، فاتحہ وغیرہ کرنے والا کیا باجماعِ تعزیہ داران وکرش خوران صالح، متقی، عاملِ قربت، ثوابِ کریم اور اعزازِ عظیم کا مستحق ہوگا یا باجماعِ علماء ذلیل وخوار، مجرم وگناہ گار اور عذابِ جہنم کا حق دار ہوگا؟

❁ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**عری الاسلام وقواعد الدین ثلثة علیهن أسس الاسلام، من ترك منهن واحدة فهو بها کافر حلال الدم، شهادة ان لا اله الّا الله، والصلوٰة المکتوبة، وصوم رمضان.**''

(الترغیب و الترهیب للمنذری ۲/۲۲۲، والفتاوی الرضویة ۱۰/۳۴۲)

اسلام کی بندشیں اور دین کے ستون تین ہیں جن پر اسلام کی بنیادیں ہیں، جس نے

بھی ان میں سے ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے: پہلی: **لا الٰہ الّا اللہ** کی شہادت، دوسری: نمازِ فرض، تیسری: رمضان کا روزہ۔

وفی روایة أخری:

'' **من ترك منهن واحدة فهو بالله کافر ولا یقبل منه صرف ولا عدل وقد حل دمه وماله.**''

(الترغیب والترهیب للمنذری، والفتاوی الرضویة ۱۰/۳۴۲)

جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اللہ کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں، اس کا خون ومال مباح ہے۔

❁ میاں ملاجی! سنتے ہو، سید عالم ﷺ نے فرائضِ اسلام میں سے کسی ایک کے تارک کو کافر، مباح الدم والمال قرار دیا اور فرمادیا کہ اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں، کیا اب بھی بکو گے:

''جو لوگ نماز روزے کے پابند نہیں اور دیگر مالی عبادتیں یا وظیفے کر لیتے ہیں تو ان کا قبول نہ ہونا اور بات ہے اور گمراہی کا راستہ ہونا اور بات ہے؟''

❁ ملائے مجنون! اس حدیث نے دیکھو تمہاری مٹی کس طرح پلید کر کے رکھ دی، سیدِ کائنات ﷺ نے صاف صریح الفاظ میں ارشاد فرمادیا:

''جس نے کسی ایک فرض کو چھوڑا وہ اللہ کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں اور اس کا خون ومال مباح ہیں۔''

یعنی آقائے کریم ﷺ نے کفر باللہ، قبول نہ ہونا اور خون ومال کا مباح ہونا تینوں کو جمع فرمادیا اور تم اپنی تھوتھنی کھول کر بکتے ہو کہ قبول نہ ہونا اور بات ہے اور گمراہی کا راستہ ہونا اور بات ہے، بتاؤ یہ ارشادِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار ہے یا نہیں؟

❁ ملائے مفتون! کیا کافر باللہ ہونا گمراہی نہیں ہے؟

❁ کیا مباح الدم والمال ہونا ضلالت نہیں ہے؟

۞ کیا نفل وفرض کا قبول نہ ہونا، تمام بدنی و مالی عبادات، اوراد ووظائف، اذکار و اشغال اور ریاضات ومجاہدات کے مردود ونا قابل قبول ہونے کا اعلانِ صریح نہیں ہے؟

تارک نماز کا حکم

ملاجی! ممکن ہے تم طائرِ نیم بسمل کی طرح تارکِ نماز کا حکمِ شریعت معلوم کرنے کے لئے پھڑ پھڑاتے ہو، اگر چہ اصولی طور پر اس کو یہاں بیان کرنا ہمارے فرائض میں شامل نہیں ہے، لیکن تمہاری رعونت کہیں نیا گل نہ کھلا دے اور اوجھڑی کا نشہ دماغ کو مزید معطل اور اعضاء کو شل نہ کردے؛ اس لئے بتوفیقِ باری تعالیٰ اس مسئلہ کی بھی مختصر وضاحت حاضر ہے:

۞ اللہ جل مجدہ الکریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴾

(سورۃ الروم، آیۃ : ٣١)

اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

۞ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ تخریج فرماتے ہیں:

" مر عمر بمعاذ بن جبل، فقال : ما قوام ھذا الأمۃ ؟ قال معاذ : ثلاث، و ھن المنجیات : الاخلاص، وھو الفطرۃ، ﴿فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا﴾، والصلوۃ، وھی الملۃ، والطاعۃ، وھی العصمۃ. فقال عمر : صدقت." (جامع البیان ١٨/٤٩٣)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گذرے، اور فرمایا: اس امت کا معاملہ کن چیزوں پر قائم ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تین چیزوں پر، اور وہ نجات دینے والی ہیں: اخلاص پر، اور یہ وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا، اور نماز پر، اور یہ ملت ودین ہے، اور طاعت پر، اور یہ ڈھال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔

قرآن کریم کے ارشاد اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے مستفاد ہوا کہ نماز قائم نہ کرنا کفر ہے۔

۞ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" بین الرجل و بین الشرك و الكفرترك الصلوة."

(صحیح مسلم، رقم الحدیث : ٢٥٦)

انسان اور شرک وکفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

و لفظ أبی داؤد:

"بین العبد و بین الكفر ترك الصلوة."

(السنن لأبی داؤد، رقم الحدیث : ٤٦٨٠، وجامع الترمذی، رقم الحدیث : ٢٦٢٠، و السنن لابن ماجة، رقم الحدیث : ١٠٧٨)

بندہ اور کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

و لفظ الترمذی :

" بین الكفر والایمان ترك الصلوة."

(جامع الترمذی، رقم الحدیث : ٢٦١٨)

کفر اور ایمان کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

و لفظ النسائی :

" لیس بین العبد وبین الكفر الاترك الصلوة."

(السنن المجتبی للنسائی، رقم الحدیث : ٤٦٤)

بندہ اور کفر کے درمیان صرف نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

۞ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" العھد الذی بیننا وبینھم الصلاۃ فمن ترکھا فقد کفر."

(جامع الترمذی ، رقم الحدیث : ۲۶۲۱ ، و السنن للنسائی ، رقم الحدیث: ٤٦٣ ، و السنن لابن ماجة : رقم الحدیث : ۱۰۷۹)

ہمارے اور کفار کے درمیان نماز کا فرق ہے، تو جس نے نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا۔

حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی احادیث سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نماز اسلام وکفر کے درمیان امتیاز وفرق پیدا کرتی ہے، بلکہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے آخری الفاظ سے متعین ہو گیا کہ جس نے نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا۔

❁ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

” کان أصحاب محمد ﷺ لا یرون شیئا من الأعمال ترکُه کفرٌ غیرَ الصلاة.“

(جامع الترمذی ، رقم الحدیث : ۲٦۲۲، وھذا مرسل عند الترمذی ، ووصله الحاکم : عن عبد اللّٰہ بن شقیق عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ تعالی عنه : المستدرک ۱ /٤٥ ، رقم الحدیث : ۱۲)

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہی تھا کہ ترک نماز کفر ہے۔

❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

” أوصانی خلیلی ﷺ أن لا تشرك باللّٰہ شیئا ، وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مکتوبة متعمدا ، فمن ترکھا متعمدا، فقد برئت منه الذمة ، ولا تشرب الخمر ، فإنھا مفتاح کل شر.“

(السنن لابن ماجة، رقم الحدیث : ٤۰۳٤)

مجھے میرے حبیب ﷺ نے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، خواہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں جلا دیا جائے، اور فرض نماز عمداً نہ چھوڑنا؛

اس لئے کہ جو فرض نماز عمداً ترک کرے گا تو اللہ کا ذمہ اس سے ختم ہو جائے گا، اور شراب نہ پینا؛ کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

❁ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

” لما طعن عمر رضی اللّٰہ عنه حملناہ ، فأدخلناہ ، فأغمی علیه، فجعلنا نناديه ننبھه وجعل لا ینتبه ، فقال بعض القوم إن کان لیس ینتبه فاذکروا له الصلاة ، فقالوا : یا أمیر المؤمنین ! الصلاة الصلاة ، ففتح عینه ، وقال : الصلاة الصلاة ، ھآ اللّٰہ ، إذا ولا حظ فی الإسلام لمن ترك الصلاة . وفی طریق آخر : فصلی والجرح یثعب دما.“

(تعظیم قدر الصلوة لأبی عبداللّٰہ محمد بن نصر المروزی ۲ /۸۹٤ ، رقم الحدیث : ۹۲٦ ، ۹۲۹ ، مکتبة الدار ، المدینة المنورة ، السنن الکبری للبیھقی ، رقم الحدیث : ٦۲۹۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو ہم لوگ آپ کو گھر لے آئے، اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی، ہم آپ کو اطلاع دینے کے لئے آواز دینے لگے، مگر آپ متوجہ نہ ہوتے، کچھ حضرات نے کہا: اگر اس طرح حضرت التفات نہیں فرما رہے ہیں تو نماز کا ذکر کرو، تب حاضرین نے عرض کیا: امیر المومنین! نماز نماز، اتنا سنتے ہی آپ نے فوراً آنکھیں کھول لیں، اور فرمایا: نماز نماز، ہا، اللہ، یقیناً اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز ترک کرے، اس کے بعد آپ نے اس حال میں نماز ادا فرمائی کہ زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

❁ سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

” من لم یصل فھو کافر.“

(المصنف لابن أبی شیبة ، رقم الحدیث : ۳۱۰۷۵)

جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"من ترك الصلاة فلادين له."

(تعظيم قدر الصلوة، رقم الحديث: ٩٣٥)

جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔

❁ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لا ايمان لمن لاصلاة له. (تعظيم قدر الصلوة، رقم الحديث: ٩٤٥)

بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق احادیث وآثار، ان کی تحقیق وتنقیح اور توضیح وتشریح کا معتدبہ حصہ ہم نے اپنی کتاب "**صلّوا كما رأيتموني أصلّي**" میں ذکر کردیا ہے، جوان شاء اللہ تعالیٰ جلد منظر عام پر آئے گی، اور مسائلِ نماز سے متعلق فقہِ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی جانب سے پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات اور الزامات وبہتانات کی تردید میں ایک موسوعی اور دستاویزی تحریر ہوگی۔

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نمری مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"فروى عن علي وبن عباس وجابر وأبي الدرداء رضي الله تعالى عنهم: تكفير تارك الصلاة قالوا: من لم يصل فهو كافر. وعن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: لا حظ في الإسلام لمن ترك الصلاة. وعن بن مسعود رضي الله تعالى عنه: من لم يصل فلا دين له. وقال إبراهيم النخعي والحكم بن عتيبة وأيوب السختياني وعبد الله بن المبارك وأحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه رضي اللّٰه تعالى عنهم: من ترك صلاة واحدة متعمدا حتى يخرج وقتها لغير عذر وأبى من أدائها وقضائها، وقال: لا

أصلي فهو كافر، ودمه وماله حلالان إن لم يتب ويراجع الصلاة، ويستتاب، فإن تاب، وإلا قتل ولا ترثه ورثته من المسلمين، وحكم ماله حكم مال المرتد إذا قتل على ردته. وبهذا قال أبو داود الطيالسي وأبو خيثمة زهير بن حرب وأبو بكر بن أبي شيبة رحمهم اللّٰه تعالىٰ. وقال إسحاق هو رأى أهل العلم من لدن النبي ﷺ إلى زماننا هذا. و قال ولقد أجمعوا في الصلاة على شيء لم يجمعوا عليه في سائر الشرائع."

(الاستذكار ٢/١١٥، والتمهيد ٤/٢٢٦)

امیر المومنین سیدنا علی مرتضی، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا جابر، سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تارکِ نماز کی تکفیر مروی ہے اور ان کا ارشاد ہے کہ: جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو نماز چھوڑے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو نماز نہ پڑھے اس کا کوئی دین نہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حکم بن عتیبہ، حضرت ایوب سختیانی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: جو ایک وقت کی نماز عمداً بے عذر ترک کردے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے، اور اس کی قضا سے انکاری ہو اور کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، ایسا شخص کافر ہے، اور توبہ کرکے نماز نہ پڑھے تو اس کی جان اور مال دونوں مباح ہیں، اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو ختم کردیا جائے، اس کے مسلمان اقرباء اس کے وارث نہیں ہوسکتے، اور اس کے مال کا حکم حالت ارتداد میں مارے گئے مرتد کے مال کی طرح ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام ابوداؤد طیالسی، حضرت ابوخیثمہ، حضرت زہیر بن حرب اور حضرت امام ابن ابوکر بن ابوشیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا۔ امام اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک سے ہمارے زمانہ تک کے اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ اور نماز کے اس مسئلہ پر ان اہل علم کا ایسا

اجماع ہے جو کسی اور شرعی مسئلہ پر نہیں ہے۔

ملا جی! اخیر میں آبروئے سنیت، وقارِ علم وفن، نابغۃ الفقہار، مجددِ اعظم، سیدی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے رشحاتِ قلم سے قولِ فیصل ملاحظہ کیجئے:

''بالجملہ اس قول کو مذہبِ اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا اقوی مذہب تھا، صدر اوّل کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی ومستعدی کہ صدر اوّل میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی، اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی، لہٰذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں، یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارکِ نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۵/۱۰۵)

اس کے بعد قول ثانی (تارک نماز کافر نہیں) کی راجحیت کے دلائل کی جانب اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے، ائمہ ثلثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق، فاجر، مرتکب کبیرہ ہے، اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے، یا قید میں مرجائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشایخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہادیں پھر قید

کریں، یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں، لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں، کہ یونہی زجر ہو، اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں، یہودی کی عیادت فرمانی بنظرِ تالیف وہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے، مگر فرضِ عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما وفضلا باقتدائے نبی ﷺ **فی المدیون وفی قاتل نفسہ** بغرض زجر وتنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم وگنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ ۵/۱۰۷)

خلاصہ یہ ہے کہ تارک نماز قولِ اوّل کے مطابق کافر ومرتد ہے، اور قولِ ثانی کے مطابق کافر ومرتد تو نہیں مگر سخت فاسق وفاجر، مرتکبِ کبیرہ، مستحقِ جہنم اور شرعاً شدید سزاؤں کا حق دار ہے۔

❁ ملا جی! سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے لے کر اب تک جو کچھ بیان ہوا کیا اس سے روزِ روشن اور مہرِ نیمروز کی طرح یہ بات ظاہر وباہر نہیں ہے کہ فرائض وواجبات کو چھوڑنے والے سخت فاسق وفاجر اور گمراہ ہیں؟

❁ کیا ایسے فساق وفجار کو گمراہ کہتے اب بھی کوئی خوف محسوس ہورہا ہے؟

ملائے مجنون! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جب مطلقاً گوشت کھانا ناجائز بتانے والے کو گمراہ فرمایا تھا تو تمہاری چھٹی حس پھڑک اٹھی تھی، اب جب کہ فرائض و واجبات کو تھوک کے حساب سے دن دہاڑے چھوڑنے والوں کے بارے میں یہ فرمادیا:

''جب تک فرض ذمہ پر باقی ہے کوئی نفل یا مستحب قبول نہیں ہے، اور جو لوگ نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے ان کے سارے وظیفے عبادتیں اور ریاضتیں سب

مردود اور نا قابل قبول ہیں، غیر اسلامی کام ہیں اور گمراہی کے راستے ہیں۔''

تو جہالت وشیطنت، حماقت ورعونت، غباوت وسفاہت، شراست وشناعت اور بہیمیت وہمجیت کا ننگا ناچ ناچنے لگے۔

❁ ملائے مجنون! یہ تو بتاؤ آخر تمہارا کس دین، یا کس دھرم سے تعلق ہے؟

❁ یہ کیا گورکھ دھندا ہے کہ ایک ہی بات تمہارے لئے کہیں عذاب آسمانی بن جاتی ہے اور وہی بات دوسری جگہ سمندری سونامی ثابت ہوتی ہے؟

❁ کیا تمہارے گھناؤنے اور ناپاک جرائم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ہر فردِ جرم کے اصل مجرم تم ہی ٹھہرتے ہو، اور خواہی نہ خواہی ہر سزا کا رخ اضطراراً بھی تمہاری جانب ہو جاتا ہے؟

مسٹر خبطی! ایک حدیث شریف اور سنو!

❁ حضرت ابوالملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

'' کنَّا مع بُرَیْدَۃَ فی غزوۃ فی یوم ذی غَیم ، فقال بَکِّرُوْا بصلاۃ العصر ؛ فإن النبی ﷺ قال : من ترک صلاۃ العصر فقد حَبِطَ عَمَلُہٗ.''

(صحیح البخاری ، باب اثم من ترک العصر ، رقم الحدیث : ۵۵۳ ، السنن للنسائی ، رقم الحدیث : ۴۷۴ ، و مسند أحمد بن حنبل ، رقم الحدیث : ۲۳۰۰۹ ، وصحیح ابن حبان ، رقم الحدیث : ۱۴۷۰)

ہم لوگ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ابر آلود دن میں ایک غزوہ میں شریک تھے، آپ نے فرمایا: عصر کی نماز جلد ادا کرلو؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت و برباد ہو گیا۔

ملائے مجنون! قطع نظر اس سے کہ حبط اعمال سے کیا مراد ہے، **فلسنا فی هذا المقام بصدد بیان أن الحدیث بظاهره یقوی مذهب الاحباطیة الذین یقولون : ان السیئات یبطلن الحسنات ؛ فللرد علی هؤلاء الجاهلین مقام**

آخر ، وأیضا ما ذهبوا الیه یعارض صریحا کتاب اللّٰه المجید ؛ فانه تعالی یقول: ﴿ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ﴾ (سورة هود ، آیة : ۱۱۴) ہمیں یہاں بتانا یہ ہے کہ نمازِ عصر چھوڑنے پر یہ وعید شدید ہے، تو وہ لوگ جو پانچوں وقت کی نماز سے عموماً غافل رہتے ہیں، اور نفس وشیطان کا آلہ بن کر نذر ونیاز وغیرہ کے معاملہ میں بالکل چست و درست اور قادر وتوانا نظر آتے ہیں اور نماز و روزہ وغیرہ فرائض و واجبات کے معاملہ میں سست و بیمار اور عاجز ولاچار ہونے کے حیلے بہانے کرتے ہیں ان کا انجام وحال اور معاد ومآل کیسا شدید واشد ہوگا۔

ملاجی! تم جن فساق وفجار اور فرض وواجب کو کھلے عام چھوڑنے والوں کو شہ دینے کے لئے خرخشی خرافیات کے بل بوتے دجل کی کٹیا سے بزدلانہ خروش میں مدہوش ہو، ان کو اور خود کو یہ بات اچھی طرح بتادو کہ حدیث شریف میں ہے:

❁ **اِنَّ أَوَّلَ مَا یُنْظَرُ فِیهِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ، نُظِرَ فِیمَا بَقِیَ مِنْ عَمَلِهِ، وَإِنْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ، لَمْ یُنْظَرْ فِی شَیْءٍ مِنْ عَمَلِهِ. (المؤطأ للامام مالك ۱ / ۱۷۳ ، دار احیاء التراث ، مصر ، رواه عن یحیحی بن سعید رضی اللّٰه تعالی)**

یعنی آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی اعمال دیکھے جائیں گے ورنہ کوئی عمل دیکھا ہی نہیں جائے گا۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

'' أول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة فإن صلحت صلح له سائر عمله وإن فسدت فسد سائر عمله.''

(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث : ۱۸۵۹)

قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا ، اگر یہ درست تو باقی سارے اعمال درست، اور یہ فاسد تو باقی سارے اعمال فاسد۔

ملا جی! اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرو، ان احادیث مبارکہ میں جو وعیدات ہیں ان کو پڑھ کر اپنی اور اپنی منڈلی کی حالت پر غور کرو، توفیقِ الٰہی کی بھیک مانگو اور اپنی خسیس روش سے باز آؤ، ان احادیث کی تشریحات اور ان کے مفاہیم و مطالب میں تاویلات اپنی جگہ ہیں، لیکن ان کے ظاہر سے جو سخت و شدید حکم عیاں ہے وہ کسی مومن کو آخرت کا خوف دلانے کے لئے کافی ہے۔

ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ نذر و نیاز، عرس و میلاد، سلام و قیام، چادر و گاگر اور تیجہ و دسواں وغیرہ امورِ جائزہ مستحبہ اسی وقت کارآمد اور نافع و مفید ہوں گے جب کہ فرائض و واجبات ذمہ پر باقی نہ ہوں، اور جو شخص فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوشاں رہا اور ان امورِ خیر اور دیگر نوافل و مستحبات کا بھی پابند رہا تو ایسے شخص کے بارے میں رب کریم کے فضلِ عمیم اور کرمِ عظیم سے امیدِ قوی اور رجاءِ واثق وہ ہے جس کو شفیعِ امت، محسنِ انسانیت، رسول رحمت، سید عالم ﷺ نے بیان فرمایا:

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلاته، فإن صلحت فقد أفلح وأنجح، وإن فسدت فقد خاب وخسر، فإن انتقص من فريضته شيء قال الرب عز وجل: انظروا هل لعبدي من تطوع؟ فيكمل بها ما انتقص من الفريضة، ثم يكون سائر عمله على ذلك.'' (السنن لأبي داؤد، رقم الحديث: ٨٦٤، والسنن للترمذي، رقم الحديث: ٤١٣، والسنن للنسائي، رقم الحديث: ٤٦٥، والسنن لابن ماجة، رقم الحديث: ١٤٢٦)

بے شک قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا، اگر یہ درست ہوئی تو بندہ کامیاب و کامران ہو جائے گا، اور اگر یہ بگڑی تو خائب و خاسر ہو جائے

گا، اگر اس کے فریضہ میں کوئی کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا: دیکھو میرے بندہ کے کچھ نوافل ہیں؟ (اگر نوافل ہوں گے) تو انہیں فریضہ کا تکملہ بنا دے گا، پھر باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔

مفتی جی! یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس کے پاس فرائض و واجبات ہوں گے نوافل و مستحبات اسی کے لئے مفید ہوں گے، اور جس کے پاس فرائض کا سرمایہ ہی نہ ہوگا اس کے لئے مستحبات کا نفع کیسا؟

قارئین کرام! ملائے مجنون کی ہزلہ سرائی ملاحظہ کیجئے:

''ان کے ان سب نیک کاموں کے کر لینے سے آنے والے وقت میں کون سی ضروریات مذہب اہل سنت کا انکار ہونے والا ہے، جس کی بنیاد پر آپ نے کہہ دیا کہ یہ گمراہی کے راستے ہیں۔''

ملائے بے خرد! ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ اوپر یہ ثابت کر چکے کہ یہ تمام امور اسی کے حق میں نیک کام ہیں جو فرائض و واجبات ادا کرتا ہو، ورنہ یہ سب یقیناً نامقبول و مردود ہیں، تو بھلا اس سے بڑی بے وقوفی اور عقل دشمنی کیا ہوگی کہ مقروض مطلوب و مامور سے غافل رہے اور ''نامقبول و مردود'' کے لئے پوری دُھن، ہر فن، کامل لگن، سوجتن اور تن من دَھن سے ہمہ وقت تیار اور کمر بستہ رہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے ملا جی!
کیں رہ کہ تو میروی بجہلستان ست

ملا جی! فرض چھوڑ کر مستحب و نفل جیسے نیک کاموں کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سن لیجئے:

''جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا'' (فتاویٰ رضویہ ۲۳/۶۴۸)

فرض و واجب چھوڑ کر بدعاتِ حسنہ میں مشغولیت سے آنے والے وقت میں ضروریاتِ

اہل سنت میں سے کسی کا انکار ہونے والا ہے یا نہیں، یہ بات تو ہمیں نہیں معلوم اور نہ اس سلسلہ میں ہم رجماً بالغیب کچھ بول پانے کی اپنے اندر سکت پاتے ہیں، بہتر ہوگا کہ اس بات کا جواب حاصل کرنے کے لئے ''ان روشن ضمیروں'' سے دست و گریباں ہوا جائے جنہیں رنڈی کے کوٹھے سے جنت کے حور و قصور صاف سوجھتے ہیں، البتہ ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ فرض و واجب کو ترک کر کے مباح و مستحب اور جائز و بدعتِ حسنہ کو خیر و برکت، فیض و رحمت اور ثواب و منفعت کا وسیلہ و ذریعہ سمجھ لینا عقل و دانش اور کتاب و سنت کی واضح تعلیمات کی روشنی میں خود فریبی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

ملاجی! اب رہ گیا آپ کا یہ جنون کہ فرائض و واجبات کو ترک کرنے والے کی نذر و نیاز وغیرہ کو گمراہی کا راستہ کسی نے نہیں کہا ہے، تو اس پر میں اس کے سوا اور کیا کہوں کہ جب آپ کو قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کے صریح ارشادات بھی سمجھنے کی لیاقت نہیں ہے، تو بجائے اس کے کہ آپ اہلِ حق کے خلاف منہ بجا کر اپنی جہالت پر ماتم کرتے پھریں، کہیں بہتر ہوگا کہ قاعدہ بغدادی لے کر از سرِ نو کسی مکتب میں داخل ہو کر اپنی زیاں کار بلادت کے داغ دھونے میں لگ جائیے؛ تاکہ عاقبت سنور جائے۔

ملائے مفتون! اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نماز نہ پڑھنا سخت کبیرہ ہے، مگر اس کے جہنمی ہونے پر یقین نہیں ہوسکتا کہ کفر کے سوا سب گناہ زیرِ مشیت الٰہی ہیں۔

اور میلاد مبارک پڑھوانے پر اگر جہنمی کہے تو خود مستحق جہنم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ۱۴/۶۸۶)

الحمدللہ! ہم اہل سنت و جماعت اسی پر قائم ہیں کہ نماز نہ پڑھنا سخت کبیرہ ہے، اور یہ سخت کبیرہ حق و ہدایت کی کوئی قسم نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی کی ہی ایک قسم ہے، ونسأل اللہ سبحانہ وتعالی أن یحفظنا و یقینا الوقوع فی مہالکھاو مھاویھا، اسی طرح ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ تارکِ نماز و روزہ اگرچہ کتاب و سنت کی تصریحات کے

مطابق سخت و شدید وعیدوں کی زد پر ہے اور اپنی اس بدعملی کے سبب ہولناک سزاؤں کا مستحق ہے، تاہم ائمۂ احناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے؛ لہٰذا اس کے جہنمی ہونے کا یقین بھی نہیں کیا جاسکتا؛ اللہ تعالیٰ چاہے تو کفر و شرک کے سوا سارے گناہ خواہ کبائر ہوں یا صغائر، بدعات و منکرات ہوں یا ممنوعات و مکروہات سب کو معاف فرمادے:

۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ (سورة النساء، آية: ٤٨)

بے شک اللہ اسے نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر کے سوا جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے خدا کا شریک ٹھرایا اُس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" ان اللہ حرم المغفرة علی من مات وھو کافر، وأرجأ أھل التوحید الی مشیئته فلم یؤیسھم من المغفرة." (التفسیر لابن أبی حاتم ٣/ ٩٧٠، رقم الحدیث: ٥٤٢٧، والدرالمنثور ٤/ ٤٧٢)

بے شک اللہ تعالیٰ نے کافر ہو کر مرنے والے کے لئے مغفرت کو حرام فرمادیا ہے، اور اہل توحید کو اپنی مشیت کا امیدوار بنایا ہے اور انہیں مغفرت سے ناامید نہیں فرمایا ہے۔

اسی طرح ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ میلاد شریف جو کہ سرکار ابد قرار ﷺ کی محبت و عقیدت کی عظیم نشانی ہے، اگر کوئی بدباطن و خبیث النفس خاص میلادِ پاک کی وجہ سے کسی مسلمان کو جہنمی کہتا ہے تو اس کا یہ قول خود اسی قائل پر مردود ہوگا اور جہنمی ہونے کا اصل معنی میں وہی مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے طفیل جلیل حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ کو صحت و عافیت کے ساتھ خدمتِ دینِ متین کی مزید توفیق عطا فرمائے کہ حضرت نے آج کے پر آشوب حالات میں بادِ صرصر کی تیزی و تندی کی پرواہ کیے بغیر مسلکِ اعلیٰ حضرت

کی روشن تعلیمات کی نشر واشاعت کی شمع جلا رکھی ہے۔

حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ میلادِ پاک کی عظمت ورفعت کو کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''میں پوچھتا ہوں کہ حضور سے بڑھ کر اللہ کی کون سی رحمت ہے اور کون سی نعمت ہے اور کون سا فضل ہے، تو آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنا اور جائز طریقوں سے خوشی منانا کیوں ناجائز ہوگیا؟

خلاصہ یہ ہے کہ باقاعدہ اہتمام کے ساتھ بارہویں شریف منانا یا محفل میلاد کا انعقاد کرنا اگرچہ اسلام میں یہ نئے کام ہیں، صحابہ وتابعین کے دور میں ان کا رواج نہ تھا، لیکن ان کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اوران سب کی اصل حضور کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار آپ کا ذکر اور چرچا کرنا اور آپ کو یاد رکھنا یہ یقیناً قرآن وحدیث سے ثابت ہے''۔ (بارہویں شریف جلسے اور جلوس، ص:۸)

مفتی مفتون وملائے مجنون کے اباطیل واضالیل ھباءً منثور ہو گئے

ناظرین کرام! ناگپوری ماہواری میں ملائے کرش خور اور مفتی سرزور نے نادر جہالت، فاتر بلادت، شاطر شرارت، ظاہر حماقت اور بدترین بہتان وتہمت کا جو عنکبوتی جال بنا تھا وہ خس وخاشاک بن کر اڑ گیا، دجل وفریب، خبط وجنون، مکر وغدر، ظن وتخمین اور وہم وزعم کا گھروندا ملیامیٹ ہوگیا اور بدعات ومنکرات، خواہشات وخرافات، جزافات وہفوات، بطالات وواہیات اور بدی کے سرطان وشیطان کی طلسماتی دنیا ھباءً منثور گئی۔ اور یہ سب اس ربِّ کریم کی قدرت وحکمت ہے کہ باطل جب سر اٹھاتا ہے تو اس کو خود احتسابی کی مہلت دیتا ہے اور جب وہ طغیان وہیجان کی حدیں پار کر کے مستقل آزار بننے لگتا ہے تو اس کو مٹا کر نسلوں اور اقوام عالم کے لئے نشان عبرت بنا دیتا ہے۔ **ففی کتاب اللہ تعالی شواھد کثیرۃ لذلک.**

۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴾ (سورة الأنبياء، آية: ۱۸)

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں، تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے، تو وہ اسی وقت نابود ہوجاتا ہے، اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

للباطل جولة ثمّ يضمحل، و حجة الحق دامغة، و حجة الباطل داحضة.

خبطی نے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو وہابی قرار دے دیا

ملائے مجنون! تمہاری پوری چنڈال چوکڑی کا طرّہ امتیاز یہ ہے کہ تم سب علمِ دین اور احکامِ دین سے جاہل ونابلد ہو، شریعت اور احکامِ شریعت سے غافل وبیگانہ ہو، بدعات ومنکرات کی غلاظت میں آلودہ وپروردہ ہو، دین فروشی وباطل نوازی کے عادی وخوگر ہو، آوارہ کتوں اور صحرائی بھیڑیوں کی طرح بھونکتے اور شور مچاتے ہو، سرِ عام علماءِ دین اور اہلِ حق کا استہزاء واستخفاف کرتے ہو، اباطیل ومناکیر کی تشہیر واشاعت کرتے ہو، بزرگانِ دین واولیاءِ کرام کی تعلیمات کی دھجیاں اڑاتے ہو، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تضحیک وتمسخر کا بدترین محور ہو، دعوتِ حق وتبلیغ اسلام کی راہ کا ابلیسی روڑا ہو اور ہر نیکی وبھلائی، خیر ومعروف اور صداقت وحقانیت کے دشمن اور ہر بدی وبرائی، شر ومنکر اور کذب وباطل کے دوست ہو۔

فأنت غليظ الطبع أرعن جاهل

عريض القفا بين الورى مظلم الفكر

اگر تم جیسے گندے جراثیم اور بدبودار کیڑے بھنبھناتے ہوئے کسی صحیح العقیدہ عالم دین کو وہابی و بدمذہب قرار دے دیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ تم ''دجالِ اکبر'' کی تمہید اور اس کا مقدمۃ الجیش ہو، تمہارا وہ بڑا جب آئے گا تو اپنے شعبدے دکھا کر تھوک کے حساب سے اہلِ ایمان کو کافر بنائے گا، تم چونکہ اس کی تمہید ہو؛ اس لئے اپنی

سبھاؤں، چوپالوں اور کٹیوں میں رٹیل میں اہلِ ایمان کو کافر و بد مذہب بتانے میں لگے ہو، وہ اپنے ساتھ باغ و آگ لے کر چلے گا، اور اپنے ماننے والوں کو باغ میں اور نہ ماننے والوں کو آگ میں داخل کرے گا، اور تم اپنے ساتھ رنڈی کا کوٹھا اور خیالِ کعبہ لے کر چلتے ہو، اپنے ماننے والے کو رنڈی کے کوٹھے سے خیالی جنت میں اور نہ ماننے والے کو کعبہ سے جہنم میں داخل کرتے ہو، حقیقت دونوں کے یہاں ایک ہے کہ اس کا باغ جنت نہیں، بلکہ جہنم کا زینہ ہوگا، اور اس کی آگ جہنم نہیں، بلکہ دخولِ جنت کا راستہ ہوگی، ٹھیک اسی طرح تمہاری رنڈیوں کا کوٹھا جنت کے بجائے جہنم کی رسائی کا ذریعہ ہے، اور کعبۂ معظّمہ جہنم نہیں، بلکہ بہارِ جنت کی سرفرازی کا وسیلہ جلیلہ ہے۔

ہاں خبطی! حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ شعائرِ اسلام وسنیت کی ترویج و اشاعت کے لئے شبانہ روز کوشاں ہیں، اور تعزیہ جیسی بدعتِ سیئہ شنیعہ جو کہ رافضیت کا شعار ہے اس کو مٹانے کے لئے بھی تقریر وتحریر میں مصروف ہیں، اگر اس کی وجہ سے تمہارے کلیجے پھٹتے ہیں اور تمہارے نزدیک اسی کا نام وہابیت وگمراہی ہے، فواللّٰہ ھی کلمة باطل أرید بھا حق، اور میاں ملاجی: ﴿اِنْ ھِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی﴾ اور اپنے اس خودساختہ نام واتہام کی وجہ سے جامہ سے باہر اور ابال واشتعال میں ہو تو سنو ﴿فَمُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ﴾۔

ہاں مرغولۂ جہالت! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات وارشادات اور ان کی سچی عقیدت ومحبت بندگانِ خدا کے دلوں اور سینوں میں جاگزیں کرنے کے لئے زبان وقلم کی تمام تر توانائیاں صرف فرمارہے ہیں، اور اولیاءِ شیطان جیسے فسّاق وفجّار پیروں، فقیروں جن کو بزرگ ومقتدا اور مشکل کشا وحاجت روا سمجھ لیا گیا ہے ان سے ربط وتعلق اور ہر قسم کی عقیدت ووابستگی ختم کرنے کے لئے اسلامی اصول وفروع اور شریعت کے پاکیزہ قوانین وقواعد کی بے دریغ نشر واشاعت بھی فرمارہے ہیں، اگر اس وجہ

سے تمہارا اور تمہاری چنڈال چوکڑی کا عرصۂ حیات تنگ اور عشرت کدوں کا رنگ بھنگ ہوگیا ہے ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾۔

ہاں ملائے مجنون! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ ایمانیات وعقائد کی اصلاح و تصحیح، وہابیت ودیوبندیت وغیرہ باطل فرقوں کی تردید وبیخ کنی، فرائض وواجبات اور سنن و مطلوباتِ شرعیہ کی تعلیم وتبلیغ، نذر ونیاز اور عرس وفاتحہ وغیرہ معمولاتِ مروجہ کی تعلیماتِ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی روشنی میں اصل شرعی حیثیت (کہ یہ سب امور اگر منکرات ومناہیِ شرعیہ سے پاک ہوں تو جائز وبدعاتِ حسنہ کے قبیل سے ہیں، ان کا جواز تسلیم کرنا شعارِ سنیت اور ان کو ناجائز وحرام کہنا شعارِ وہابیت ہے، اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ان سب کو جائز ودرست ماننے کے باوجود عملی طور پر زندگی بھر ان پر عمل نہ کرے تو اس کے اسلام و سنیت پر کسی قسم کا کوئی حرف نہیں آئے گا، البتہ وہ فیض وبرکت کے ان اسباب وذرائع سے ضرور محروم رہے گا) کی توضیح وتشریح اور فریب خوردہ، سادہ لوح عوام اہلِ سنت ووابستگانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کو حقیقتِ حال سے باخبر کرنے میں اپنی مساعیِ جمیلہ وخدماتِ جلیلہ پیش فرمارہے ہیں، اگر تم اس وجہ سے مجرمانہ روش اختیار کرکے اہل حق کو آنکھیں دکھارہے ہو اور اوچھی حرکتوں پر اترے ہوئے ہو تو یاد رکھو: ﴿فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عٰقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ﴾

ہاں ہاں مفتی مفتون! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ اولیاءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ومقابر کی عظمت کو مجروح اور درگاہوں وآستانوں کے تقدس کو پامال کرنے والوں پر یہ بات کھلے بندوں واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ان مقاماتِ رحمت وبرکت سے فیض ومنفعت اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب ان بارگاہوں اور درباروں کی حاضری کے شرعی اصول وآداب پر عمل کیا جائے، فلمی ہیرو اور ہیروئن، رنڈیاں اور موسیقار، جرائم پیشہ وبدکردار، رشوت خور سیاسی لیڈر ومسلم دشمن عناصر اور وہ تمام لوگ جو مزارات پر سجدہ کرنے اور رونے گڑگڑانے میں مصروف رہتے ہیں، مگر اسی مزار کے برابر میں واقع مسجد میں اذان ونماز باجماعت کا پرنور منظر دیکھنے کے باوجود اللہ کے حضور سجدہ کرنے اور

اس کا فرض ادا کرنے سے غافل و بےخبر رہتے ہیں ایسے لوگوں کو ان درباروں سے کیا فیض ملے گا؟ ایسوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوگا یا غضب وعتاب ٹوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے؟ حکمِ الٰہی سے سرتابی کرنے والے جب تک اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرکے ان پر شرمسار نہ ہوں تب تک انہیں نہ کوئی پناہ دے سکتا ہے اور نہ کہیں سے فیض مل سکتا ہے، اگر یہ سب کچھ واضح کرنے کی وجہ سے پاکیزہ آستانوں کو ٹھگی اور لوٹ کھسوٹ کا اڈّہ بنانے کی تم جیسے گنواروں کی کوشش وسازش کا پردہ چاک اور رہزنوں کا مکروہ چہرہ بےنقاب ہوا ہے تو ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے شکرگذار ہیں اور تمہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کتاب وسنت کی تعلیمات و نصائح پر وقت رہتے عمل کرلو اور عناد وسرتابی اور اعراض وسرکشی سے باز آجاؤ، ورنہ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ .

ہاں مبتدعِ سفیہ! حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے دین میں اختراع وابتداع اور دجل وافتراء کے گندے کھیل کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تجدیدی کارناموں پر پردہ ڈالنے کی سازش میں لگے ہوئے جماعت کی آستینوں میں چھپے چوروں کا نیچ چوراہے پر بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور یہ بات واشگاف لہجے میں ظاہر کردی ہے کہ آج اسلام وسنیت کے خلاف عالمی پیمانہ پر الحاد وبے دینی، بدعقیدگی وگمراہی اور بدعات ومنکرات کی جو تحریکیں اور تنظیمیں مصروفِ عمل ہیں، ان کا طریقۂ کار پہلے سے یکسر تبدیل ہو چکا ہے، انہوں نے اپنے غیر اسلامی افکار ونظریات کی نشر واشاعت کے لئے خود کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیا ہے، پوری انسانی آبادی کا احاطہ کر لینے والے ترسیل وابلاغ کے جدید ومؤثر ذرائع کا استعمال کرکے بدمذہبیت وصلح کلیت کے جراثیم گھر گھر تک پہنچا دیئے ہیں، اوران تحریکوں نے جائز وناجائز کی تفریق کیے بغیر پرنٹ میڈیا سے لےکر الیکٹرانک میڈیا تک اپنی پہنچ انتہائی مضبوط بنالی ہے، انداز واسلوب کی تبدیلی کا نتیجہ یہ ہے کہ کل تک جس بات کو عوام تک پہنچانے میں سالہا سال اور مہینے لگتے تھے آج وہ بات پوری سج دھج کے ساتھ چند لمحوں میں گھر گھر تک پہنچ رہی ہے۔ ان خطرناک وخوفناک حالات

میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کی صحیح اور درست تعلیمات اس سے بہتر انداز واسلوب میں اقوامِ عالم اور ہر فرد تک پہنچائیں جو اعداءِ دین اور اغیارِ اسلام نے اپنا رکھا ہے، ہم چونکہ دینِ حق کے ماننے والے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں دین کی بالادستی اور رہنمائی کو صرف زبان سے نہیں، بلکہ دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہیں، اور حرام وحلال، جائز و ناجائز اور صحیح وغلط کے درمیان امتیاز کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے، اس لیے ہم جدید ذرائعِ ابلاغ وترسیل کا استعمال شترِ بے مہار کی طرح نہیں کرسکتے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم بم کا مقابلہ کرنے کے لئے لاٹھی ڈنڈے لےکر میدان میں کود پڑیں اور اپنی عبرت ناک خود کشی پر پوری دنیا کو ہنسنے اور طنز کسنے کا موقع فراہم کریں، بلکہ ہم پر لازم ہے کہ مومنانہ فراست کے ساتھ ہر زمان ومکان اور ہر حال وماحول میں کتاب وسنت کے رہنما اصول و قوانین کے مطابق اپنی دعوتی، دینی، علمی، اخلاقی اور تربیتی سرگرمیاں انجام دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں، اور ربِّ قدیر کے اس ارشادِ عالی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجٰدِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ (سورة النحل ، آية : ١٢٥)

آپ حکمت اور عمدہ نصیحت سے اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیجئے، اور ان سے بہترین طریقہ پر بحث کیجئے، یقیناً آپ کا رب بہتر جانتا ہے گمراہوں کو اور خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

اگر اس توجیہ ربانی اور ارشادِ قرآنی کے مطابق ہم دعوتِ حق کے لئے میدانِ عمل میں آجائیں تو کسی کے پاس نہ ہم سے بہتر حکمت وتدبیر ہوسکتی ہے اور نہ ہم سے عمدہ انداز و اسلوب ہوسکتا ہے؛ کیونکہ ہماری حکمتیں اور تدبیریں اس قادرِ مطلق کا انعام ہوتی ہیں جس سے بڑھ کر کسی کی حکمت وتدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبٰبِ﴾ (سورة البقرة، آية : ٢٦٩)

اللہ تعالیٰ جسے چاہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی اُسے بہت بھلائی عطا کر دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر عقل والے۔

اور یہ حکمتیں اس معصوم و مامون، امین ومصون معلم انسانیت ﷺ کی تعلیم ہوتیں ہیں جو اپنے علم وفضل کے اعتبار سے افضل الخلق بھی ہیں اور اعلم الخلق بھی۔

اللہ جل شانۂ ارشاد فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورة الجمعة، آية : ٢)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

قارئین کرام! وہابیت و دیوبندیت اور دیگر مذاہب باطلہ کی تردید اس لئے ضروری ہے تاکہ حق و باطل کے درمیان شریعتِ اسلامیہ نے جو خطِ امتیاز کھینچا ہے وہ مٹنے نہ پائے، اگر یہ نشانِ امتیاز مٹ گیا یا کسی بھی طرح دُھندلا پڑ گیا تو خبیث وطیّب کا فرق اُٹھ جائے گا، حالانکہ خیر وشر اور حق و باطل کے درمیان امتیاز ربِّ کریم کی مشیّت ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَه عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَه جَمِيْعًا فَيَجْعَلَه فِيْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (سورة الأنفال، آية : ٣٧)

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے جدا فرما دے، اور ناپاکوں کو ایک دوسرے پر رکھ

کر سب کو ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے، وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔

خبیث خواہ کسی رنگ وروپ، کسی فرد وگروپ، کسی ذات وقبیلہ، کسی صورت وحلیہ، کسی سج دھج، کسی نام ونسبت اور کسی تحریک و جماعت کی شکل میں ہو بہر حال اس کی تمیز وتشخیص کر کے اس کا بھرپور استحصال واستیصال اور رد وابطال ہر مکلّف پر بقدر قدرت ضروری ہے۔

رب کریم جل مجدہ وعزّ شانہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(سورة آل عمران، آية : ١٠٤)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اور یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ احقاقِ حق وابطالِ باطل خاص منظور و منشأ الٰہی ہے۔

ربِّ قدیر ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ . لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبٰطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

(سورة الأنفال، آيات : ٧، ٨)

اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ حق کی حقانیت اور باطل کا بطلان ثابت فرما دے، اگرچہ مجرموں کو ناپسند ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے بآسانی کیا جا سکتا ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو

لیوشکن اللّٰہ أن یبعث علیکم عقابا منه ثم تدعونه فلا یستجاب لکم." (السنن للترمذی ، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر ، رقم الحدیث : ٢١٦٩ ، وقال : هذا حدیث حسن ۔ ومسند أحمد بن حنبل ، رقم الحدیث : ٢٣٣٤٩ ، والسنن الکبری للبیهقی، رقم الحدیث : ٢٠٦٩٤ ، وشرح السنة للبغوی ، رقم الحدیث : ٤١٥٤)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عقاب بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کروگے تو تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

احقاقِ حق وابطالِ باطل اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی مؤکد ومنصوص اہمیت و افادیت کے باوجود ہر شخص پر لازم ہے کہ امر ونہی اور رد وابطال میں ربانی توجیہات اور نبوی تعلیمات کو سامنے رکھے؛ تاکہ ہمہ جہت افادیت حاصل ہو سکے، دعوت وتبلیغ اور بحث و نظر کے حکیمانہ اسلوب سے انحراف بسا اوقات بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتا ہے۔

ہاں اگر صورتِ حال یہ ہو کہ اصولِ دین میں تحریف وتصحیف کی جارہی ہو، حرام کو حلال، حلال کو حرام، جائز کو ناجائز، ناجائز کو جائز، مستحب کو فرض، فرض کو لغو، بدعت کو سنت، سنت کو معطل، معروف کو منکر، منکر کو معروف اور حق کو باطل، باطل کو حق قرار دینے کے لئے گمراہ و بد دین، منافقین ومرتدین اور ہوا پرست ومبتدعین اپنی زبان وقلم، تحریر وتقریر، جماعت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور تعلیم وتدریس کا زور وشور صرف کررہے ہوں تو علماءِ دین پر شرعاً فرض ہے کہ ایمانیات واسلامیات اور دینیات وشرعیات کے تحفظ کے لئے اپنی ساری قوتیں بروئے کار لاتے ہوئے اظہارِ حق کا فریضۂ کبری انجام دیں اور بے خوفِ لومۂ لائم اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ کا پیغام قوم تک پہنچائیں۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان بن حکم تھا، ایک صاحب اس

کے سامنے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے ٹوکتے ہوئے اس سے کہا: نماز خطبہ سے پہلے ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب متروک ہو چکا ہے۔ (اتنا سن کر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

" أما هذا فقد قضی ما علیه ، سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول : من رأی منکم منکرا فلیُغیّره بیده ، فإن لم یستطع فبلسانه ، فإن لم یستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإیمان."

(صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ١٨٦ ، و السنن لأبی داؤد ، رقم الحدیث : ١١٤٢ ، و السنن للترمذی ، رقم الحدیث : ٢١٧٢ ، و السنن للنسائی ، رقم الحدیث : ٥٠٠٩ ، والسنن لابن ماجة ، رقم الحدیث : ١٢٧٥)

ان صاحب نے (حکمِ شرعی بتا کر) اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے، میں نے خود رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلافِ شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کردے، اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے رد کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو زبان سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ویظهر هذا المعنی فیما یذکر بهذا الصدد من کثیر من الأحادیث و الآثار، وان تکلم فی أسانیدها و رجالها أصحاب الخبرة والمعرفة بالفن من أمثال مایلی:

۞ **عن معاذبن جبل رضی اللّٰه تعالی عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ :**

" إذا ظهرت الفتن أو قال : البدع وسب أصحابی فلیظهر العالم علمه، فمن لم یفعل ذلك فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس أجمعین لا یقبل اللّٰه له صرفا ولا عدلا."

(الجامع لأخلاق الراوی للخطیب البغدادی ٢ / ١١٨ ، رقم الحدیث : ١٣٥٤ ، مکتبة المعارف الریاض)

" فعده الامامان الحافظان شمس الدين الذهبى و شهاب الدين بن حجر العسقلانى رحمهما اللّٰه تعالى من مناكيرمحمد بن عبد المجيد التميمى المفلوج أحد رواة الحديث."

(ميزان الاعتدال ٦ / ٢٤١ ، دارالكتب الاسلامية ، بيروت ، و لسان الميزان ٧/ ٣١٣ ، ٣١٤ ، رقم الترجمة : ٧١٠٨ ، دار البشائر الاسلامية ، بيروت)

جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تو علماء پر لازم ہے کہ اپنے علم کا اظہار کریں، جوایسانہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ ،فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے،اللہ تعالیٰ نہ اس کا کوئی فرض قبول فرمائے اور نہ نفل۔

❁عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده قال : قال رسول اللّٰهﷺ:

" أترعون عن ذكر الفاجر، اذكروه بما فيه كى يعرفه الناس ويحذره الناس."

(ذمّ الغيبة و النميمة لابن أبى الدنيا ، رقم الحديث : ٨١ ، والمعجم الكبير للطبرانى ، رقم الحديث : ١٦٣٥٤ ، و معجم الاسماعيلى ، رقم الحديث : ٢٦٣ ، و أمالى المحاملى ، رقم الحديث : ٢٦٢ ، ونوادر الأصول للحكيم الترمذى ٢ / ٢٥٧ ، والكامل فى الضعفاء ٢ ١٧٣ ، ووالخطيب فى المتفق والمفترق٣ / ٣٣٥ ، وأيضا فى تاريخ بغداد ١ / ٣٨٢ ، رقم الحديث : ٣٤٩ ، والأسامى والكنى لأبى أحمد الحاكم ٥/ ١٩٩ ، وكلهم أخرجوه من أبى بكر و أيضا يكنى بأبى الضحاك الجارود بن يزيد القشيرى النيسابورى ، و ضعفه جمّ غفير من المحدثين ، وقال البيهقى رحمه اللّٰه تعالى غبّ ما أخرجه : فهذا حديث يعرف بالجارود بن يزيد النيسابورى وأنكره عليه أهل العلم بالحديث سمعت أبا عبد الله الحافظ يقول سمعت أبا عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ غير مرة يقول كان أبو بكر الجارودى إذا مر بقبر جده فى مقبرة الحسين بن معاذ يقول يا أبة لو لم تحدث بحديث بهز بن حكيم لزرتك .قال الشيخ

وقد سرقه عنه جماعة من الضعفاء فرووه عن بهز بن حكيم ولم يصح فيه شئ). (السنن الكبرى ١٠ / ٢١٠، رقم الحديث : ٢١٤٤٢، مجلس دائرة المعارف النظامية حيدرآباد)

کیا فاجر کی برائی کرنے سے بچتے اور ڈرتے ہو، فاجر کی برائیوں کو بیان کرو تا کہ لوگ اس کو پہچانیں اور اس سے گریز کریں۔

❁ عن حذيفة رضى اللّٰه تعالى عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ:

" لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ، ولا صلاة ، ولا صدقة ، ولا حجا ، ولا عمرة ، ولا جهادا ، ولا صرفا ، ولا عدلا ، يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين."

(السنن لابن ماجة ، باب اجتباب البدع والجدل ، رقم الحديث : ٤٩ . فهذا الحديث مما اتفق عليه المحدثون أنه ضعيف ، وذهب بعضهم الى أنه موضوع ، وآفته محمد بن محصن العكاشى ، كتب الامام أبو الحجاج المزى والامام ابن حجر العسقلانى رحمهما اللّٰه تعالى : قال البخارى عن يحيى بن معين : كذاب. وقال البخارى : منكر الحديث . وقال أبو حاتم :كذاب . وقال فى موضع آخر : مجهول . وقال ابن حبان: شيخ يضع الحديث على الثقات لا يحل ذكره إلا على سبيل القدح فيه . وقال الدارقطنى : متروك يضع. وروى له أبو أحمد أحاديث ، ثم قال : وهذه الاحاديث مع غيرها لمحمد بن إسحاق كلها مناكير موضوعة .روى له ابن ماجة حديثه عن ابراهيم عن الديلمى عن حذيفة لا يقبل اللّٰه تعالى لصاحب بدعة صوما ولا صلاة الحديث.قلت : وقال ابن حبان أيضا : يروى المقلوبات عن الثقات لا يكتب حديثه إلا للاعتبار . والاحاديث التى أوردها ابن عدى فى بعضها حدثنا محمد بن إسحاق ونسبه كما هنا وفى بعضها حدثنا محمد بن محصن . وقال ابن أبى حاتم رأى أبى معى أحاديث من حديثه ، فقال هذه الاحاديث .كذب موضوعة . وقال العقيلى : الغالب على حديثه الوهم والنكارة وأورد له بسند صحيح إلى أبى بكر الصديق حديث من أكرم

مؤمنا فكأنما أكرم الله تعالى. وقال حديث باطل لا أصل له وقال الأزدي منكر الحديث)

اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز ، نہ صدقہ ، نہ حج ، نہ عمرہ ، نہ جہاد ، نہ فرض اور نہ نفل ، وہ اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

ناظرین کرام! نابالغ ملانے حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ پر وہابیت وگمراہی کا جو بدترین بہتان لگایا ہے اس کے پسِ پردہ جو عوامل کارفرما ہیں ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ، بلکہ نخوت و جہالت سے مجبور ہو کر اپنی بدعات ومنکرات کے جہانِ خرافات کو تحفظ فراہم کرنا اصل مقصود ہے ۔ ذیل میں ہم الزام وہابیت کے اسباب و وجوہ کا اجمالی جائزہ پیش کر رہے ہیں جس سے حقیقت سمجھنے میں آسانی ہوگی ۔

بوالہوسیوں اور بوالعجبیوں کا طرفہ تماشا

چند سالوں سے ایک مخصوص طبقہ شبانہ روز اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اسلام وسنیت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کی مکمل اجارہ داری وٹھیکہ داری اسے مل جائے اور پوری دنیا اس کی آمریت وبالا دستی کے آگے سرنگوں ہو جائے ، وہ جس کو حق کہہ دے سارے لوگ بیک آواز اس کو ’’منزّل من السماء‘‘ تسلیم کر لیں ، وہ جس کو غلط وباطل ٹھہرا دے ، تمام عوام وخواص اس کو ’’منصوص شجرۂ ممنوعہ‘‘ مان لیں ، وہ جو اعلان کر دے ، سب اس کو فرمانِ شاہی سمجھ کر قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں اور اس کے اقوال وافعال کی صحت کا اس طرح اذعان واعتقاد کر لیں کہ کسی قسم کے اختلاف کا تصور بھی قابلِ گردن زدنی ٹھہرے ، کسی عالم ، کسی مفکر ، کسی دانشور ، کسی محقق ، کسی خانقاہ ، کسی فرد اور کسی تنظیم وتحریک کو انفرادی یا اجتماعی طور پر اس بات کا معمولی اختیار بھی نہ ہو کہ اس طبقہ کے افکار ونظریات ، اعلانات واشتہارات اور مخصوص احکام وخیالات کے بارے میں سرِ موردّ وبدل کی بات کر سکے ، اور پوری جماعت جمود وتعطّل کا ایسا ڈھانچہ بن جائے کہ علمی عروج اور فکری ارتقا کی جائز حدود اختیار کرنا اور لازمی پہلو اپنانا بھی دینی تقاضوں اور شرعوں مصلحتوں کے خلاف قرار دے دیا جائے ۔

حالات کی سنگینی کا عالم یہ ہے کہ یہ طبقہ اتنا جری وآوارہ ہو چکا ہے کہ اپنی زبردست جہالت وعلم دشمنی کے باوجود شریعتِ اسلامیہ میں ایسی مداخلت وبددیانتی کرتا ہے کہ اہلِ علم کا سر شرم سے جھک جاتا ہے ، یہ طبقہ جب چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی ہوس وہویٰ ، اور تضلیل واغوا کا شکار بنا کر وہابی ، دیوبندی ، کافر ، مرتد ، صلح کلی اور گمراہ قرار دے کر اپنے زیر اثر اڈّوں اور اسٹیجوں سے بندروں کی طرح اچھل اچھل کر مردہ باد کا شور مچانے لگتا ہے ۔

ایسے بدحواس وبدعقل طبقہ کا ایک علاج تو یہ ہے کہ ان عفاریت وطواغیت کا مکمل علمی مقاطعہ کیا جائے تا کہ ان کو اپنی اوقات وحیثیت کا پتہ چل جائے ۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! حساس وبیدار مغز اہلِ علم اس طریقہ پر بخوبی عامل ہیں ، آپ دنیا بھر میں علمی وتحقیقی کاموں کا جائزہ لے لیجئے ان سرپھروں اور مت کٹوں کا کسی بھی جگہ نام لینے کو بھی وجود نظر نہیں آئے گا ۔ لیکن آپ اس بات کو سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ نااہلوں کا یہ طبقہ اپنی نااہلی اور جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے فریب خوردہ عوام کو یہ تاثر دیتا ہے کہ ہم نے ان کا بائیکاٹ کر رکھا ہے ؛ اس لئے ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ علم نے ان نااہلوں اور گنواروں کا ایسا زبردست مقاطعہ کیا ہوا ہے کہ کوئی ان کو اپنے پاس بٹھانا تو دوران کو اپنے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا ، کیونکہ ان جاہلوں اور مورکھوں کا علم وتحقیق سے کوئی ادنیٰ سا بھی تعلق نہیں ہے ، تو ظاہر ہے کہ علمی وتحقیقی مجالس میں ایسوں کی شرکت علمی ودینی تقاضوں کے منافی اور خود ان احمقوں کے لیے مصیبت وموت ہی ثابت ہوگی ۔

کسی صحیح العقیدہ عالمِ دین کو وہابی وگمراہ کہنے کا شرعی حکم

ملائے مفتون! کسی صحیح العقیدہ مسلمان کی طرف بے ثبوتِ شرعی وہابیت ودیوبندیت کی نسبت تو بڑی بات ہے ، مطلقاً کسی گناہ کی نسبت کرنا بھی شرعاً ناجائز وحرام ، فعلِ بدانجام ، سخت ترین گناہ ، کتاب وسنت کے احکام کی خلاف ورزی اور خود کو جہنم وعذابِ الٰہی کا حقدار بنانا ہے ۔

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (سورة النساء ، آية : ١١٢)

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اُسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

۞ دوسری جگہ ربِّ کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (سورة الأحزاب ، آية : ٥٨)

اور جو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناکردہ جرم کی وجہ سے ایذا دیتے ہیں تو یقیناً انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

۞ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

" أيّ الربا أربى عند الله ؟ قالوا : الله و رسوله أعلم ، قال : أربى الربا عندالله استحلال عرض مسلم ، ثم قرأ : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (التفسير لابن أبي حاتم ١٠ / ٣١٥٣ ، الرقم : ١٧٧٨٠ ، وشعب الايمان ، رقم الحديث : ٦٢٨٥)

کون سا سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ تباہ کن وحرام ترین ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا؛ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ تباہ کن سود کسی مسلمان کی آبروریزی کو حلال سمجھنا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (اور جو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناکردہ جرم کی وجہ سے ایذا دیتے ہیں تو یقیناً انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا)۔

۞ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

من أربى الربا الاستطالة فى عرض مسلم بغير حق ، وان هذه الرحم شجنة من الرحمن فمن قطعها حرم الله عليه الجنة.

(المسند لأحمد بن حنبل، رقم الحديث : ١٦٥١)

سب سے زیادہ برباد کرنے والا سود کسی مسلمان کی آبرو کے بارے میں ناحق زبان درازی کرنا ہے، اور یہ رحم (رشتہ) رحمٰن سے مشتق ہے، جو اس کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردے گا۔

ان آیاتِ کریمہ واحادیثِ مبارکہ سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان پر ناکردہ جرم تھوپنا، اس کو ایذا دینا اور ناحق اس کی عزت سے کھلواڑ کرنا بہتان، کھلا گناہ اور سب سے خطرناک وکمر توڑ سود سے بھی بڑا جرم وگناہ ہے۔ وہ تمام لوگ جو انسانیت کے خلاف ان جرائم میں کھلے عام ملوث ہیں اور علماءِ اہلِ سنت کی سرِ عام اہانت وگستاخی، کرتے ہیں، ان پر الزامات تھوپتے اور بہتانات تراشتے ہیں، ان کو بے ثبوتِ شرعی وہابی، دیوبندی اور گمراہ کہتے اور لکھتے ہیں، انہیں بیہودہ کلمات اور سبّ وشتم کا نشانہ بناتے ہیں اور اپنی محافل ومجالس میں ان کے خلاف لعنت ومردہ باد کے شیطانی وابلیسی نعرے لگاتے گھومتے اور ہنگامے مچاتے پھرتے ہیں۔ ایسے دریدہ دہن وگستاخ، بے ادب ودشنام طراز، شریعت میں بے جا دخل اندازی کرنے والے جاہل وبے خرد اور دین وفروغِ دین کی راہ میں رکاوٹ بننے والے شیطان دوست، جو کبھی کبھی اپنی اہواءِ مرموزہ وبدعاتِ منکرہ کے جوش میں امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کا بیجا استعمال کرکے پھولے نہیں سماتے اور بڑے مگن نظر آتے ہیں، انہیں یزید پلید سے متعلق امام غزالی کے موقف سے درسِ عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اپنی ناپاک روش ومنحوس خصلت پر نظرِ ثانی کرکے اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہئے۔

امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فإن قيل: هل يجوز لعن يزيد ل؛ أنه قاتل الحسين أو آمر به؟

قلنا : هذا لم يثبت أصلاً ؛ فلا يجوز أن يقال : إنه قتله ، أو أمر به ما لم يثبت، فضلاً عن اللعنة؛ لأنه لا تجوز نسبة مسلم إلى كبيرة من غير تحقيق . نعم يجوز أن يقال : قتل ابن ملجم علياً ، وقتل أبو لؤلؤة عمر رضى الله تعالى عنهما، فإن ذلك ثبت متواتراً . فلا يجوز أن يرمى مسلم بفسق أو كفر من غير تحقيق. قال ﷺ :

لا يرمى رجل رجلاً بالكفر ولا يرميه بالفسق إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك .وقال ﷺ :

ما شهد رجل على رجل بالكفر إلا باء به أحدهما، إن كان كافراً فهو كما قال، وإن لم يكن كافراً فقد كفر بتكفيره إياه .

وهذا معناه أن يكفره وهو يعلم أنه مسلم ، فإن ظن أنه كافر ببدعة أو غيرها كان مخطئاً لا كافراً.

وقال معاذ :قال لى رسول الله ﷺ : أنهاك أن تشتم مسلماً أو تعصى إماماً عادلاً. (احياء علوم الدين ٣ / ١٢١ ، ١٢٢)

اگر سوال کیا جائے کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؛ کیونکہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے یا اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل ثابت ہی نہیں ہے، لہٰذا بغیر ثبوت کے یزید کو قاتل یا قتل کا حکم دینے والا کہنا جائز نہیں ہے؛ چہ جائے کہ لعنت، اس لئے کہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی جانب گناہ کبیرہ کی نسبت ناجائز ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن ملجم نے حضرت علی اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کیا؛ کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے۔ بہرحال بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص دوسرے کو فاسق یا کافر نہ کہے؛ کیونکہ دوسرا شخص اگر ایسا نہ ہوا تو یہ بات کہنے والے پر لوٹ آئے گی۔ یعنی کہنے والا کافر یا فاسق قرار پائے گا۔

اور رسول اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کو کافر کہتا ہے تو یہ کفران میں سے کسی ایک پر لوٹتا ہے، جس کو کافر کہا گیا اگر وہ واقعی کافر ہے تب تو ٹھیک، ورنہ کافر کہنے والا تکفیر کی وجہ سے خود کافر ہو جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو مسلمان جاننے کے باوجود کافر کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا، لیکن اگر کسی بدعت وغیرہ کی وجہ سے سمجھا کہ فلاں کافر ہے تو کافر کہنے سے کافر تو نہیں ہوگا، لیکن خطا کار ضرور ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں کسی مسلمان کو گالی دینے یا کسی امام عادل کی نافرمانی کرنے سے روکتا ہوں۔

ملا جی! چشمِ عبرت اور تھوڑی سی بھی غیرت ہو تو حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقف اور اپنی احمقانہ و جاہلانہ روش میں غور کرو، اور خیر چاہو تو اپنے گندے کرتوت سے تائب ہو کر دین اور علمِ دین سے محبت کرنے والے بن جاؤ۔

بے تحقیق کسی مسلمان کو کافر و فاسق کہنا کتنا شدید و بھیانک جرم ہے، اس کا حکم پہلے بھی چند احادیثِ مبارکہ کے ذریعہ ہم واضح کر چکے ہیں، اور ابھی امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ اقتباس میں بھی تین احادیثِ مبارکہ کے ذریعہ اس گناہِ عظیم کی خاصی وضاحت بیان ہوئی، درسِ عبرت حاصل کرنے کے لئے شریعت کا ایک جملہ اور ایک حکم ہی کافی ہوتا ہے، اور اگر وہ حکمِ شریعت خاص زبانِ وحی ترجمان و فرمانِ سید الانس و الجان ﷺ کی صورت میں ہو تو غلامانِ سیدِ عالم ﷺ ہر قیل و قال، بحث و جدال اور فکر و خیال کو بالائے طاق رکھ کر اس ارشادِ رحمت نہاد پر عمل کرنے میں اپنی دنیا و آخرت کی فیروز بختی و ارجمندی سمجھتے ہیں، اس حقیقت کی صرف ایک تابش سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اپنے

بیٹے کے ساتھ مندرجہ ذیل سلوک میں ملاحظہ کیجئے:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ:

" لا تمنعوا نساء كم المساجد إذا استأذنكم إليها ، قال : فقال بلال بن عبد اللّٰه : واللّٰه لنمنعهن . قال : فأقبل عليه عبد اللّٰه، فسبّه سبّا سيئا ما سمعته سبّه مثله قط ، وقال : أخبرك عن رسول اللّٰه ﷺ ، وتقول : واللّٰه لنمنعهن . "

(صحیح مسلم ، باب خروج النساء الى المسجد ، رقم الحديث : ۱۰۱۷)

جب تمہاری عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں منع نہ کرو۔ (یہ سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیٹے بلال نے کہا: اللہ کی قسم! ہم انہیں مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کی طرف متوجہ ہوکر ان کو اتنا برا بھلا کہا کہ اتنا کبھی کسی کو نہیں کہا، اور فرمایا کہ میں تم سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور منع کریں گے۔

مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ اس بات پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کے سینہ پر مارا۔ (صحیح مسلم ، رقم الحديث : ۱۰۲۲)

اور (مسند ابوداؤد طیالسی ۳ / ۴۱۰ ، رقم الحدیث : ۲۰۰۶، و السنن الکبری للبیہقی ۳ / ۱۳۲ ، رقم الحديث : ۵۵۷۵ ، و المعجم الكبير للطبرانی ۱۱ / ۲۹ ، رقم الحديث : ۱۳۲۹۰) وغیرہ میں ہے کہ ہے کہ: **(فرفع يده و لطمه ، فمدّ يده فلطمه)** آپ نے انہیں کھینچ کر ایک طمانچہ مارا، بلکہ (مسند امام احمدبن حنبل ۲ / ۳۶ ، رقم الحديث : ۴۹۳۳) کی روایت تو یہ ہے کہ:

فماكلّمه عبد اللّٰه حتى مات ۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے سے وصال کے وقت تک بات چیت نہیں کی۔

شہزادے نے کوئی غلط بات نہیں کہی تھی ، بلکہ حالات و عرف کے اعتبار سے ایک مناسب بات کہی تھی، لیکن بظاہر یہ بات فرمانِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے مقابل و معارض تھی اس لئے آپ نے غضب و جلال کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ دیکھنے والے بھی دنگ رہ گئے۔

سبحان اللہ! یہ ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ادب، یہ ہے ان کی محبت اور یہ ہے ان نفوسِ قدسیہ کا اپنے آقائے کریم ﷺ کے ارشاد و فرمان پر عمل کا منفرد و مثالی جذبۂ و کردار۔ ایک آج کے ہوا پرست و بدعت کے خوگر ہیں، جن کی زبانوں پر جانبازی و جاں نثاری، عشق و وارفتگی، شیفتگی و دیوانگی، محبت و مودت، عقیدت و چاہت اور الفت و ارادت کے ایسے لچھے دار نعرے اور بلند بانگ دعوے ہمہ وقت تیرتے رہتے ہیں جن کو دیکھ کر عنتر و جمیل، قیس و فرہاد اور شاہ جہان و سلیم کے دعوے بھی پست و حقیر معلوم ہوتے ہیں۔ کاش یہ دعوے حقیقت کے ترجمان ہوتے، تو ان دعویداروں کی سیرت دنیا والوں کے لئے آئیڈیل اور قابلِ تقلید نمونہ بن جاتی، لیکن افسوس یہ دعوے زبانی جمع خرچ سے زیادہ اور کوئی وقعت و حقیقت نہیں رکھتے؛ کیونکہ سچا محبّ اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے، جب کہ یہ دعویدار اطاعت سے متنفر و بیزار ہیں، انہیں جب محبوبِ رب العالمین ﷺ کے ارشادات یاد دلائے جاتے ہیں تو بجائے ان پر عمل کرنے اور ان کے آگے سرِ تسلیم و انقیاد خم کرنے کے تمرّد و سرکشی اور حیلہ بازی و کٹ حجتی پر اتر کر ان میں من مانی و اختراعی و شیطانی تاویلات کر کے انہیں رد کر دیتے ہیں اور ان کے مقابل اپنی خواہشات کو شریعت میں داخل کرنے پر تلے رہتے ہیں **(والعياذ باللّٰه سبحانه وتعالى من الشرور والفتن ماظهر منها و مابطن)**۔ بایں ہمہ فقیر ان لوگوں سے ابھی مایوس نہیں ہے، امید یہی ہے کہ آج نہیں تو کل، جلد نہ سہی بدیر اندھیرے میں رہنے والے یہ حضرات صبحِ پرنور اور مہرِ فروزاں سے ضرور کچھ نہ کچھ حصہ پائیں گے اور اپنی ظلمت و تیرگی سے باہر آ کر خود کو منور کریں گے، اسی لئے چند احادیث مبارکہ مزید پیش کر رہا ہوں **لعل اللّٰه تعالى يجعلها وسيلة لانقاذهم مما هم فيه من الجهل والعناد ، والظلمة و الفساد .**

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" أيما رجل قال لأخيه يا كافر ، فقد باء بها أحدهما . "

(صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦١٠٤ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث: ١١١ ، و السنن للترمذی ، رقم الحديث : ٢٦٣٧ ، و مسند أحمد، رقم الحديث : ٥٠٣٥ ، و صحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ٢٥٠)

جس شخص نے اپنے (دینی) بھائی کو اے کافر کہہ کر مخاطب بنایا، تو دونوں میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹے گا۔

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

" لا يرمی رجل رجلا بالفسوق ، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك . "

(صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦٠٤٥ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث: ١١٢ ، و مسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ٢١٦١١ ، و مسند البزار ٣٩١٩ ، وشرح مشكل الآثار ، رقم الحديث : ٨٦٢ ، وشرح السنة ، رقم الحديث : ٣٥٥٢ ، ومسند أبی عوانة ، رقم الحديث : ٥٢)

ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو فاسق یا کافر کہنا اسی پر لوٹ آتا ہے اگر دوسرا ایسا نہ ہو۔

❁ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

" من حلف بملة غير الإسلام فهو كما قال ، وليس على ابن آدم نذر فيما لا يملك ، ومن قتل نفسه بشیء فی الدنيا عُذِّب به يوم القيامة ، ومن لعن مؤمنا فهو كقتله ، ومن قذف مؤمنا بكفر فهو

كقتله . " (صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦١٠٥ ، ومسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ١٦٤٣٢)

جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دین پر ہونے کی قسم کھائے تو وہ اپنے قول کے مطابق ہو جائے گا، اور انسان جس چیز کا مالک نہیں اس میں نذر نہیں، اور جو شخص خود کو جس چیز سے قتل کرے گا قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا، اور کسی مومن پر لعنت کرنا اور اس کو کافر کہنا اس کو قتل کرڈالنے کی طرح ہے۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما . "

(صحيح البخاری ، رقم الحديث : ٦١٠٣)

جب کوئی شخص اپنے بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔

❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

" ما أكفر رجل قط إلا باء أحدهما بها ، إن كان كافرا وإلا كفر بتكفيره . " (صحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ٢٤٨)

جب کبھی ایک شخص نے دوسرے کی تکفیر کی ہے تو ان میں سے کسی ایک پر کفر ضرور پلٹا ہے، اگر وہ کافر تھا تب تو ٹھیک، ورنہ اسے کافر کہنے کی وجہ سے یہ خود کافر ہو گیا۔

❁ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

" إن العبد إذا لَعن شيئا صعِدت اللعنة إلى السماء فتُغلقُ أبواب السماء دونها ، ثم تهبِط إلى الأرض فتُغلقُ أبوابها دونها ، ثم

تأخذ يمينا و شمالا ، فإذا لم تجد مساغا رجعت إلى الذى لُعِنَ، فإن كان لذلك أهلا و إلا رجعت إلى قائلها . "

(السنن لأبى داؤد ، رقم الحديث : ٤٩٠٧ ، و مسند البزار ، رقم الحديث : ٤٠٨٤ ، وشعب الايمان ، رقم الحديث : ٤٧٩٩)

بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی جانب جاتی ہے جہاں اس کے لئے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، تو یہ زمین کی طرف واپس آتی ہے مگر یہاں بھی اس کے لئے دروازے بند کیے جا چکے ہوتے ہیں، اب یہ دائیں بائیں بھٹکتی رہتی ہے، اور جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ اس کا مستحق ہے تو اس پر ورنہ لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من مسلمين إلا وبينهما سِتر من الله، فإذا قال أحدهما لصاحبه هُجرا هتك ستره ، و اذا قال:يا كافر، فقد كفر أحدهما .

(المعجم الكبير للطبرانى ، رقم الحديث : ١٠٣٩٢ رواه مرفوعاً ،و الأدب المفرد للبخارى ، رقم الحديث : ٤٣٥، ومسند ابن الجعد ، رقم الحديث : ٧٨، و معجم ابن الأعرابى ، رقم الحديث : ١٤٢٥ ، و مساوئ الأخلاق للخرائطى ، رقم الحديث : ١٦ فهؤلاء كلهم روه موقوفاً ، والأثر كما قال الهيثمى ضعيف لمافيه يزيدبنأبى زياد ، وهو حسن الحديث وفيه ضعف ، وانظر للاستزادة : مجمع الزوائد و منبع الفوائد ٨ / ١٢٧ ، رقم الحديث : ١٢٩٦٦)

دو مسلمانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک پردہ ہوتا ہے، جب ان میں سے ایک دوسرے سے بری بات کہتا ہے تو اس پردہ کو چاک کر دیتا ہے، اور جب اس کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔

اہلِ قبلہ کی تکفیر وعدمِ تکفیر سے متعلق چند اصول

اہل قبلہ کی اصطلاح مندرجہ ذیل حدیث شریف سے ماخوذ ومستفاد ہے:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" من صلّى صلاتنا ، واستقبل قبلتنا ، وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة اللّه وذمة رسوله ، فلا تُخْفِروا اللّهَ فى ذمته."

(صحيح البخارى ، باب فضل استقبال القبلة ، رقم الحديث : ٩١)

جو ہماری طرح نماز پڑھے، (نماز میں) ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ شخص ایسا مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا اللّه ، فإذا قالوها ، وصلوا صلاتنا ، واستقبلوا قبلتنا ، وذبحوا ذبيحتنا ، فقد حَرُمَتْ علينا دماؤُهم وأموالهم إلا بحقها ، وحسابهم على اللّه.

(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٣٩٢)

مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ (لا إلـٰه إلا اللّٰه) کہیں، جب وہ اسے کہدیں، ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں، (نماز میں) ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح ذبح کرنے لگیں تو ہم پر ان کے خون اور مال حرام ہو گئے مگر ان کے حق کی وجہ سے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

اگرچہ ''اہلِ قبلہ'' اور ''اہلِ ملت'' کے الفاظ بعض روایات میں صراحۃً بھی مذکور ہیں مگر وہ روایات عموماً ضعیف ہیں۔ مثلاً یہ روایات:

۞ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُكَفِّرُوا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَصَلُّوا خَلْفَ كُلِّ إِمَامٍ، وَجَاهِدُوا مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ. (السنن للدارقطني ٢/٤٠١، رقم الحديث: ١٧٦٠)

اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کرو، ہر امام کی اقتدا میں نماز پڑھ لو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔

اس روایت کی تخریج کرنے کے بعد امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ٣٨٥ھ) فرماتے ہیں:

" لايثبت اسناده من بين عَبّاد و أبي الدرداء ضعفاء." (أيضا)

عبّاد بن ولید اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ضعیف رُوات ہونے کی وجہ سے اس کی سند ثابت نہیں۔

درمیان میں کل تین روات ہیں جن کے ضعف کو امام جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ٧٦٢ھ) یوں بیان فرماتے ہیں:

"والوليد بن الفضل العنزي، قال ابن حبان في "كتاب الضعفاء له :"يروي المناكير التي لا يشك أنها موضوعة، لا يجوز الاحتجاج به، وقال أبو حاتم : مجهول، ومكرم بن حكيم، قال الأزدي :ليس حديثه بشيء ، وسيف ضعفه الدارقطني، وقال الأزدي :لا يكتب حديثه."

(نصب الراية ٢ / ٢٩ مؤسسة الريان ، بيروت)

اس روایت کے تین روایوں پر کلام ہے: اوّل ولید بن فضل عنزی، ابن حبان نے ''کتاب الضعفاء'' میں فرمایا کہ یہ ایسی منکرات کی روایت کرتا ہے جو یقیناً موضوع ہیں، ان سے استدلال جائز نہیں، اور ابوحاتم نے فرمایا: وہ مجہول ہے۔ دوسرے مکرم بن حکیم، ازدی نے کہا

اس کی حدیث کوئی چیز نہیں۔ تیسرے سیف بن منیر، ازدی نے کہا ان کی حدیث کو نہ لکھا جائے۔

۞ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لَا تُكَفِّرُوا أَهْلَ مِلَّتِكُمْ، وَإِنْ عَمِلُوا الْكَبَائِرَ، وَصَلُّوا مَعَ كُلِّ إِمَامٍ، وَجَاهِدُوا مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ، وَصَلُّوا عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ." (السنن لابن ماجة ، رقم الحديث :)

اپنی ملت والوں کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں، ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو، ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو، اور اہلِ قبلہ کی ہر میت کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس روایت کے بارے میں امام زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وأبو سعيد هذا، قال الدارقطني : مجهول، وعتبة، قال ابن الجنيد : لا يساوي شيئا، والحارث بن نبهان، قال النسائي: متروك، وقال ابن حبان : لا يحتج به، وأسند إلى ابن معين أنه قال :ليس بشيء. (نصب الراية ٢ / ٢٧)

اس روایت میں بھی تین روات متکلّم فیہ ہیں: ابوسعید، ان کے بارے میں دارقطنی نے کہا کہ مجہول ہیں۔ عتبہ، ان کے بارے میں ابنِ جنید نے کہا کہ یہ کسی چیز کے برابر نہیں۔ حارث بن نبہان، نسائی نے کہا یہ متروک ہیں، ابنِ حبان نے کہا یہ نا قابلِ احتجاج ہیں، اور انہوں نے یحییٰ بن مَعین سے سنداً بیان کیا کہ یہ کوئی چیز نہیں۔

۞ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تكفروا أحدا من أهل قبلتكم بذنب وإن عملوا بالكبائر ، وصلوا مع كل إمام ، وجاهدوا مع كل أمير .

(المعجم الأوسط للطبراني ، رقم الحديث : ٢٨٤٤)

کسی گناہ کی وجہ سے اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ کبائر کے مرتکب ہوں، ہر امام کی

اقتدا میں نماز پڑھو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔

اس کے بارے میں امام نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:

" فیه علی بن أبی سارة ، وهو ضعیف متروك الحدیث."

(مجمع الزوائد ۱/ ۱۲۷)

اس کے ایک راوی علی بن ابو سارہ ہیں جو ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ روایت کل سات طُرق سے مروی ہے، جن میں سے تین اوپر بیان ہو چکے، باقی چار طُرق میں امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایات ہیں مگر سنداً ہر ایک معلول ہے، تفصیل کے لئے امام سراج الدین ابو حفص عمر بن علی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۰۴ھ) کی مایہ ناز کتاب "**البدر المنیر فی تخریج الأحادیث و الآثار الواقعة فی الشرح الکبیر**" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بہر حال "اہلِ قبلہ" کی اصطلاح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، خواہ استخراجاً یا صراحتاً۔ اس کا شرعی مفہوم بھی مذکورہ احادیث سے ہی ماخوذ ہے، جسے ائمہ و مشائخ نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

❁ حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

" نسمّی أهل قبلتنا مسلمین مؤمنین ، ماداموا بماجاء به النبیّ ﷺ معترفین ، وله بکل ماقاله و أخبر مصدّقین."

(العقیدة الطحاویة ، ص : ۳۲ دارالبیارق ، بیروت)

ہم اپنے اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن کہتے ہیں، جب تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تمام باتوں کا اعتراف اور آپ کے ہر ارشاد و خبر کی تصدیق کرتے رہیں۔

یعنی اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تمام باتوں کا اقرار اور آپ کے تمام اقوال و اخبار کی تصدیق کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو مسلمان اور مومن ہی کہا جائے گا۔

علامہ مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

أهل القبلة : الذین اتفقوا علی ماهو من ضروریات الاسلام کحدوث العالم وحشر الأجساد وماأشبه ذلك .

(شرح المقاصد ۵/ ۲۲۸ عالم الکتاب ، بیروت)

اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو مانتے ہوں، مثلاً عالم کا حادث ہونا، اجسام کا حشر ہونا وغیرہ۔

علامہ نور الدین ابو الحسن علی بن سلطان محمد قاری ہروی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

" المراد بأهل القبلة: الذین اتفقوا علی ماهو من ضروریات الدین، کحدوث العالم، وحشر الأجساد، وعلم اللّٰه بالکلیات والجزئیّات وماأشبه ذلك من المسائل ؛ فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم أونفی الحشر أونفی علمه سبحانه بالجزئیات لایکون من أهل القبلة، وان المراد بعدم تکفیر احدمن اهل القبلة عند اهل السنة انه لایکفر مالم یوجد شیء من أمارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شیء من موجباته."

(منح الروض الأزهر، ص : ۴۲۹ دارالبشائر الاسلامیة ، بیروت لبنان)

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوں، جیسے عالم کا حادث ہونا، اجسام کا حشر ہونا، اللہ تعالیٰ کا علم تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہونا وغیرہ؛ تو جو تمام عمر طاعت و عبادت میں رہے اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا

یا اللہ تعالیٰ جزئیات کونہیں جانتا وہ اہل قبلہ سے نہیں، اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو۔

ضروریاتِ دین کا شرعی مفہوم

علامہ قاضی شمس الدین محمد بن محمد معروف بابن امیر حاج حلبی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۷۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:

'' ضروریات الدین : هو مایعرفه منه الخواص و العوام من غیر قبول للتشکیك ، کوجوب اعتقاد التوحید والرسالة ووجوب الصلوات الخمس وأخواتها من الزکوة والصیام والحج ، یکفر منکره ، واذا لم یکن من ضروریاته ، بأن کان لایعرفه منه الا الخواص ، کفساد الحج بالوطئ قبل الوقوف بعرفة ، و اعطاء السدس للجدة ، وحرمة تزوج المرأة علی عمتهاو خالتها ، فلا یکفر منکره.'' (التقریر و التحبیر ۳ / ۱۴۵ دارالکتب العلمیة)

ضروریاتِ دین سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جنہیں عوام وخواص سبھی ناقابلِ تشکیک طور پر جانتے ہوں، جیسے توحید ورسالت کا عقیدہ رکھنا، پانچوں وقت کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی فرضیت ماننا، ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ اور جو ضروریات دین کے قبیل سے ہیں یعنی جنہیں صرف خواص جانتے ہیں، جیسے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع سے حج کا فاسد ہوجانا، جدہ (دادی، نانی) کو ترکہ میں چھٹا حصہ دینا اور ایسی عورت سے نکاح کا حرام ہونا جس کی پھوپھی یا خالہ پہلے سے نکاح میں موجود ہو، ان باتوں میں سے کسی کا انکار کفر نہیں ہے۔

خیال رہے یہاں عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں دین سے ذوق وشغف ہو، وہ لوگ جو اپنی غفلت وجہالت کی وجہ سے احکامِ شرعیہ سے بے خبر رہتے ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہیں۔

قارئین کرام! انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات عرض کی جارہی ہے کہ مسئلۂ تکفیر، بلکہ بہت سے اعتقادی مسائل پر کچھ حضرات خالص فلسفۂ مزخرفہ اور اس کی عجیب وغریب فرسودہ وسطحی مصطلحات کا سہارا لے کر گفتگو کرتے ہیں، جن کو پڑھ کر طبیعت کو سخت تکدّر و تنفّر ہوتا ہے؛ کیونکہ فلسفیانہ موشگافیوں کا حقیقت سے زیادہ افسانویات سے گہرا رشتہ ہوتا ہے، یہاں علمی انوار وبرکات اور روحانی اطمینان وسکون کے بجائے عجب قسم کی وحشت و نحوست کا احساس ہوتا ہے، طرزِ استدلال میں گہرائی وگیرائی کے بجائے اوہام وخیالات کی پرپیچ پگڈنڈیوں پر لڑکھڑاتی دم توڑتی عنکبوتی بحثیں ہوتی ہیں، جو کسی خاطرخواہ نتیجہ تک پہنچانے کے بجائے خود ہی اندھیری بھول بھلیوں میں گم ہوجاتی ہیں، لہٰذا ہم نے یہاں اس بات کی کوشش کی ہے کہ تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں فلسفی رنگ نہ آنے پائے، ویسے مسئلہ تکفیر پر کسی قدر شرح وبسط کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ''**المُعْتَقَدُ المَرْصُوص و العَمَل المَنْصُوص**'' میں گفتگو کی ہے **من شاء فلیرجع الیه**۔

محض نفسانی طغیان وہیجان اور جہل ودجل کے طوفان وسرطان کی بنیاد پر نفاق وصلح کلیت، کفر وارتداد اور وہابیت ودیوبندیت کے مسموم تیروں سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے دین وایمان پر حملہ آور ہونے والے خبیث رہزنوں اور خونخوار دہشت گردوں کو درسِ عبرت حاصل کرنے کے لئے مذکورہ احادیثِ مبارکہ ہی کافی ہیں، جن کے معانی ومطالب میں غور وفکر کرنے سے کسی بھی صاحبِ ایمان کا کلیجہ تھرتھر کانپنے لگتا ہے، تاہم اتمامِ حجت کے لئے کچھ اصول مزید تحریر کیے جارہے ہیں:

(۱) مفتی وقاضی پر لازم ہے کہ محض شک کی بنیاد پر کسی کلمہ گو کی تکفیر کا حکم نہ دیں۔

امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہاءِ احناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ:

'' لَا یُخْرِجُ الرَّجُلَ مِنَ الْاِیمَانِ إِلَّا جُحُودُ ما أَدْخَلَهُ فِیهِ ، ثمّ ما تَیَقَّنَ أَنَّهُ رِدَّةٌ یَحْکُمُ بِها بِهِ ، ومَا یَشُكُّ أَنَّهُ رِدَّةٌ لَا یَحْکُمُ بِها ؛ إِذْ

الْاِسْلَامُ الثَّـابِتُ لَا يَـزُولُ بِشَكٍّ مـع أَنَّ الْاِسْلَامَ يَعْـلُو ، وَيَنْبَغِي لِلْعَـالِـمِ إِذَا رُفِعَ إِلَيْهِ هذا أَنْ لَا يُبَادِرَ بِتَكْفِيرِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مَعَ أَنَّهُ يَقْضِي بِصِحَّةِ إِسْلَامِ الْمُكْرَهِ.''

(البحر الرائق ٥/١٣٤ دارالمعرفة ، بيروت ، وردالمحتار ٦/٣٥٨ دارالتب العلمية ، بيروت)

انسان کوایمان سے اسی چیز کا انکار خارج کرسکتا ہے جس نے اس کوایمان میں داخل کیا ہے، جہاں ارتداد کا یقین ہو وہاں مرتد ہونے کا حکم دے، اور جہاں شک ہو وہاں یہ حکم نہ دے؛ کیونکہ اسلام خود بلند ہوتا، اور عالم کو چاہئے کہ جب اس کے پاس ایمان وکفر کا مسئلہ پیش کیا جائے تو کلمہ گو کی تکفیر میں جلدی نہ کرے، بلکہ مُکرَہ (جسے مجبور کیا گیا ہو) کے مسلمان ہونے کی درستگی کا فیصلہ دے۔

مفتی مفتون! تم اور تمہاری پوری چنڈال چوکڑی کے لئے مقامِ عبرت ہے کہ تم عام مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ متورّع علماءِ اسلام کو شک و وہم نہیں، بلکہ خالص ابلیسی بہتان و شیطانی اتہام کی بنیاد پر وہابی و گمراہ قرار دیتے ہو۔ اپنی روش کا محاسبہ کرو، اگر توفیق ملے تو تائب ہوجاؤ ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔

(۲) جب کسی قول میں ایمان وکفر دونوں کے احتمالات موجود ہوں تو ایمان والے احتمال پر فتویٰ دینا لازم ہے، خواہ کفر کے احتمالات کی تعداد احتمالِ ایمان سے سیکڑوں گنا زیادہ ہو۔

فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یجب أن یعلم أنه اذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر، و وجه واحدیمنع التکفیر، فعلی المفتی و القاضی أن یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر، ولا یفتی بکفره تحسیناً للظن بالمسلم، ثم ان کانت نیة القائل الوجهَ الذی یمنع التکفیر فهو

مسلم، وان لم یکن لاینفعه حمل المفتی کلامه علی وجهٍ لایوجب التکفیر.''

(خلاصة الفتاوی ٤/٣٨٢، و المحیط البرهانی ٥/٢٢٦، و البحرالرائق ٥/١٣٤، و الدرالمختار، ص: ٣٤٥، و ردالمحتار ٦/٣٥٨)

ضروری طور پر جان لینا چاہئے کہ اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجبِ کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو، تو مفتی وقاضی پر لازم ہے کہ اسی مانعِ تکفیر پہلو کی طرف مائل ہو اور مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کے کفر کا فتوی نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے، تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجبِ تکفیر نہیں ہے، قائل کے لئے فائدہ مند نہیں ہوسکتا۔

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد ذکروا: أن المسئلة المتعلقة بالکفر اذاکان لها تسع و تسعون احتمالًا للکفر، و احتمال واحد فی نفیه کان الأولی للمفتی والقاضی أن یعمل بالاحتمال النافی؛ لأن الخطأ فی ابقاء ألف کافر أهون من الخطأ فی افناء مسلم واحد.

(منح الروض الأزهر، ص: ٤٤٥، ٤٥٦)

مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو، تو مفتی وقاضی کو چاہئے کہ اس کو نفیِ کفر کے احتمال پر محمول کرے؛ کیونکہ ایک ہزار کافروں کو زندہ چھوڑنے کی غلطی ایک مسلمان کو ختم کرنے کی غلطی سے آسان ہے۔

ملائے مجنون! ہوش میں آؤ، یہ ہے شریعتِ اسلامیہ کا حکم کہ کسی بات میں ایمان وکفر دونوں کے احتمالات ہوں ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ جانبِ ایمان پر حکم دے، لیکن تمہاری ناپاک وگندی حرکت یہ ہے کہ وہ اقوال جو صرف اور صرف ایمان واسلام کے محکم اصول و

قواعد کا روشن و بدیہی بیان ہیں ان میں اپنی خبیث سرشت کے مطابق کفر و گمراہی کا معنی گڑھ کر کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہو۔

(۳) جہاں تک ممکن ہو مسلمان کے کلام کو محملِ حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔

علامہ محقق زین الدین بن ابراہیم بن نجیم مصری حنفی، علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزّی تمرتاشی حنفی اور علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لایفتی بتکفیر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن ، أو کان فی کفره خلاف ، ولو کان ذلك روایة ضعیفة."

(البحرالرائق ۵ / ۱۳۵ ، و تنویر الأبصار مع الدرالمختار ، ص : ۳۴۵)

کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں، یا کفر میں خلاف ہو، اگرچہ ضعیف ہی روایت کے مطابق ہو۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت علامہ خیرالدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہیں:

"أقول ولو کانت الروایة لغیر أهل مذهبنا ، ویدل علی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعاً علیه."

(ردالمحتار ، ۶/۳۶۷)

میں (خیرالدین رملی) کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو؛ اس لیے کہ تکفیر کے لیے اس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مسلمان کے اقوال وافعال کو مہما امکن محملِ حسن پر اتارنا واجب۔"

(فتاویٰ رضویہ ۱۸/۶۳۷)

مفتی جی! شریعت اسلامیہ کا قانون یہ ہے کہ مسلمان کے وہ اقوال وافعال جو متعدد محامل پر محمول ہو سکتے ہوں ان کو حتی الامکان محملِ حسن پر محمول کرنا واجب ہے، لیکن افسوس تم

نے علماءِ مخلصین کے دینی و دعوتی ارشادات میں اپنی طبعِ نامحمود کی جانب سے کفری معنی پیدا کر کے بدترین محمل پر محمول کرنا اپنا شیوہ وشعار بنا لیا ہے۔

ملائے مجنون! اپنے بیگانے سبھی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ امامِ اہلِ سنت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ کا مظہرِ اتم تھی، ذرا اس عبقریِ اسلام کی مسئلہ تکفیر میں شرعی حزم واحتیاط کی شان بھی ملاحظہ کرو:

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے قائلین پر دلائلِ قاہرہ و براہینِ قاطعہ کے ذریعہ قہر و جلالِ الٰہی کی بجلیاں گرانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

"جانِ برادر یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ (امکانِ کذبِ باری) کیسا ہے، اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ ان امام و ماموم پر ایک جماعتِ ائمہ (جمہور فقہائے کرام) کے نزدیک کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، **حاش للّٰہ حاش للّٰہ** ہزار ہزار بار **حاش للّٰہ** میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں، اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل (**لاالٰہ الا اللّٰہ**) کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے، **فان الاسلام یعلو ولا یعلی**، مگر یہ کہتا ہوں اور بے شک کہتا ہوں کہ بلا ریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہِ علماء کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم **والعیاذ باللّٰہ ذی الفضل الدائم**۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۲۶۵)

ملائے مجنون و مفتی مفتون! کہاں امام برحق کی ایسی عظیم احتیاط کہ "سبحٰن السبوّح" جیسی عظیم دستاویزی تصنیف کے بعد بھی قائلینِ امکانِ کذبِ باری پر فقہاءِ محققین ومتکلمین کے مذہبِ مہذّب کو اختیار فرماتے ہوئے حکمِ تکفیر نہیں فرماتے ہیں، بلکہ انہیں مسلمان ہی

جانتے ہیں، اور کہاں تم جیسے مالیخولیائی ہنقوں کی مذبوحی حرکت کہ مومنین مخلصین وعلماءِ ربانیین کو وہابی ومرتد بنانے کے لیے وحشی درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہو، اوراس کے بعد بھی بے غیرتی وڈھٹائی سے خود کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ٹھیکیدار سمجھتے ہو۔ کیا ابھی بھی تمہارے راہِ راست پر آنے یا کہیں ڈوب کر مرجانے کا وقت نہیں آیا ہے؟

ملائے بے خرد! مجددِ اعظم قدس سرہ العزیز کی شانِ احتیاط کی ایک جھلک اور دیکھو:

''وہ کلمات جن پر فتاویٰ وغیرہا میں خلافِ تحقیق حکم کفر لکھ دیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگر چہ اور کسی امام کے مذہب میں عدم کفر کی نکل آئے ان کے ارتکاب سے گو تجدید اسلام ونکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولادِ زنا نہیں، **في الدر المختار وغيره مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا ومافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار وتجديد النكاح**''

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۱، ص:۱۵۳، ۱۵۴)

مفتی مفتون! اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ تفصیل کے ساتھ تمہاری دجالی کا پردہ چاک کر کے قوم کو بتایا جائے گا کہ تم اس وقت جس مشن کے تحت اپنی فریب کاریوں اور مکاریوں کا بازار گرم کیے ہوئے ہو ان کا اسلام سے کوئی رشتہ وناطہ نہیں ہے، بلکہ تمہاری تمام تر ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں کا سیدھا اور مضبوط تعلق ابلیسی چال اور شیطانی جال سے ہے اور تمہاری روش یہ بتاتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو صحیح العقیدہ مسلمانوں اور مخلص علماءِ اسلام کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے، ان کی دینی، دعوتی اور تربیتی خدمات کو عوام کی نظروں میں مشکوک بنا دیا جائے اور اپنی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کا گھناؤنا کھیل کھیلنے کے لئے میدان صاف کر لیا جائے۔

ملائے مفتون! تم اپنے پورے گینگ کو یہ بات بخوبی باور کرا دو کہ کسی خوش فہمی اور احساسِ برتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ جاہل جاہل ہی ہوتا ہے خواہ کسی جگہ

ہو، احمق احمق ہی ہوتا ہے خواہ کسی منصب پر ہو، گنوار گنوار ہی ہوتا ہے خواہ کسی خاندان میں ہو اور برا برا ہی ہوتا ہے خواہ کسی رنگ اور کسی ڈھنگ میں ہو، اور یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ بدی کے پیکر جب حد سے تجاوز کرنے لگتے ہیں تو ان کی ہر طرح کی جہالتوں، خباثتوں، ضلالتوں اور شناعتوں کے پردے چاک کرنے اور ان کے مکر وکید کو ظاہر کرنے کے لیے ایمانی حمیت واسلامی غیرت رکھنے والے افراد میں سے کچھ کو چن لیتا ہے جو اہلِ باطل کا ناطقہ سیل کر دیتے ہیں اور ان کی فاجرانہ سرگرمیوں پر بندشیں عائد کر دیتے ہیں۔

بدگمانی کا شرعی مفہوم اوراس کا حکم

نابالغ مفتی نے اپنے خبط نامہ میں بدگمانی کا رونا بڑی شدت کے ساتھ رویا ہے، روتے روتے نادان کی حالت اتنی پتلی ہوگئی ہے کہ خود بدگمانی وکذب بیانی کے بھیانک مرض میں مبتلا ہوگیا ہے، عام مومنین وعلماءِ دین سے بدگمان ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے اصدق الصادقین، سید المرسلین ﷺ کا اسمِ گرامی لے کر ایک روایت تک گڑھ لی ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کی خطرناک تہمت باندھ رکھی ہے، جس کو ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مختصراً بدگمانی کا شرعی مفہوم اوراس کا حکم بیان کر رہے ہیں، تاکہ ملائے مجنون کے موہومات ومزعومات کی حالتِ زار اوراس کے گھڑیالی آنسوؤں کی حقیقت آشکارا ہو جائے اور سادہ لوح مسلمان اس کے دامِ کذب و زور کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔

بدگمانی کو عربی میں ''**سوء الظنّ**'' کہتے ہیں۔ ائمۂ دین وعلماءِ اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے شرعی مفہوم کی کچھ اس طرح وضاحت فرمائی ہے:

امام محقق حضرت ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۸۶ھ) فرماتے ہیں:

سوء الظن ما ظننته من سوء رأيك فيه أو لأجل حقد في

نفسك عليه، أو لسوء نية تكون أو خبث حال فيك،تعرفها من نفسك فتحمل حال أخيك عليها وتقيسه بك، فهذا هو سوء الظن والإثم، وهو غيبة القلب ، وذلك محرم لقول النبي ﷺ : إنّ اللّه تعالى حرم من المؤمن دمه وماله وعرضه، وأن تظن به ظن السوء . وقوله عليه الصلوة السلام : إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث.''

(قوت القلوب ٢ / ٣٧١ دارالتب العلمية بيروت)

کسی کے بارے میں بری سوچ رکھنا، یا اپنے دل میں چھپے کینہ، یا بدنیتی، یا اپنی خبیث حالت پر اپنے مسلمان بھائی کی حالت کو محمول کرنا اور اس کو بھی اپنی طرح سمجھنا، یہ بدگمانی اور گناہ ہے، اسی کو غیبتِ قلب بھی کہتے ہیں، اور یہ حرام ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (بے شک اللہ تعالیٰ نے مومن کا خون، اس کا مال، اس کی آبرو اور اس کے ساتھ بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے) اور اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ (تم گمان کرنے سے بچو؛ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے)

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' اعلم أن سوء الظن حرام مثل سوء القول ، فكما يحرم عليك أن تحدث غيرك بلسانك بمساوىء الغير فليس لك أن تحدث نفسُك وتسيء الظنَّ بأخيك ، ولستُ أعنى به إلا عقد القلب وحكمه على غيره بالسوء ، فأما الخواطر وحديث النفس فهو معفو عنه ، بل الشك أيضاً معفو عنه، ولكن المنهيّ عنه أن يظن، والظن عبارة عما تركن إليه النفس ويميل إليه القلب .

فقد قال اللّه تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (الحجرات ، آية : ١٢)

وسبب تحريمه أن أسرار القلوب لا يعلمها إلا علام الغيوب، فليس لك أن تعتقد فى غيرك سوءً ا إلا إذا انكشف لك بعيان لا يقبل التأويل ، فعند ذلك لا يمكنك إلا أن تعتقد ما علمتَه وشاهدتَه ، وما لم تشاهده بعينك ولم تسمعه بأذنك ثم وقع فى قلبك ، فإنما الشيطان يُلقيه إليك فينبغي أن تُكذِّبه ؛ فإنه أفسق الفُسَّاق ، وقد قال اللّه تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ﴾ (سورة الحجرات ، آية : ٦) فلا يجوز تصديق إبليس . (احياء علوم الدين ٣ / ١٤٧)

فحش گوئی کی طرح بدگمانی بھی حرام ہے، جس طرح زبان سے کسی کے عیوب بیان کرنا حرام ہے، اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ برا گمان رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ بدگمانی کا مطلب یہ ہے کہ قلبی اعتقاد کے ساتھ دوسرے پر برائی کا حکم لگا دیا جائے، رہے احساسات وخیالات تو یہ معاف ہیں، بلکہ شک بھی معاف ہے، ہاں گمان ممنوع ہے، اور گمان کا معنی یہ ہے کہ نفس اس کی طرف جھک جائے اور دل مائل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، یقیناً کچھ گمان گناہ ہیں)، بدگمانی کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لہٰذا تمہیں کسی کے بارے میں برائی کا اعتقاد رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ تم کسی کی برائی کا ناقابلِ تاویل مشاہدہ کرلو؛ کیونکہ اس صورت میں اپنے علم ومشاہدہ کے مطابق اعتقاد رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، اور جس بات کو آنکھ سے دیکھا ہو اور نہ کان سے سنا ہو پھر بھی وہ دل میں گھر کر جائے تو یقیناً یہ شیطانی القاء ہے، اس کی تردید وتکذیب تم پر لازم ہے؛ کیونکہ شیطان سب سے بڑا فاسق ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو، مبادا نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچادو)، لہٰذا ابلیس کی باتوں کی تصدیق جائز نہیں۔

امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۵۰ھ) رقم طراز ہیں:

سوء الظن : هو عدم الثقة بمن هو لها أهل ، فان كان بالخالق كان شكا يئول الى ضلال ، وان كان بالمخلوق كان استخانة يصير بها مختانا و خوّانا ؛ لأن ظن الانسان بغيره بحسب مايراه من نفسه ، فان وجد فيه خيرا ظنه فى غيره ، وان رأى فيه سوء ااعتقده فى الناس ، وقد قيل فى المثل : كل اناء ينضح بمافيه ۔

(أدب الدنيا والدين ، ص : ۱۹۹ ، ۲۰۰)

قابلِ اعتماد ذات پر بھروسہ نہ کرنے کا نام بدگمانی ہے، اگر یہ عدمِ اعتماد خالق پر ہو تو یہ ایسا شک ہے جس کا انجام گمراہی ہے، اور اگر مخلوق پر ہو تو اسے خیانت اور اعتماد نہ کرنے والے کو خائن کہتے ہیں؛ کیونکہ انسان دوسرے کے بارے میں وہی گمان رکھتا ہے جو خود کے بارے میں سمجھتا ہے، اگر اپنے اندر بھلائی پاتا ہے تو دوسرے میں بھی اس کا گمان رکھتا ہے، اور اگر اپنے اندر برائی دیکھتا ہے تو دوسروں میں بھی اسی کا اعتقاد رکھتا ہے، جیسا کہ کہاوت ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

المحرم من الظن ما يستمر صاحبه عليه ، ويستقر فى قلبه دون مايعرض فى القلب و لا يستقر ، فانّ هذا لايكلّف به.

(المنهاج شرح مسلم بن الحجاج ۱۶/ ۱۱۹)

وہ بدگمانی حرام ہے جو انسان کے دل میں بیٹھ جائے اور وہ اس پر جما رہے، نہ کہ وہ عارضی خیالات جو دل میں آتے جاتے رہتے ہیں؛ کیونکہ انسان ان کا مکلّف ہی نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے بدگمانی کے بارے میں یہ فرمایا ہے:

سوء الظن : هو الحكم فى الشرع بظن مجرد من غير بناء على أصل و لانظر واستدلال. (أيضاً)

بدگمانی کا مطلب ہے بغیر دلیل و بنیاد کے محض گمان کی وجہ سے کسی پر حکمِ شرعی لگا دینا۔

فقیر اپنے ناقص و محدود مطالعہ کی روشنی میں بطورِ خلاصہ بدگمانی کا مفہوم اپنے الفاظ میں یوں عرض کرتا ہے کہ:

سوء الظن : هو اعتقاد جانب الشرّ وترجيحه على جانب الخير فيما يحتمل الأمرين معاً.

جہاں خیر و شر دونوں پہلو ہوں وہاں برائی کے پہلو کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو خیر کے پہلو پر ترجیح دینا بدگمانی ہے۔

بدگمانی سے متعلق چند ارشاداتِ الٰہیہ

بدگمانی کے شرعی مفہوم کی وضاحت کے بعد آیئے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اس عادتِ خبیثہ اور خصلتِ خسیسہ کا حکم سمجھتے ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلا تَجَسَّسُوا وَلا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ ﴾

(الحجرات ، آية : ۱۲)

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، یقیناً کچھ گمان گناہ ہیں، اور جاسوسی نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تمہیں اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ظن کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں کوئی گناہ نہیں، اور دوسرا وہ جس میں گناہ ہے، دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں: ظنِّ خیر یا حسنِ ظن (خوش گمانی) اور ظنِّ شر یا سوءِ ظن (بدگمانی)۔

❁ اللہ تعالیٰ ساکنانِ ارض کی اکثریت کی گمراہ گری اور گمان کے پیچھے دوڑنے کا حال یوں بیان فرماتا:

﴿ وَاِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴾ (سورة الأنعام، آية : ۱۱۶)

اور زمین پر زیادہ تر لوگ وہ ہیں کہ اگر تم ان کی بات ماننے لگو تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بہکا دیں، وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور محض اٹکل مارتے ہیں۔

❁ اللہ جل مجدہ الکریم گمان کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں مزید ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴾ (سورة النجم، آية : ۲۸)

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

❁ ربِّ کریم اعرابِ مدینہ منورہ کی بدگمانی اور ان کی بربادی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴾

(سورة الفتح، آية : ۱۲)

بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

اللہ رب العزت نے ان کے علاوہ اور بہت ساری آیاتِ مبارکہ میں بدگمانی کی مذمت و معصیت اور اس کی زیاں کاری و تباہ کاری کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مومن کی روح اس کے تصور سے کانپ جاتی ہے۔

بدگمانی سے متعلق چند احادیثِ نبویہ

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إياكم والظن ؛ فإن الظن أكذب الحديث ، ولا تحسسوا ، ولا تجسسوا ، ولا تنافسوا ، ولا تحاسدوا ، ولا تباغضوا ، ولا تدابروا ، وكونوا عباد الله إخوانا."

(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٦٠٦٤ ، و صحيح مسلم، رقم الحديث: ٦٧٠١ ، و سنن أبى داؤد ، رقم الحديث : ٤٩١٩ ، و سنن الترمذى ، رقم الحديث : ١٩٨٨ ، و مسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ٧٨٤٥، والسنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث : ١٤٤١٥، و المؤطا للامام محمد، رقم الحديث : ٨٩٥ . واللفظ لمسلم)

بدگمانی سے بچو؛ کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیوب مت تلاش کرو، آپس میں حرص نہ کرو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، ایک دوسرے سے کنارہ کشی نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

" نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : مَا أَعْظَمَ حُرْمَتَكِ ، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي حَازِمٍ : لَمَّا نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ: مَرْحَبًا بِكِ مِنْ بَيْتٍ ، مَا أَعْظَمَكِ ، وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَلَلْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنْكِ وَاحِدَةً ، وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا: دَمَهُ، وَمَالَهُ، وَأَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ السَّوْءِ. "

(المصنف لابن أبى شيبة ، رقم الحديث : ٢٨٣٢٧ ، رواه موقوفا على سيدنا

عبداللّٰه بن عباس رضی اللّٰه تعالی عنهما، و شعب الایمان ۹ / ۷۵، رقم الحدیث : ۶۲۸۰، رواه مرفوعا۔ یقول محمد اشتیاق القادری : قدتکلم المحدثون رحمهم اللّٰه تعالی فی أحد رواته وهو أبوعلی حفص بن عبد الرحمن القاضی النیسابوری، فضعفوه، وقالوا : رجاله ثقات رجال الشیخین غیر أبی علی النیسابوری، فالحدیث ضعیف۔ هذا ما قالوه، ولکن الفقیر لماراجع کتب التراجم وجد الامام الذهبی و الامام العسقلانی رحمهما اللّٰه تعالی قالا فی أبی علی النیسابوری : صدوق۔ (الکاشف للذهبی، والتقریب للعسقلانی) فبهذا نعلم أن الحدیث لیس بضعیف بل هو حسن۔ واللّٰه تعالی أعلم)

رسول اللہ ﷺ نے کعبہ معظّمہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے بیت اللہ! تجھے مبارک ہو، تو کتنا باعظمت ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، اور بے شک مومن کی حرمت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری ایک چیز کو حرام فرمایا ہے، اور مومن کی تین چیزوں کو حرام فرمایا ہے: اس کا خون، اس کا مال اور اس کے ساتھ بدگمانی۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"رأیت رسول اللّٰه ﷺ یطوف بالکعبة، ویقول : ما أطیبك، وأطیب ریحك، ما أعظمك، وأعظم حرمتك، والذی نفس محمّد بیده، لَحرمة المؤمن أعظم عند اللّٰه حرمة منك، ماله، ودمه، وأن نظن به إلا خیرا."

(السنن لابن ماجة، رقم الحدیث : ۳۹۳۲، والحدیث ضعیف لکون شیخ ابن ماجة أبی القاسم بن أبی ضمرة نصر بن محمد بن سلیمان الحمصی ضعفه أبو حاتم، وذکره ابن حبان فی الثقات)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کعبہ معظّمہ کا طواف کر رہے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں: تو بہت پاکیزہ ہے، تیری خوشبو انتہائی عمدہ ہے، تیری بہت باعظمت ہے، تیری حرمت انتہائی عظیم ہے، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان

ہے مومن اس کے مال، اس کے خون اور اس کے ساتھ صرف حسنِ ظن رکھنے کی حرمت و عظمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔

❁ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ثَلاثٌ لازِمَاتٌ لِأُمَّتِی : الطِّيَرَةُ ، وَالْحَسَدُ ، وَسُوءُ الظَّنِّ ، فَقَالَ رَجُلٌ : فَمَا يُذْهِبُهُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِمَّنْ كُنَّ فِيهِ ؟ قَالَ : إِذَا حَسَدْتَ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ، وَإِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تَحَقَّقْ ، وَإِذَا تَطَيَّرْتَ فَأَمْضِهِ .

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث : ۳۱۵۳، و الآحاد و المثانی للشیبانی، رقم الحدیث : ۱۹۶۲)

قال الامام نورالدین الهیثمی رحمه اللّٰه تعالی : فیه اسماعیل بن قیس الأنصاری وهو ضعیف .

(مجمع الزوائد ۷/ ۳۹۴، رقم الحدیث : ۱۳۰۴۶)

تین چیزیں میری امت کے لوازمات سے ہیں: بدشگونی، حسد اور بدگمانی۔ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کا علاج کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اگر حسد ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، بدگمانی پیدا ہو جائے تو اس کی تصدیق نہ کرو اور (کسی کام میں) بدشگونی نظر آئے تو اس کام کو کر گذرو۔

❁ حضرت ابوالحوراء سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ آپ رسول اکرم ﷺ کا کوئی ایسا ارشاد بیان فرمائیے جو آپ سے کسی اور نے نہ بیان کیا ہو، آپ نے ارشاد فرمایا:

"حفظت من رسول اللّٰه ﷺ دع ما یریبك إلی مالا یریبك فإن الصدق طمأنینة وإن الکذب ریبة."

(السنن للترمذی، رقم الحدیث : ۲۵۱۸، و السنن للنسائی، رقم الحدیث :

٥٧١١ ، و مسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ١٧٢٣ ، وصحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ٧٢٢ ، و مسند البزار ، رقم الحديث : ١٣٣٦ ، و مسند الطيالسی ، رقم الحديث : ١٢٧٤ ، و مسند أبی يعلی ، رقم الحديث : ٦٧٦٢ ، و السنن الكبری للبيهقی، رقم الحديث : ١١١٣٤ ، و المستدرك للحاكم ، رقم الحديث : ٢١٦٩ ، والمعجم الكبير للطبرانی ، رقم الحديث : ٢٦٤٢)

میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد محفوظ رکھا ہے کہ شک والی چیز کو چھوڑ کر بغیر شک والی چیز اختیار کرو؛ کیونکہ سچ میں طمانیت وسکون ہوتا ہے اور جھوٹ میں شک وتہمت۔

بدگمانی سے متعلق اسلافِ کرام کے ارشادات

❁ قال علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ عنه :إذا استولی الصلاح علی الزمان وأهله، ثم أساء رجل الظن برجل لم تظهر منه خزية فقد ظلم ، وإذا استولی الفساد علی الزمان وأهله فأحسن رجل الظن برجل فقد غَرَّر . (ربیع الأبرار للزمخشری ٣/ ٢٩٧)

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: جب نیکی کا دور دورہ ہو اور ایک شخص دوسرے ایسے شخص پر بدگمانی کرے جس سے کوئی رسوائی والی بات صادر نہ ہوئی ہو تو اُس نے اِس پر ظلم کیا، اور جب برائی عام ہو چکی ہو تو ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

❁ وعنه أیضًا :لیس من العدل القضاء علی الثقة بالظن .

(أیضاً)

آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ گمان پر بھروسہ کر کے فیصلہ کرنا انصاف نہیں ہے۔

❁ قال ابن عباس : إنَّ اللّٰه قد حرم علی المؤمن من المؤمن دمه وماله وعرضه، وأن یظنَّ به ظنَّ السوء .

(احیاء علوم الدین ٢/ ١٧٧)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالی نے مومن کے خون، مال، عزت اور اس کے ساتھ بدگمانی کو دوسرے مومن پر حرام قرار دے دیا ہے۔

❁ قال ابن عطیة :کان أبو العالیة یختم علی بقیة طعامه؛ مخافة سوء الظن بخادمه. (أیضاً)

قاضی ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوالعالیہ بچے ہوئے کھانے پر مہر کر کے رکھ دیتے تھے تاکہ خادم کے ساتھ بدگمانی نہ ہو۔

❁ قال القاضی عیاض :ظن السوء بالأنبیاء کفر.

(اکمال المعلم ٧/ ٦٣)

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ بدگمانی رکھنا کفر ہے۔

❁ قال الغزالی : سوء الظن غیبة بالقلب.

(احیاء علوم الدین ٢/ ١٧٧)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: بدگمانی دل کی غیبت ہے۔

❁ قال الخطابی :الظن منشأ أکثر الکذب .

(عمدة القاری ٢٣/ ٢٣٢)

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گمان زیادہ جھوٹ بولنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

❁ قال الحارث المحاسبی :(احم القلب عن سوء الظن بحسن التأویل . (رسالة المسترشدین ١/ ٨٩)

حضرت امام حارث محاسبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اچھی تاویل کے ذریعہ دل کو بدگمانی سے محفوظ رکھو۔

عارف باللہ امام احمد بن احمد معروف بزروق مالکی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

إنما ینشأ الظن الخبیث عن القلب الخبیث ، لا فی جانب الحق

ولا فی جانب الخلق . (شرح الزرقانی علی المؤطأ ٤ / ٣٣٠ ، و فیض القدیر للمناوی ٣ / ١٥٧)

براگمان برے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے، ایسا شخص نہ اللہ تعالی کا ہوتا ہے اور نہ دنیا والوں کا۔

بدگمانی کی اقسام اوران کے شرعی احکام

اساطینِ فقہ وحدیث اوراصحابِ شریعت وطریقت نے زمان ومکان اورعرف وماحول کی تبدیلی سے افراد واشخاص کی دینی وعلمی اورمعاشرتی وثقافتی زندگی میں رونما ہونے والے تغیرات وانقلابات کوپیشِ نظر رکھتے ہوئے الگ الگ جہات سے سوءِظن وبدگمانی کی مختلف حالتیں اوران کے شرعی احکام بیان فرمائے ہیں۔ زمانہ کے اختلاف کے اسی اثر کوسیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

’’کنا فی زمن الظن بالناس فیہ حرام، وأنت الیوم فی زمن اعمل واسکت وظن فی الناس ما شئت .‘‘

(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ١٦/ ٣٣٢ دارالکتب المصریۃ ، القاہرۃ)

ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے کہ جب لوگوں کے بارے میں گمان کرنا حرام تھا، اورتم آج ایسے زمانہ میں ہوکہ بس عمل کرو، خاموش رہواورلوگوں کے بارے میں جو چاہے گمان رکھو۔

یعنی اب لوگوں کے دینی ومذہبی حالات میں اس قدر تبدیلی رونما ہوچکی ہے کہ ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا اوراس کے مطابق کوئی فیصلہ لینا دشوار ہے۔

سوءِ ظن کی اولاً دو صورتیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے ساتھ بدگمانی رکھنا۔

شرعی حکم: بدگمانی کی یہ صورت یقیناً کفروارتداد اورقطعاً ملعون وجہنمی ہونے کی دلیل ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾

(سورۃ الفتح ، آیۃ : ٦)

اورتاکہ اللہ تعالیٰ عذاب دے ان منافق مردوں اورمنافق عورتوں اورمشرک مردوں اورمشرک عورتوں کوجواللہ پر بُرا گمان رکھتے ہیں، انہیں پر ہے بری گردش اوراللہ نے ان پر غضب فرمایا اورانہیں لعنت کی اوران کے لئے جہنّم تیار فرمایا اوروہ کیا ہی برا انجام ہے۔

۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’أکبر الکبائر سوء الظن باللّٰہ.‘‘

(الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی، رقم الحدیث : ١٤٦٩)

والحدیث ضعیف کما قال الحافظ بن حجر العسقلانی رحمہ اللّٰہ تعالی ، وانظر : (فتح الباری ١٠/ ٤١١)

سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے۔

۞ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وصال شریف سے تین دن پہلے رسول اللہ ﷺ کوارشاد فرماتے ہوئے سنا:

’’لا یموتن أحدکم إلا وھو یحسن الظن باللّٰہ عز وجل.‘‘

(صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ٧٤١٢ ، و شعب الایمان ، رقم الحدیث : ٩٢٠ ، و مسند الجعد ، رقم الحدیث : ٢٩٨٧ ، ومسند الطیالسی ، رقم الحدیث : ١٨٨٨)

تم میں سے ہر شخص اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہو۔

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کان رسول اللّٰہ ﷺ معتکفا ، فأتیتہ أزورہ لیلا فحدثتہ ثم

قمت ، فانقلبت ، فقام معي ليقلبني ، وكان مسكنها في دار أسامة بن زيد ، فمر رجلان من الأنصار ، فلما رأيا النبي ﷺ أسرعا ، فقال النبي ﷺ : على رسلكما ، إنها صفية بنت حيي، فقالا: سبحان الله ، يا رسول الله ، قال : إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم ، وإني خشيت أن يقذف في قلوبكما سوءا، أو قال -شيئا.

(صحيح البخاري ، رقم الحديث : ٣٢٨١ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٥٨٠٨ ، و السنن لأبي داؤد ، رقم الحديث : ٢٤٧٢ ، و مسند احمد بن حنبل ، رقم الحديث : ٢٦٩٠٥ ، و صحيح ابن خزيمة ، رقم الحديث : ٢٢٣٣)

رسول اللہ ﷺ معتکف تھے، میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی، آپ سے بات کرنے کے بعد میں واپسی کے لئے کھڑی ہوگئی، تو آپ بھی مجھے رخصت فرمانے کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حویلی میں تھی، اس وقت دو انصاری صحابیوں کا گذر ہوا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو اپنی رفتار تیز کردی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آہستگی سے چلئے، یہ صفیہ بنت حُیی ہیں، ان دونوں حضرات نے کہا سبحان اللہ، یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے، یا اسی طرح کی کوئی اور بات ارشاد فرمائی۔

امام قاضی عیاض مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:

" هو إشفاق منه على أمته ، فقد كان بالمؤمنين رؤوفا رحيمًا، وخشيته من ظنهم به شيئًا فيهلكوا ، كما قال ﷺ إذا ظن السوء بالأنبياء كفر ، والكبائر غير جائزة عليهم بإجماع عند الجميع ." (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم ٧ / ٣٠)

اس میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت پر شفقت کا بیان ہے، آپ مسلمانوں پر مشفق ومہربان ہیں، اس لئے آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں وہ آپ کے متعلق بدگمانی کا شکار ہوکر ہلاک نہ ہوجائیں، کیونکہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں بدگمانی کفر ہے اور بالاجماع ان سے گناہوں کا صدور شرعاً ناممکن ہے۔

امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" قلت حكى لنا عن الشافعي أنه قال كان ذلك منه ﷺ شفقة عليهما ؛ لأنهما لو ظنا به ظن سوء كفرا فبادر إلى إعلامهما ذلك لئلا يهلكا." (معالم السنن ٢ / ١٤٠)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ: یہ رسول اکرم ﷺ کی ان دونوں پر شفقت ورحمت تھی؛ کیونکہ اگر وہ دونوں بدگمانی کر بیٹھتے تو کافر ہوجاتے، تو آپ نے فوراً ان کا آگاہ فرمادیا تا کہ وہ ہلاک نہ ہوجائیں۔

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" الحديث فيه فوائد : منها بيان كمال شفقته ﷺ على أمته ، ومراعاته لمصالحهم، وصيانة قلوبهم وجوارحهم، وكان بالمؤمنين رحيما ، فخاف ﷺ أن يلقي الشيطان في قلوبهما فيهلكا ؛ فان ظن السوء بالأنبياء كفر بالاجماع ، والكبائر غير جائزة عليهم ، وفيه أن من ظن شيئا من نحو هذا بالنبي ﷺ كفر."

(المنهاج شرح صحيح مسلم ٧ / ٣١١)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت پر کمالِ رحمت، ان کی بھلائیوں کی رعایت اور ان کے ظاہر وباطن کی حفاظت کا بیان ہے، آپ مومنوں پر مشفق ورحیم ہیں، اس لئے آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر انہیں ہلاک نہ کردے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے متعلق بدگمانی بالاجماع کفر ہے، اور ان سے

گناہوں کا صدور جائز نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی طرح کی بدگمانی کی وہ کافر ہے۔

اور امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں:

"وفيه كمال شفقته ﷺ على أمته ؛ لأنه خاف أن يلقى الشيطان في قلبهما شيئا فيهلكا، فإن سوء الظن بالأنبياء عليهم الصلاة والسلام كفر." (عمدة القاری ۲۳ / ۵۰)

اس میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ غایت درجہ شفقت کا ذکر ہے، آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر شیطان نے ان کے دلوں میں کوئی بدگمانی ڈال دی تو وہ ہلاک ہو جائیں گے؛ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بدگمانی کفر ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

المحصل من هذه الروايات أن النبى ﷺ لم ينسبهما إلى أنهما يظنان به سوءا ، لما تقرر عنده من صدق ايمانهما ، ولكن خشى عليهما أن يوسوس لهما الشيطان ذلك ، لأنهما غير معصومين فقد يفضى بهما ذلك إلى الهلاك ، فبادر إلى اعلامهما حسمًا للمادة ، وتعليمًا لمن بعدهما إذا وقع له مثل ذلك ، كما قاله الشافعی رحمه الله تعالى ، فقد روى الحاكم أن الشافعی كان فی مجلس بن عيينة ، فسأله عن هذا الحديث ، فقال الشافعی : إنما قال لهما ذلك لأنه خاف عليهما الكفر ان ظنا به التهمة ، فبادر إلى اعلامهما نصيحةً لهما قبل أن يقذف الشيطان فی نفوسهما شيئا يهلكان به. (فتح الباری ۵ / ۴۸۸)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں حضرات کو بدگمان نہیں قرار دیا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ مومن صادق ہیں، لیکن اس خدشہ سے کہ کہیں شیطان ان کے غیر

معصوم ہونے کے سبب ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر انھیں ہلاک نہ کر دے، لہٰذا آپ نے فوری طور سے انہیں آگاہ فرما کر وسوسہ کی جڑ کاٹ دی اور امت کو اس طرح کی صورتِ حال سے متعلق تعلیم بھی عطا فرما دی، امام حاکم روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں موجود تھے، اس حدیث سے متعلق امام شافعی سے سوال ہوا، تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے بدگمانی کا شکار ہو کر کافر ہو جانے کا اندیشہ ہوا، لہٰذا آپ نے فوراً ان کی خیر خواہی فرمائی اور شیطان کے وسوسہ ڈال کر ہلاک کرنے سے پہلے ہی انہیں باخبر فرما دیا۔

(۲) صالحین مومنین کے ساتھ بدگمانی رکھنا۔

حکمِ شرعی: بے وجہِ شرعی مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾ (سورة النور، آية : ۱۲)

ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ بات سنی تو مومن مرد اور مومنہ عورتیں اپنے حق میں اچھا گمان کرتے، اور کہہ دیتے کہ یہ صریح بہتان ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كل ما لم تعرف له أمارة صحيحة وسبب ظاهر كان حراما واجب الاجتناب ، وذلك إذا كان المظنون به ممن شوهد منه الستر والصلاح، وأونست منه الأمانة فی الظاهر، فظن الفساد به والخيانة محرم، بخلاف من اشتهره الناس بتعاطی الريب والمجاهرة بالخبائث. (الجامع لأحكام القرآن ۱۶/ ۳۳۱، ۳۳۲)

ہر وہ چیز جس کے بارے میں کوئی صحیح علامت اور سبب ظاہر نہ ہو اس کے بارے میں بدگمانی حرام ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کا متقی و پرہیزگار ہونا معلوم اور اس کی

امانت و دیانت ظاہر ہو اس کے بارے میں بدگمانی رکھنا حرام ہے، ہاں جو شخص شک وتہمت کی باتوں میں مشہور ہو اور علانیہ ناجائز وحرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہو، تو اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام نہیں ہے۔

(۳) فساق وفجار کے بارے میں بدگمانی رکھنا۔

حکمِ شرعی: فاسقِ معلن کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا واجب نہیں ہے، لہٰذا اس کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام بھی نہیں ہے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل أمتي معافى إلا المجاهرين ،وإن من المجاهرة (وفي رواية : من المجانة) أن يعمل الرجل بالليل عملا ثم يصبح وقد ستره الله ، فيقول يا فلان ! عملت البارحة كذا وكذا ، وقد بات يستره ربه ويصبح يكشف ستر الله عنه. (صحيح البخاري ، رقم الحديث : ٦٠٦٩ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٧٦٧٦)

میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو علانیہ گناہ کرتے ہیں، اور علی الاعلان گناہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی گناہ کرے، اور صبح اس حال میں کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا، اور دوسروں سے کہے: اے فلاں شخص! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا ہے، حالانکہ رات کو اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا اور یہ صبح ہوتے ہی اس پردہ کو چاک کر رہا ہے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من ألقى جلباب الحياء فلا غيبة له.

(السنن الكبرى للبيهقي ، رقم الحديث : ٢١٤٤٣ ، والاستذكار لابن عبدالبر ٨/ ٥٦٢ . وقال البيهقي : هذا أيضا ليس بالقوي .)

جس نے حیاء کی چادر اتار دی اس کی غیبت میں کوئی حرج نہیں۔

❁ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من أقام نفسه مقام التهم فلا يلومن من أساء به الظن.

(مكارم الأخلاق للخرائطي ٢/ ٢ ، رقم الحديث : ١٥ ، و احياء علوم الدين ٢/ ٢٠٢ ، وجامع العلوم والحكم لابن رجب ٨/ ١٥ ، وعوارف العارف ١/ ٦٧)

جو خود تہمت کی جگہوں سے نہ بچے تو بدگمانی رکھنے والوں کو ملامت بھی نہ کرے۔

❁ سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا ينبغي أن يذكر لأخيه المسلم الزلة تكون منه مما يكره ، فأما صاحب الهوى المتعالن بهواه ، المتعرف به، والفاسق المتعالن بفسقه ، فلا بأس أن تذكر هذين بفعلهما . فإذا ذكرت من المسلم ما ليس فيه فهو البهتان وهو الكذب .

(المؤطا ٣/ ٤٦٢ ، تحت رقم الحديث : ٩٥٥ دارالقلم دمشق)

اپنے مسلمان بھائی کا ایسا عیب بیان کرنا جائز نہیں ہے جو اسے ناپسند ہو، لیکن علانیہ بدعت کے ارتکاب میں شہرت رکھنے والے اور فاسقِ معلن کی بدعت وفسق کو بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، اور مسلمان کے بارے میں ایسی بات کرنا جو اس میں نہ ہو بہتان اور جھوٹ ہے۔

❁ امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وأكثر العلماء على أن الظن القبيح بمن ظاهره الخير لا يجوز، وأنه لا حرج في الظن القبيح بمن ظاهره القبح .

(الجامع لأحكام القرآن ١٦/ ٣٣٢)

جمہور کے نزدیک ایسے شخص کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام ہے جو ظاہراً نیک ہو، اور جو ظاہراً نیک نہ ہو اس کے ساتھ بدگمانی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۞ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

النهى إنما هو عن الظن السوء بالمسلم السالم فى دينه وعرضه، وقد قال بن عمر : إنا كنا إذا فقدنا الرجل فى عشاء الآخرة أسأنا به الظن . ومعناه أنه لا يغيب إلا لأمر سيء إما فى بدنه وإما فى دينه. (فتح البارى١٣/٦٣٣)

اس مسلمان کے ساتھ بدگمانی ممنوع ہے جس کا دین وآبرو سلامت ہو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ ہم اس شخص کے بارے میں برا گمان رکھتے تھے جو عشاء کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا تھا، مطلب یہ ہے کہ جو شخص بے عذر شرعی نماز سے غائب رہتا تھا ہم اس کے بارے میں بدگمانی رکھتے تھے۔

۞ امام ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

ولاغيبة لظالم يؤذى الناس بقوله و فعله ، ولااثم فى السعى به الى السلطان ليزجره ، ولاغيبة الالمعلومِين ، فلواغتاب أهل قرية فليس بغيبة . (المختار للفتوى ٤/٢٠١، ٢٠٢، ٢٠٣)

جو ظالم اپنے قول وفعل سے لوگوں کو ایذا دیتا ہو اس کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے، اور نہ سلطان کے پاس اس کی برائی بیان کرنا کوئی گناہ ہے، تاکہ وہ اس کو ظلم سے باز رکھ سکے، اور غیبت متعین لوگوں کی ہی ہوتی ہے، لہذا کسی بستی والوں کی کوئی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

۞ علامہ محقق زین الدین بن ابراہیم معروف بابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قال فى العيون رجل اغتاب أهل قرية لم تكن غيبة حتى يسمى قوما بأعيانهم ، وفى فتاوى أهل سمرقند ذكر مساوئ أخيه المسلم على وجه الاهتمام به ليس بغيبة ، وعلى وجه النقص يكون غيبة، وإذا كان الرجل يصلى ويؤذى الناس بيده ولسانه لا غيبة

فى ذكر ما فيه ، وإذا أعلم السلطان ليزجره فلااثم عليه ـ

(البحرالرائق ٨/٣٨١ ، وقريب من ذلك فى الدرالمختار وردالمحتار ٩/ ٥٨٥)

نام وتعیین کے بغیر کسی بستی والوں کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، اور نہ اپنے مسلمان بھائی کے عیوب بطورِ اظہارِ رنج بیان کرنا غیبت ہے، ہاں بطورِ برائی بیان کرنا غیبت ہے، کوئی آدمی نمازی ہو اور اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ایذا دیتا ہو اس کی ایذا رسانی کو بیان کرنا بھی غیبت نہیں ہے، اور ایسے شخص کے حالات سے بادشاہ کو باخبر کرنا تاکہ اس کو سزا دے اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

۞ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اعلم أن المرخص فى ذكر مساوئ الغيرهوغرض صحيح فى الشرع لا يمكن التوصل إليه إلا به ، فيدفع ذلك إثم الغيبة ، وهى ستة أمور:

الأول : التظلم ، فإن من ذكر قاضيا بالظلم والخيانة وأخذ الرشوة كان مغتابا عاصيا إن لم يكن مظلوما ، أما المظلوم من جهة القاضى فله أن يتظلم إلى السلطان وينسبه إلى الظلم ؛ إذ لا يمكنه استيفاء حقة إلا به ،قال ﷺ: ان لصاحب الحق مقالا .

(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٢٣٠٦ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٤١٩٤)، وقال عليه الصلو ة و السلام : مطل الغنى ظلم .

(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٢٢٨٧ ، و صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٤٠٨٥) ، وقال عليه الصلوة و السلام : لىّ الواجد يُحِلُّ عرضه و عقوبته . (السنن لأبى داؤد ، رقم الحديث : ٣٦٣٠ ، و السنن للنسائى، رقم الحديث ٣٦٨٩ ، والسنن لابن ماجة ، رقم الحديث :

٢٤٢٧ ، ومسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ١٧٩٧٥) .

الثانی : الاستعانة علی تغییر المنكر ورد العاصی إلی منهج الصلاح ، وإنما إباحة هذا بالقصد الصحیح ، فإن لم یكن ذلك هو المقصود كان حراما .

الثالث : الاستفتاء ، كما یقول للمفتی ظلمنی أبی ، أو زوجتی ، أو أخی ، فكیف طریقی فی الخلاص ، والأسلم التعریض ، بأن یقول : ما قولك فی رجل ظلمه أبوه ، أو أخوه ، أو زوجته ، ولكن التعیین مباح بهذا القدر ؛ لما روی عن هند بنت عتبة أنها قالت للنبی ﷺ : إن أبا سفیان رجل شحیح لا یعطینی ما یكفینی أنا وولدی ، أفآخذ من غیر علمه ؟ فقال : خذی ما یكفیك وولدك بالمعروف . فذكرت الشح والظلم لها ولولدها ولم یزجرها ﷺ ، إذ كان قصدها الاستفتاء .

الرابع : تحذیر المسلم من الشر ، فإذا رأیت فقیها یتردد إلی مبتدع أو فاسق وخفت أن تتعدی إلیه بدعته وفسقه فلك أن تكشف له بدعته وفسقه مهما كان الباعث لك الخوف علیه من سرایة البدعة والفسق لا غیره وذلك موضع الغرور ؛ إذ قد یكون الحسد هو الباعث ، ویلبس الشیطان ذلك بإظهار الشفقة علی الخلق .

الخامس : أن یكون الإنسان معروفا بلقب یعرب عن عیبه ، كالأعرج والأعمش ، فلا إثم علی من یقول : روی أبو الزناد عن الأعرج وسلمان عن الأعمش وما یجری مجراه ، فقد فعل العلماء ذلك لضرورة التعریف ولأن ذلك قد صار بحیث لا

یكرهه صاحبه لو علمه بعد أن قد صار مشهورا به ، نعم إن وجد عنه معدلا وأمكنه التعریف بعبارة أخری فهو أولی ، ولذلك یقال للأعمی البصیر عدولا عن اسم النقص.

السادس : أن یكون مجاهرا بالفسق ، كالمخنث وصاحب الماخور والمجاهر بشرب الخمر ومصادرة الناس وكان ممن یتظاهر به بحیث لا یستنكف من أن یذكر له ولا یكره أن یذكر به ، فإذا ذكرت فیه ما یتظاهر به فلا إثم علیك ، قال رسول الله ﷺ : من ألقی جلباب الحیاء عن وجهه فلا غیبة له . وقال عمر رضی اللّٰه عنه : لیس لفاجر حرمة . وأراد به المجاهر بفسقه ، دون المستتر ؛ إذا المستتر لا بد من مراعاة حرمته . وقال الصلت بن طریف : قلت للحسن : الرجل الفاسق المعلن بفجوره ذكری له بما فیه غیبة له ؟ قال : لا ، ولا كرامة. انتهی ملخصًا. (احیاء علوم الدین ٣ / ١٤٨ ، ١٤٩ ، ١٥٠)

اگر واقعی کوئی صحیح شرعی غرض اور سچی مجبوری ہو تو کسی کے عیوب ونقائص بیان کرنے سے غیبت کا گناہ نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں شرعی رخصتوں کی چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظلم کی شکایت کرنا۔ لہٰذا غیر مظلوم کا قاضی سے کسی کے ظلم، خیانت اور رشوت ستانی کی شکایت کرنا غیبت ومعصیت ہے،

ہاں قاضی کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرسکتا ہے اور اس کو ظالم کہہ سکتا ہے؛ کیونکہ اپنا حق حاصل کرنے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (حق والے کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے) رسول اکرم ﷺ کا مزید ارشاد ہے: (مال دار کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے) اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (صاحبِ استطاعت کا ٹالنا اس کی آبرو اور سزا کو حلال کردیتا ہے)۔

(۲) برائی کی اصلاح کرنے اور گناہ گار کو راہ راست پر لانے کے لیے کسی سے مدد طلب کرنا۔ اس صورت میں کسی کے عیوب بیان کرنا اسی وقت جائز ہے جب کہ واقعی اصلاح مقصود ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو کسی کی برائی بیان کرنا حرام ہے۔

(۳) فتویٰ حاصل کرنا۔ مثلاً مفتی سے کہنا کہ مجھ پر میرے باپ، یا بیوی، یا بھائی نے ظلم کیا ہے اس سے بچنے کی کیا صورت ہے، اگرچہ بہتر تو یہ ہے کہ تعریض سے کام لے کر یوں سوال کرے کہ: اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس پر اس کے باپ، یا بھائی، یا بیوی نے ظلم کیا ہو، پھر بھی اس قدر تعیین میں حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیان بخیل انسان ہیں، وہ مجھے میری اور اپنے بچے کی ضرورت کے لائق بھی خرچ نہیں دیتے ہیں، کیا میں ان کی اطلاع کے بغیر ان کے مال سے اپنا حق لے سکتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے اور بچے کے لیے بھلائی کے ساتھ لے سکتی ہو۔ اس واقعہ میں حضرت ہند نے حضرت ابوسفیان کے بخل اور اپنے اور بچے کے اوپر ان کے ظلم کو بیان کیا، مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا؛ کیونکہ ان کا مقصد فتویٰ حاصل کرنا تھا۔

(۴) مسلمان کو شر سے آگاہ کرنا۔ مثلاً کسی فقیہ کی کسی بدعتی یا فاسق کے پاس آمد و رفت ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ اس کی بدعت یا اس، تو اس وقت اس کی بدعت یا فسق کی حالت فقیہ سے بیان کردو، اور یہ اسی وقت درست ہے جب کہ یہ خوف ہو کہ فقیہ پر اس بدعت و فسق کا اثر ہوسکتا ہے ورنہ نہیں؛ کیونکہ یہ ایسا مقام ہے جہاں شیطان شفقتِ خلق کا اظہار کر کے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر کے حاسد بنا دیتا ہے۔

(۵) کوئی شخص عیب و نقص کے معنی پر مشتمل لقب سے مشہور ہو تو اس کو بیان کرنا گناہ نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ ابوالزناد نے اعرج سے اور سلمان نے اعمش سے روایت کی، کیونکہ اس میں ضرورتِ تعارف ہے، اور اس لیے بھی کہ جو حضرات ان القاب سے معروف و مشتہر ہو چکے ہیں وہ اطلاع کے بعد بھی ان کو ناپسند نہیں کرتے، ہاں اگر ان کا کوئی بدل

موجود ہو اور اس سے تعارف کی ضرورت پوری ہوسکتی ہو تو اسی کو اختیار کرنا بہتر ہے، اسی لیے ''اعمیٰ'' کو ''بصیر'' بھی کہہ کر متعارف کرایا جاتا ہے۔

(۶) کوئی شخص علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہو۔ جیسے ہیجڑے، بدکاری کے اڈے چلانے والے، علانیہ شراب پینے والے اور بھتہ خوری کرنے والے۔ اور وہ ایسا نڈر ہو کہ اپنی بدنامی اور برائی کو ناپسند بھی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عیب کو بیان کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (جو اپنے چہرے سے حیاء کی چادر اتار ڈالے اس کی (برائی بیان کرنا) غیبت نہیں)، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (فاجر کی کوئی حرمت نہیں)، یعنی فاسق معلن کی کوئی حرمت نہیں، اس لیے کہ جس کا فسق علانیہ نہ ہو اس کی حرمت کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

ولقد أجاد العلامة المحقق الفقيه العبقري السيد محمد أمين الشهير بابن عابدين رحمه الله تعالى في جمع ماتناثر من أنواع الغيبة البالغ عددها أحدعشر نوعا ما بين الحلال و الحرام :

بما يكره الإنسان يحرم ذكره
سوى عشرة حلت أتت تلو واحد
تظلم وشر واجرح وبين مجاهرا
بفسق ومجهولا وغشا لقاصد
وعرف كذا استفت استعن عند زاجر
كذاك اهتمم حذر فجور معاند

(ردالمحتار ۹/۵۸۷ دارالكتب العلمية ، بيروت)

والأبيات مشروحة لدى الفقير القادري ببعض ماأضفنا اليها من الأحكام و الحكم من الكتاب و السنة في كتاب موسوعيّ لأخلاق المسلمين.

میاں بدعتی مفتی مخطی! بدگمانی سے متعلق ہم نے یہاں اختصار واجمال کے ساتھ جو بات پیش کی ہے دراصل اس کی ہر سطر میں تمہارے جیسے اوباش و بد وضع کے لیے ایک اہم درس مضمر ہے، ایک زبردست نصیحت موجود ہے اور ایک عظیم دستاویز کی جانب اشارہ ہے جو بنام ''**المعتقد المرصوص و العمل المنصوص**'' جلد ہی بتوفیقِ الٰہی مطالعہ کے لیے دستیاب ہوگی، اور وہم وخیال کی بنیادوں پر قائم دجل وفریب کی طلسماتی سلطنت کو تاراج کردے گی۔

ہماری مذکورہ گذارشات سے یہ بات بھی بخوبی عیاں ہے کہ الحمدللہ حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب دام ظلہ العالی نہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے بدگمان ہیں اور نہ اپنے دل میں جماعتِ اہلِ سنت کی طرف سے کسی قسم کا کینہ، حسد، برائی اور غیبت و بہتان رکھتے ہیں، یہ ایک اجمال ہے، تفصیل کا انتظار فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کی توضیح

علمِ حدیث وفہمِ حدیث، روایتِ حدیث و درایتِ حدیث، نورِ حدیث و روحِ حدیث، برکاتِ حدیث و فیوضِ حدیث، معانیِ حدیث و مطالبِ حدیث، اسرارِ حدیث و احکامِ حدیث، محاملِ حدیث و مواردِ حدیث سے محروم و نابلد عشاقِ بدعت وخوگرانِ جہالت آئے دن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مندرجہ ذیل ارشاد کو سمجھے بغیر کائیں کائیں کرتے رہتے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اپنی اس کتاب کا مسک الختام شہزادۂ فاروقِ اعظم، سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادِ پاک کی شرح پر کر دیا جائے؛ **فملاك العمل خواتيمه ، ولانرى لخواتيم كتابنا هذا أفضل من أن يكون منتهيا بشرح قول هذا الصحابى الفذ الجليل رضى الله تعالى عنه و أرضاه عنا.**

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیقاً بیان فرماتے ہیں:

وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال : إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين .

(صحيح البخارى مع فتح البارى ١٣/ ١٦٤ دارطيبة الرياض)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔

''**لاحکم الا للہ**'' کے خوبصورت اور پرفریب نعرہ کے بل بوتے وجود میں آنے والے خوارج نے اپنی فتنہ انگیزیوں اور شرپسندانہ سازشوں کے تحت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تکفیر کی اور اس بات کا پرزور مطالبہ کیا کہ اہلِ شام سے حرب وقتال کو بالکل وہی حیثیت دی جائے جو کفار ومشرکین سے حرب وقتال کو حاصل ہے، یعنی ان کے مال کو غنیمت، ان کے قید کردہ مردوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندی کا درجہ دیا جائے، خوارج کا یہ خبیث گروہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس موقعہ پر وہ آیات پڑھ پڑھ کر دھوکہ دیتا جو خاص کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ خوارج قرآن کریم کے ارشادات سے ایسے جاہل تھے کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو لشکرِ اسلام اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو لشکر کفار سمجھتے تھے، اسی لئے وہ مطالبہ کرتے تھے کہ شامیوں کے مال واسباب اور ان کے قیدیوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے جو کفار ومشرکین کے ساتھ برتا جاتا ہے، چونکہ یہ مطالبہ انتہائی جاہلانہ واحمقانہ بلکہ شریعت اسلامیہ کے قطعاً خلاف تھا، اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان سے مناظرہ کے لیے بھیجا، آپ نے ان جاہلوں اور احمقوں سے فرمایا: **أيكم يرضى أن تكون عائشة من نصيبه؟** تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے حصہ میں آکر اس کی باندی بن جائیں؟ آپ کا یہ

ارشاد سن کر بہت سے خوارج کی آنکھیں کھل گئیں اور اپنا خیمہ چھوڑ کر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامنِ کرم میں آگئے، اور بہت سے اپنی جہالت و بدعت پر قائم رہے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا تھا:

هم شرار الخلق، إنهم انطلقوا إلى آيات أنزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين. (التمهيد لابن عبد البر ٢٣/٣٣٥)

خوارج بدترین مخلوق ہیں، جو کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مطلب بالکل ظاہر و واضح ہے کہ وہ آیات جن کے احکام کفار و مشرکین کے ساتھ خاص ہیں ان کو مومنین و مسلمین پر چسپاں کر دینا خوارج کی صفت ہے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آج کل وہابی دیوبندی وغیرہ باطل فرقے خاص کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو اہلِ سنت و جماعت پر لاگو کر کے کفر و شرک کے ناپاک فتوے دیتے پھرتے ہیں۔

ناظرینِ کرام! اب آیئے اس بات کو اصولی طور پر سمجھتے ہیں۔

کفار و مشرکین اور منافقین و مرتدین کے وہ افعال و احوال اور نظریات و اقوال جن سے متعلق قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں بے شمار مقامات پر رد و ابطال فرمایا گیا ہے ان کی دو صورتیں ہیں:

(۱) صفاتِ کفریہ۔ مثلاً انبیاء و مرسلین کی تکذیب و استہزاء، انکارِ حشر و نشر، غیر اللہ کی عبادت اور اصنام و اوثان کی تعظیم وغیرہ۔

(۲) صفاتِ غیر کفریہ۔ مثلاً امانت میں خیانت، وعدہ خلافی، جھوٹ بولنا، قساوتِ قلبی، خواہشات کی اتباع، باطل طریقہ پر بحث و جدال اور صالحین و مومنین کا قتل وغیرہ۔

پہلی صورت سے متعلق آیات و احادیث کو مسلمانوں پر منطبق کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں تکفیرِ مسلم ہے، جو خطرناک جرم اور بدترین گناہ ہے، جس کی ہم مختصر

وضاحت پہلے کر چکے ہیں۔

دوسری صورت سے متعلق آیات و احادیث کو موقع و محل کی مناسبت سے ہر اس شخص کے خلاف بطورِ استدلال پیش کیا جا سکتا ہے جس میں وہ تمام یا بعض خصلتیں پائی جاتی ہوں جو عموماً کفار و مشرکین میں پائی جاتی ہیں۔

اس دوسری صورت کی وضاحت کے لیے ائمۂ اصول نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے:

❁ امام علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب. (كشف الأسرار ٢/ ٣٩٠)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ امام تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب. (الأشباه النظائر ٢/ ١٣٦)

عمومِ لفظ معتبر ہے خصوصِ سبب نہیں۔

❁ امام بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب. (البحرالمحيط ٢/ ٣٦٢)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ علامہ علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب۔

(التحبير شرح التحرير ٥/ ٢٤٠)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب۔

(المحصول في علم الأصول ٤/ ٧٧)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب۔

(المستصفى من الأصول ٢ / ١٣١)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ امام محمد بن محمد بابرتی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب۔

(العناية شرح الهداية ١ / ١٠١)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب۔

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ١ / ٤٦٠)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

❁ علامہ محقق ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب. (البحر الرائق ٤ / ٣٢٣)

عمومِ لفظ کا اعتبار ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔

اس قاعدۂ عظیمہ اور ضابطۂ عالیہ کی بہاریں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریروں میں بھی جابجا دیکھی جاسکتی ہیں، مثلاً ❁ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اقول: ملّاجی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر وعصر ومغرب وعشا کے کیا معنی، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص وشمول مورد سے تمسک کرے، آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کردیں، یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے راساً انکار، یا یہ شوراشوری کہ اُسی پر انقطاع

اُسی میں انحصار، غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار''۔ (فتاویٰ رضویہ ۵/۲۸۸)

❁ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۶/۱۵۵)

❁ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

'' **لأن العبرة لعموم اللفظ لالخصوص المورد، كما قرر في الاصول** '' کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے مخصوص واقعہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ اصول میں مسلمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۸/۳۲۸)

❁ ایک جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

''اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا''۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۴/۴۵۷)

❁ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۱/۵۸۳)

یہاں اس قاعدۂ عظیمہ کی تشریح اور اس پر تفریع کا محل نہیں، اگر فقیر اس قاعدہ کی توضیحات اور اس پر تفریعات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنے لگے تو بفضلِ الٰہی ایک مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے، اور اس کے ضمن میں اہلِ باطل کے خیالی محلات اور عنکبوتی گھروندے زمیں بوس اور تہہ و بالا ہوسکتے ہیں، مگر شاید ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے، **فيمهل العاصي حتى ينزجر عن المعاصي ۔**

حضرت علامہ مولانا تطہیر احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے خلافِ شرع پیروں اور مکار فقیروں کے فساق و فجار مریدوں، اوباش و بدعمل دُم چھلوں اور درباری گویّوں کی قصیدہ خوانی وقلابہ بازی کو لگام دینے کے لیے ایک مخلص داعی، عالمِ ربانی، اور سچے ہمدرد کے طور پر انتہائی بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''آج کل کی بہت ساری محفلوں، مجلسوں، خانقاہی جلسوں میں میں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی اللہ کا نام لے، اس کا ذکر کرے، اس کی قدرتیں حکمتیں شمار

کرائے، اس کی حمد وستائش بیان کرے، شان الوہیت میں وارد آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرکے اس کے ذکر وشکر، اس کی تہلیل وتحمید، تکبیر وتسبیح کی طرف بلائے، اس کے محبوب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شان بیان کرے، ان کی نعت پاک پڑھے تو خاموش تماشائی سے بنے بیٹھے دکھائی دیتے ہیں، انہیں اس سے سیری نہیں ہوتی، اور لگتا ہے کہ انہیں اس میں کوئی لذت اور دلچسپی نہیں، اور جب خود ان کا یا ان کے بزرگوں پیروں کا ذکر ہوتا ہے، ان کی کرامات بیان کی جاتی ہیں، ان کے نعرے لگتے ہیں تو اچھلتے کودتے اور خوب واہ واہ کرتے اور داد وتحسین سے نوازتے ہیں، انہیں اور ان کا یہ حال دیکھ کر مجھ کو قرآنِ کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے:

﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ (پارہ:۲۴، رکوع:۲)

اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دلوں کا سمٹ جانا، اس کے علاوہ اوروں کے ذکر پر خوشیاں منانا اچھلنا کودنا قرآن میں ان لوگوں کی پہچان بتائی گئی کہ جن کا آخرت پر ایمان نہ ہو۔ تجربہ بھی ایسا ہی ہوا یہ حال میں نے انہیں لوگوں کا دیکھا ہے کہ جن کو آخرت قیامت دوزخ وجنت سے کوئی سروکار نہیں، پیری مریدی کو گروہ بندی، دنیا داری اور ایک دھندہ بنا رکھا ہے، مریدوں کا پیروں سے اور پیروں کا مریدوں سے کوئی نہ کوئی دنیوی مقصد ضرور ہے، آخرت ان کی فکر وسوچ سے دور ہے، انہیں یہ دھیان ہی نہیں کہ ہمیں مرنا ہے، خدائے تعالیٰ کو منہ دکھانا ہے''۔

(ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص:۴۵، ۴۶)

حقیقت وواقعیت اور صداقت وصراحت پر مبنی یہ ایسا ایمان افروز تبصرہ ہے جو صرف اسی نوکِ قلم سے نکل سکتا ہے جو خوفِ خدا اور خوفِ آخرت میں بہنے والے اشکوں کی سیاہی میں غوطہ زن ہو، اور جو ایک مومنِ صادق کی جرأت وغیرت اور شجاعت وہمت کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کے لیے خارا شگاف اوزار، برق بار تلوار، خونخوار ہتھیار، حقیقت و افسانہ کے درمیان خط امتیاز کھینچنے والا پرکار، غیر جانبداری کا شاہکار اور بیانِ صدق وعرفان کا علم بردار ہو۔ اس انصاف پسندانہ ومومنانہ اور جرأتمندانہ وداعیانہ صدائے حق پر فیضِ علم سے محروم، بدعت وجہالت کے زہر ہلاہل سے مسموم اور شیطنت ملفوف وشر ملزوم ایک جہل نواز وفتنہ پرداز کچھ یوں بڑبڑاتا ہے:

''تفاسیر گواہ ہیں بلکہ خود اسی آیت کریمہ یعنی ''لایؤمنون بالآخرۃ'' سے ظاہر ہے کہ جن کے دل اللہ وحدہ لاشریک کے ذکر سے سمٹ جاتے ہیں، تنگ ہو جاتے ہیں اور اس کی توحید سے نفرت کرنے لگتے ہیں وہ کفار ومشرکین ہیں، بالخصوص: ابوجہل، ولید بن عتبہ، صفوان اور اُبَی بن خلف ہیں اور'' من دون اللّٰہ'' سے مراد ان کے بت (لات وعزیٰ) ہیں۔ مگر ڈر نہیں لگا آنجناب کو کہ انہوں نے آیتِ کریمہ میں ذکر خدا سے تنگ دل ہونے والوں سے مراد مسلمانوں کو لیا اور ''من دون اللّٰہ'' سے مراد بزرگانِ دین کو لیا، غضب ہے غضب! یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے''۔

مسٹر خبطی ونابالغ مفتی! پہلے تو یہ بات بخوبی ذہن نشین کرلو کہ حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب قبلہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ انتہائی واضح اور غیر مبہم اسلوب میں لکھا ہے، حضرت نے اپنی مراد خود ہی واشگاف لفظوں میں ظاہر کردی ہے، اور تمہاری احمقانہ ومجنونانہ ہوس کے لیے اس میں کسی طرح کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے، ایک بار پھر مذکورہ اقتباس کا یہ حصہ پڑھ کر خود پر دم کرلو اور جہالت وسفاہت کے عفریت سے چھٹکارا حاصل کرلو:

''یہ حال میں نے انہیں لوگوں کا دیکھا ہے کہ جن کو آخرت قیامت دوزخ وجنت سے کوئی سروکار نہیں، پیری مریدی کو گروہ بندی، دنیا داری اور ایک دھندہ بنا رکھا ہے، مریدوں کا پیروں سے اور پیروں کا مریدوں سے کوئی نہ کوئی دنیوی مقصد ضرور ہے، آخرت ان کی فکر وسوچ سے دور ہے، انہیں یہ دھیان ہی نہیں کہ ہمیں مرنا ہے، خدائے تعالیٰ کو منہ دکھانا ہے''

اب مجھے یہاں یہ صفائی دینے کی بالکل ضرورت نہیں ہے کہ حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا تعلق اولیاءِ شیطان اور ان کے عاقبت نااندیش اور خدا ناترس مریدانِ بے لگام سے ہے، ظاہر ہے کہ اس قدر واضح وجلی اور روشن وبدیہی اسلوب کے باوجود اگر کسی کی پیشانی پر شکن، پیٹ میں مروڑ، صفوں میں ماتم، منڈلی میں کہرام، اور گھروں میں طوفان و ہیجان بپا ہے تو یقیناً اس کا تعلق انہیں عفاریت وطواغیت اور جراثیم وبراغیث سے ہوگا جن کو نشانہ بنا کر حق وصداقت کی سیفِ بتّار چلی ہے۔

پیکرانِ جہل ودجل! اب آؤ ذرا اس عظیم اصولی ضابطہ کی روشنی میں بات کرتے ہیں جو اوپر بیان ہو چکا:

کفار ومشرکین کی صفاتِ خاصہ کفریہ کے علاوہ دیگر اقوال وافعال واحوالِ کفار سے متعلق نازل ہونے والی آیاتِ کریمہ کے عموم واطلاق سے احتجاج واستدلال خود مختارِ کائنات، سید الانبیاء، خلیفۃ اللہ الاعظم، سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ، آپ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام اہلِ علم ودانش کرتے رہے ہیں، ذیل میں اس کے کچھ شواہد پیش کیے جا رہے ہیں، اور یہی ہماری اس تحریر کا سرِ دست اختتامی مرحلہ بھی ہوگا۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَكَانَ الْاِنْسٰنُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا﴾ (سورة الكهف، آية: ٥٤)

اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

❁ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:

أى جدالا ومجادلة، والمراد به النضر بن الحارث وجداله فى القرآن، وقيل: الآية فى أبى بن خلف. وقال الزجاج: أى الكافر أكثر شى جدلا، والدليل على أنه أراد الكافر قوله ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ﴾. (الجامع لأحكام القرآن ١١/ ٥)

''جدل'' جدال ومجادلہ (جھگڑے اور بے جا مباحثہ) کے معنیٰ میں ہے، اور یہاں مراد نضر بن حارث اور اس کی قرآن کریم میں بے جا بحث وتکرار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زجاج کہتے ہیں: الانسان سے کافر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ کافر بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے، انسان سے کافر مراد لینے پر یہ آیتِ کریمہ دلیل ہے: (اور کافر لوگ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں)۔

❁ امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس: أراد النضر بن الحارث، و جداله فى القرآن. وقال الكلبى: أراد به أبى بن خلف الجمحى. وقيل المراد من الآية الكفار، لقوله تعالى: ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ﴾. وقيل هى على العموم، وهذا أصح. (معالم التنزيل ٥/ ١٨١)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں مراد نضر بن حارث اور اس کی قرآن کریم میں بے جا بحث وتکرار ہے۔ کلبی فرماتے ہیں کہ اس سے اُبی بن خلف مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں کفار مراد ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛ (اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت عام ہے، اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

❁ امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قولـه تعالى : ﴿وَكَانَ الْاِنْسٰنُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴾فيمن نزلت قولان.

أحدهما : أنه النَّضْر بن الحارث ، وكان جِداله في القرآن ، قاله ابن عباس .

والثاني : أُبيّ بن خلف ، وكان جِداله في البعث حين أتى بعظم قد رَمَّ ، فقال : أيقدر الله على إعادة هذا؟ !قاله ابن السائب.

(زاد المسيرفى علم التفسير ٤ / ٢٣٣)

(وكان الإنسان أكثر شیء جدلاً) یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی اس میں دوقول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ، اور اس کا جھگڑا قرآن کے بارے میں تھا، یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ، اس کا جھگڑا موت کے بعد زندہ کیے جانے پر تھا، ایک بوسیدہ ہڈی لاکر بولا : کیا اللہ اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے؟ یہ ابن سائب کا قول ہے۔

تمام تفسیرات کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے ، گو ایک قول عموم کا بھی ہے، اب ایک حدیثِ پاک ملاحظہ کیجئے:

❁ امیر المومنین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ طرقه وفاطمة بنت النبيّ ﷺ ليلة ، فقال : ألا تصليان ؟ فقلت : يا رسول الله ! أنفسنا بيد الله ، فإذا شاء أن يبعثنا بعثنا ، فانصرف حين قلنا ذلك ، ولم يرجع إليّ شيئا ، ثم سمعته وهو مولٍّ يضرب فخذه وهو يقول : ﴿وَكَانَ الْاِنْسٰنُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴾. (صحيح البخارى ، رقم الحديث : ١١٢٧)

رسول اللہ ﷺ ایک رات ان کے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے ؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب چاہتا ہے کہ ہمیں اٹھادے ہم اٹھ جاتے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے، اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا، پھر رخِ انور موڑنے کے بعد میں نے سنا کہ اپنے زانوئے مبارک پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے: انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

❁ ملائے مجنون! سیدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق '' **الانسان** '' سے نضر بن حارث ، یا اُبی بن خلف ، یا عام کفار مراد ہیں، تو سید عالم ﷺ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر مذکورہ آیت کی جو تلاوت فرمائی ، کیا امام الانبیاء ﷺ کے اس عمل کے بارے میں بھی تمہاری تھوتھنی کھلے گی اور وہی راگ اُلاپے گی کہ: '' یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے؟''

أف للمبتدعة الجهلة ؛ فانهم قوم لايكادون يفقهون حديثا۔

❁ احمقو! سچ یہ ہے کہ یہ عمومِ لفظ سے استدلال ہے ، خصوصِ مورد یہاں ملحوظ نہیں ہے ؛ کیونکہ ناحق جدال ونظر اگر چہ عموماً کفار ومشرکین کی رذیل خصلتوں سے ہے ، تاہم یہ ایسا وصف نہیں ہے جو انہیں کے ساتھ خاص ہو، لہٰذا اس میں عموم وشمول ہوسکتا ہے، اب اگر یہ وصف کسی مومن میں پایا جائے تو مذکورہ آیتِ کریمہ سے استدلال بھی بغیر کسی شبہ کے درست ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴾

(سورة الأحقاف ، آية : ٢٠)

اور جس دن کافر جہنم پر پیش کئے جائیں گے (ان سے فرمایا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں ہی فنا کردیں اوران سے فائدہ اٹھا چکے، تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے۔

یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ اس کا نزول خاص کفار کے بارے میں ہوا ہے، یہاں قرآنِ کریم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کے مخاطبین صرف اور صرف کفار ومشرکین ہیں، کوئی مومن ومسلم اس خطاب میں ہرگز داخل نہیں ہے۔

اب آیئے بارگاہِ فاروقی میں حاضری دیتے ہیں، اوران کے زہد وورع، دیانت و تقوی اور حکمتِ بالغہ پر مبنی استدلالِ پرجلال سے اپنے کام ودہن کو شادکام بناتے ہیں:

❁ حضرت سعید بن منصور، حضرت عبدحُمید، حضرت ابن مُنذر، امام حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج فرماتے ہیں:

أن عـمـر رضـي الـلّـه عـنـه رأى في يد جابر بن عبد اللّٰه درهما، فـقـال: ما هذا الدرهم ؟ قال : أريـد أن أشتـرى بـه لحما لأهلي قـرمـوا إليه ، فقال : أفكلما اشتهيتم شيئا اشتريتموه ، أين تذهب عـنـكـم هـذه الآية: ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾ ؟ (المستدرك للحاكم ۲ / ۴۵۵ ، رقم الحديث : ۳۶۹۸، والدرالمنثور ۱۳ / ۳۳۰)

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر فرمایا: یہ درہم کیسا ہے؟ انہوں فرمایا: میں اس سے اپنے اہلِ خانہ کی پسند کے مطابق گوشت خریدنا چاہتا ہوں، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا جس چیز کو دل کرے گا وہ چیز خریدتے رہوگے، آخر یہ آیت تم سے کہاں اوجھل ہوچکی ہے: (تم نے اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں ہی فنا کردیں اوران سے فائدہ اٹھا چکے)؟

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کی ناحق جگالی کرنے والے گنوارو! یہ ان کے والدِ والا القاب، اعدلِ اصحاب، امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا طرزِ استدلال ہے کہ خاص کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیت سے ایک جلیل القدر صحابی سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوف دلا رہے ہیں۔ ہے تمہاری کمین گاہوں میں ایسا کوئی سورما جو باہر آئے اور بڑبڑائے:

’’یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے‘‘؟

❁ مت کٹو! حق یہ ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصِ سبب و مورد سے صرفِ نظر فرما کر عمومِ لفظ سے استدلال فرمایا ہے اور دنیا کے آرام وراحت، اور خواہشات کی تکمیل میں لگے رہنے سے باز رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کی یاد دہانی کرائی ہے۔ اس سے زاہد کہلانے والے اور نوابوں کی طرح عیش وعشرت کے گل چھرے اڑانے والوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

(۳) اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى. عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ (سورة العلق، آية: ۹، ۱۰)

بھلا تم دیکھو تو جو منع کرتا ہے، بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔

❁ ابنِ مردویہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی ہے:

﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى . عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ قـال : أبـو جهل بن هشام : حيث رمى رسول اللّٰه بالسلا على ظهره وهو ساجد للّٰه عز وجل۔ (الدرالمنثور ۱۵ / ۵۳۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: روکنے والے سے مراد ابوجہل بن ہشام ہے، چنانچہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی پشتِ انور پر اس وقت اونٹ کی اوجھڑی ڈالی جب آپ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز تھے۔

❁ امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ، فِي قَوْلِ اللّٰهِ:﴿ أَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی.عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾
قَالَ : أَبُو جَهْلٍ ، یَنْهَی مُحَمَّدًا ﷺ إِذَا صَلَّی.

(جامع البیان ٢٤/ ٥٣٣)

﴿ أَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی . عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل رسول اللہ ﷺ کو روکتا تھا جب آپ نماز ادا فرماتے تھے۔

❁ امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی . عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾وهو أبو جهل (عَبْداً) وهو محمد ﷺ.فإن أبا جهل قال : إن رأیت محمدا یصلی لأطأن علی عنقه، قاله أبو هریرة۔ (الجامع لأحکام القرآن ٢٠/ ١٢٤)

❁ امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی . عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾ نزلت فی أبی جهل، نهی النبی ﷺ عن الصلاة . (معالم التنزیل ٨/٤٧٩)

مذکورہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کو نماز سے روکتا تھا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ مفسرین ومحدثین میں سے کسی نے بھی ان آیات کے ابوجہل کے بارے میں نازل ہونے سے اختلاف کیا ہے، حق یہ ہے کہ تمام مفسرین ومحدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیات ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہیں، یہی شقی وناری محسنِ انسانیت ﷺ کو نماز سے روکتا اور اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دینے کے لیے ہر موقعہ پر پیش پیش رہتا، اس کی خباثت وبدبختی کس قدر بڑھ چکی تھی، اس کا مختصر حال اس حدیث شریف سے سمجھا جاسکتا ہے۔ملاحظہ کیجئے:

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قال أبو جهل هل یعفّر محمد وجهه بین أظهرکم ؟ قال : فقیل : نعم . فقال واللات والعزی لئن رأیته یفعل ذلك لأطأن علی رقبته أو لأُعفِرَنَّ وجهه فی التراب . قال :فأتی رسولَ اللّٰه ﷺ وهو یصلی،زعم لِیَطأَ علی رقبته،قال: فما فَجِئَهم منه إلا وهو یَنْکُصُ علی عَقِبیه ویتقی بیدیه ، قال:فقیل له : ما لك ؟ فقال : إن بینی وبینه لخندقا من نار وهَوْلا وأجنحة .فقال رسول اللّٰه ﷺ : لو دنا منی لَاختطفتهُ الملائکةُ عُضوا عُضوا . قال : فأنزل اللّٰه عز وجل : (لا ندری فی حدیث أبی هریرة أو شیء بلغه) ﴿کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی . أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی .اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی . أَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی . عَبْدًا اِذَا صَلّٰی . أَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْهُدٰٓی .أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰی.أَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی .(یعنی أباجهل) أَلَمْ یَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ یَرٰی .کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ.نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ . فَلْیَدْعُ نَادِیَه . سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ . کَلَّا لَا تُطِعْهُ ﴾ زاد عبید الله فی حدیثه قال وأمره بما أمره به۔

(صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ٧٢٤٣)

ابوجہل نے کہا کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا ہاں! بولا لات وعزی کی قسم اگر میں نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو ان کی گردن روند دوں گا، یا ان کا چہرہ خاک آلود کردوں گا۔ پھر جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اس نے آگے بڑھ کر آپ کی گردن پر پیر رکھنے کا ارادہ کیا کہ ایک دم الٹے پاؤں پیچھے ہٹا، اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا، اس سے کہا گیا کیا بات ہے؟ کہنے لگا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق، ہولناک منظر اور بہت سے بازو ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ مجھ سے قریب ہوتا تو فرشتے اس کی ایک ایک بوٹی نوچ لیتے، تب اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ہمیں نہیں معلوم کہ یہ بات حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے یا کسی اور طریقہ سے انہیں معلوم ہوا ہے) (ترجمۂ آیات) یہ حقیقت ہے کہ انسان واقعی سرکشی کرتا ہے، کیونکہ اس نے خود کو مستغنی سمجھ لیا ہے، بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے، بھلا اس کو تو دیکھو جو بندہ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، بھلا دیکھو اگر وہ ہدایت پر ہو، یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو، بھلا دیکھو اگر وہ جھٹلائے اور منہ پھیرے، تو کیا اسے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، جھوٹی خطا کار پیشانی، تو اب بلالے اپنی مجلس کو، ہم بھی اپنے لشکر کو بلالیں گے، سنیے اس کی نہ مانیے۔

۞ خبط وخلط میں رہنے والے شیدایانِ بدعت وضلالت! مذکورہ آیاتِ مبارکہ اور ان کے موردِ نزول کو خوب اچھی طرح اپنی کھوپڑیوں میں بٹھالو، اور چلو اس عبقری وقت کے پاس چلتے ہیں جس کا نام باطل کی صفوں میں کہرام برپا کردیتا ہے، جس کی ایک جنبشِ قلم سے بددینوں کی فلک بوس عمارتوں میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے، جس کے علم وفضل اور تحقیق و تدقیق کے سامنے اساطینِ فن اور اکابرینِ زمن سرنگوں نظر آتے ہیں، جس کے آستانِ عظمت نشان پر کج کلاہانِ زمانہ عقیدت کی جبیں خم کرتے ہیں اور مشائخِ عرب ومشاہیرِ عجم جن کی نابغۂ روزگار شخصیت کے خراج گذار و باج دار بننے میں فخر ومباہات اور بہجت و انبساط محسوس کرتے دکھائی دیتے ہیں، ہاں وہ کوئی اور نہیں، وہ وہی ہیں جو بجا طور مجددِ اعظم ہیں، جو یقیناً محیِ ملت ہیں، جو قطعاً امام اہل سنت ہیں، جو قاطعِ بدعت و ماحیِ ضلالت ہیں، ہاں وہ افقہ الفقہاء اور اعلم العلماء ہیں، یعنی اعلیٰ حضرت، سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز ورضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ رحمۃً کاملۃً وأرضاہ عنا۔

۞ دیہات میں نمازِ جمعہ سے متعلق اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ تحقیقِ مسئلہ ہے، اور بحمد اللہ اہلِ انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں، ہم نہ اس کے خلاف عمل کرسکتے ہیں، نہ زنہار، زنہار مذہبِ ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں، مگر دربارۂ عوام فقیر کا طریق

عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا، نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ٥ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ٥﴾ کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **شيء خير من لا شئ** ۔ کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

رواه عنه عبدالرزاق فی مصنفه أنه رضی الله تعالی عنه مر برجل لایتم رکوعا ولاسجودا فقال شیء خیر من لاشئ .

حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں راوی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نہ نماز کا رکوع صحیح ادا کررہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المومنین! آپ نہیں منع کرتے۔ فرمایا:

أخاف أن أدخل تحت الوعید، قال الله تعالی: ﴿أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ٥ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ٥﴾ ذکره فی الدر المختار.

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے درمختار میں ذکر کیا گیا''۔

(فتاویٰ رضویہ ۳۷۴/۸، ۳۷۵)

۞ خبطی و مخطی ! امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو آخر اس وعید سے کیوں خوف لاحق تھا جس کا تعلق کسی مومن و مسلم سے نہیں بلکہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل سے ہے؟

کیا تمہاری پوری منڈلی میں یہ ہمت و طاقت ہے کہ اپنی منحوس چونچیں کھول کر یہاں بھی وہی بکواس دہرا سکو کہ:

''یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے؟''

۞ ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں:

''اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں، پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے اکھاڑا نہ جائے گا، نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى o عَبْدًا اِذَا صَلّٰى o ﴾'' (فتاویٰ رضویہ ۸/۴۴۳)

۞ ملائے مجنون! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ابو جہل کے حق میں نازل ہونے والی وعید سے ان مسلمانوں کو کیوں ڈرا رہے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہیں؟

۞ کیا معاذ اللہ! صد بار معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سنی مسلمانوں کو ابو جہل کی طرح کافر سمجھتے تھے؟

۞ کیا یہاں بھی تمہارا تھوبڑا کھلے گا کہ:

''یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے؟''

۞ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

''دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہبِ حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى o

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى o ﴾'' (فتاویٰ رضویہ ۸/۴۵۶)

۞ نابالغ مفتی! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۞ یہ کیا بات ہے کہ بار بار کافرِ عنید کے حق میں نازل ہونے والی وعید مسلمانوں کو سنا رہے ہیں؟

۞ کیا تمہاری دجالی یہاں بھی کوئی رنگ دکھائی گی کہ:

''یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے؟''

علم و علماءِ دین سے عناد رکھنے والو! جہل و جہلاءِ بد دین سے وداد گانٹھنے والو! اختصار کے مدِّ نظر محدثین کرام و فقہاءِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے استدلال و استشہاد کے وہ مناظر ابھی پیش نہیں کر رہا ہوں جہاں انہوں نے صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ترہیب و تخویف کے لیے ان بے شمار آیات و احادیث کو بیان کیا ہے جو خاص کفار و مشرکین اور منافقین و مرتدین کے حق میں وارد ہوئی ہیں، خصوصاً صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں تو یہ حال ہے کہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان آیات کا نزول کفار کے بجائے بدعمل مسلمانوں کے بارے میں ہی ہوا ہے، تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کی جائے گی، ابھی سرِ دست ذیل میں اشاریات کے طور پر چند آیات ذکر کی جا رہی ہیں، جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں مگر ان سے اہلِ علم نے مسلمانوں کی بدعملی و بے راہ روی کے خلاف استدلال فرمایا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (سورة الأنعام، آية: ٦٨)

باجماعِ مفسرین یہ آیتِ کریمہ مشرکینِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو قرآنِ کریم کی آیات کا استہزا اڑاتے اور عیب جوئی کرتے رہتے تھے۔

امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كان المشركون إذا جالسوا المؤمنين وقعوا فى النبى صلى الله عليه وسلم والقرآن فسبوه واستهزءوا به ، فأمرهم الله أن لا يقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره .

(جامع البيان ٩/٣١٤)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واذا رايت الذين يخوضون فى اياتنا ، فاعرض عنهم حتى يخوضوا فى حديث غيره قال :يعنى المشركين .

(التفسير لابن أبى حاتم ٤/١٣١٤)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف بخازن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هذا أنزله بمكة ؛ لأن المشركين كانوا يخوضون فى القرآن ويستهزءون به فى مجالسهم ، ثم إن أحبار اليهود بالمدينة كانوا يفعلون مثل فعل المشركين وكان المنافقون يجلسون إليهم ويخوضون معهم فى الاستهزاء بالقرآن ، فنهى الله المؤمنين عن القعود معهم بقوله ﴿ فَلا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ يعنى يأخذوا فى حديث آخر غير الاستهزاء بالقرآن وبمحمد ﷺ .

(لباب التأويل ١/ ٤٣٨ دارالكتب العلمية)

مفتی مفتون! آیتِ کریمہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے گا، اس کی افادیت واہمیت کا احساس اس وقت ہوگا جب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ری آپریشن کریں گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ (سورة الأنفال ، آية : ٤٨)

اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال آراستہ کر دیئے، اور بولا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں، اور میں خود تمہارا حمایتی ہوں، تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

یہ آیتِ کریمہ بدر میں اتراتے اکڑتے آنے والے کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾

(سورة النمل ، آية : ٢٤)

میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظر میں مزین کر کے ان کو سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے ہیں۔

شاید بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ آیت مبارکہ ملکۂ سبا بلقیس اور ان کے درباریوں سے متعلق ہے، جس وقت وہ ایمان نہیں لائے تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴾

(سورة العنكبوت ، آية : ٣٨)

اور عاد اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور تمہیں ان کی بستیاں معلوم ہو چکی ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں خوبصورت بنادیئے اور انہیں راستہ سے روکا حالانکہ وہ دیکھتے تھے۔

ہر آنکھ والے پر ظاہر ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ عاد و ثمود سے متعلق ہے جو یقیناً کفار تھے۔

❁ ملائے مجنون! اخیر کی تینوں آیات، خصوصاً ان کے نظمِ پاک کا یہ حصہ ﴿زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمٰلَهُم﴾ اپنی پھوٹی نگاہوں میں رکھو، اور ایک بدعمل و بے باک مسلمان کی حرکات کے خلاف سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ استدلال دیکھو اور اپنی منڈلی کے کوتکوں اور کرتوتوں کے وبال و بدمآل کو سمجھنے کی کوشش کرو:

''معصیّت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی : زیّن لھم الشیطٰن اعمالھم. وقال اللہ تعالی : ولا یغرنکم باللہ الغرور .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان نے ان کے لئے ان کے کرتوت (برے اعمال) خوشنما بناڈالے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگو! تمہیں خدا تعالیٰ کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۴/۱۶۸)

❁ بہروپیو! کیا کچھ بولنے کی سکت رکھتے ہو؟

❁ ایک مسلمان کی بدعملی کے خلاف سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خالص کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیت سے استدلال فرما کر کیا معاذ اللہ تمہارے ناپاک جنونِ بلاخیز کے مطابق وہابیوں کی بولی بولی ہے؟

❁ تمہارے زندہ مردہ گرگوں اور دم چھلوں کے بس کی بات ہے کہ ارشادِ امام کے مقابلہ میں اپنا ناحقہ بروئے کار لاکر ٹیپوں ٹیپوں کرسکو کہ:

''یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے''؟

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ

جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ (سورۃ البروج، آیۃ: ۱۰)

بے شک جنھوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

یہ آیت اصحابِ اخدود کے متعلق نازل ہوئی ہے، جن کے کافر وملعون وناری ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا۔

نابالغ مفتی! سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک فاسق و بدعمل مسلمان کے خلاف اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جس شخص میں امور مذکورہ سوال ہوں وہ مستحق عذاب نار و غضب جبار و لعنت پروردگار والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کا ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۴/۳۴۶)

❁ جگادریو! کرو ہمت، اور اپنی تھوتھنیاں کھول کر بول کر دکھاؤ کہ:

''یہ تو وہابیوں کی بولی ہے، انہوں نے بھی تو وہ آیاتِ کریمہ جو کافروں اور بتوں کے تعلق سے ہیں انھیں مسلمانوں اور بزرگانِ دین پر چسپاں کیا ہے''؟

یہ ایک اشاریاتی پہلو ہے، جسے ان شاء اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر بکمالِ تفصیل پیش کیا جائے گا۔

شَذْرَاتٌ مِنَ الْأَحَادِیْثِ وَالْآثَارِ وَالْأَحْكَامِ عَنْ ذَمِّ مَا عَلَيْهِ الْمُبْتَدِعَةُ الْأَشْرَارُ الطَّغَامُ

❁ **عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنها قالت : قال رسول اللہ**

ﷺ: من أحدث فى أمرنا هذا ماليس منه فهو ردّ .

(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٢٦٩٧ ، وصحيح مسلم ، رقم الحديث : ٤٥٨٩ ، والسنن لأبى داؤد ، رقم الحديث : ٤٦٠٨ ، والسنن لابن ماجة ، رقم الحديث : ١٤ ، و مسند أحمد بن حنبل ٢٦٠٧٥ ، و صحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ٢٧ ، و مسند أبى يعلى ، رقم الحديث : ٤٥٩٤ ، و السنن للدارقطنى ، رقم الحديث : ٤٥٣٤ ، و السنن الكبرى للبيهقى ، رقم الحديث : ٢٠٨٧٠ ، و شرح السنة ، رقم الحديث : ١٠٣ ، و مسند أبى عوانة ، رقم الحديث : ٦٤٠٨)

جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس کی شرح میں سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هذا الحديث معدود من أصول الإسلام وقاعدة من قواعده فإن معناه : من اخترع فى الدين ما لا يشهد له أصل من أصوله فلا يلتفت إليه . قال النووى : هذا الحديث مما ينبغى أن يعتنى بحفظه واستعماله فى إبطال المنكرات وإشاعة الاستدلال به كذلك . وقال الطوفى : هذا الحديث يصلح أن يسمى نصف أدلة الشرع ؛ لأن الدليل يتركب من مقدمتين ، والمطلوب بالدليل إما إثبات الحكم أو نفيه ، وهذا الحديث مقدمة كبرى فى إثبات كل حكم شرعى ونفيه ؛ لأن منطوقه مقدمة كلية فى كل دليل ناف لحكم ، مثل أن يقال فى الوضوء بماء نجس : هذا ليس من أمر الشرع ، وكل ما كان كذلك فهو مردود . فهذا العمل مردود ؛ فالمقدمة الثانية ثابتة بهذا الحديث ، وإنما يقع النزاع فى الأولى . ومفهومه أن من عمل عملا عليه أمر الشرع فهو صحيح . مثل أن يقال فى الوضوء بالنية : هذا عليه

أمر الشرع ، وكل ما كان عليه أمر الشرع فهو صحيح . فالمقدمة الثانية ثابتة بهذا الحديث ، والأولى فيها النزاع . فلو اتفق أن يوجد حديث يكون مقدمة أولى فى إثبات كل حكم شرعى ونفيه لاستقل الحديثان بجميع أدلة الشرع ، لكن هذا الثانى لا يوجد ، فإذا حديث الباب نصف أدلة الشرع . والله أعلم .

وقوله : [رد] معناه : مردود ، من إطلاق المصدر على اسم المفعول ، مثل خلق ومخلوق ، ونسخ ومنسوخ. وكأنه قال : فهو باطل غير معتدٍّ به . واللفظ الثانى ، وهو قوله : [من عمل] أعم من اللفظ الأول ، وهو قوله : [من أحدث]

فيحتج به فى إبطال جميع العقود المنهية ، وعدم وجود ثمراتها المرتبة عليها . وفيه رد المحدثات وأن النهى يقتضى الفساد ؛ لأن المنهيات كلها ليست من أمر الدين فيجب ردها . ويستفاد منه أن حكم الحاكم لا يغيّر ما فى باطن الأمر لقوله : [ليس عليه أمرنا] والمراد به أمر الدين ، وفيه أن الصلح الفاسد منتقض ، والمأخوذ عليه مستحق الرد . (فتح البارى ٦/٥٨٠)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنما هما اثنتان ، الكلام و الهدى ، فأحسن الكلام كلام الله ، وأحسن الهدى هدى محمد ، ألا وإياكم ومحدثات الأمور ، فإن شر الأمور محدثاتها ، وكل محدثة بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، ألا لا يطولن عليكم الأمد ، فتقسو قلوبكم ، ألا إن ما هو آت قريب ، وإنما البعيد ما ليس بآت ، ألا إنما الشقى من

شقى فى بطن أمه ، والسعيد من وعظ بغيره ، ألا إن قتال المؤمن كفر وسبابه فسوق ، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، ألا وإياكم والكذب ، فإن الكذب لا يصلح بالجد ولا بالهزل ، ولا يعد الرجل صبيه ثم لا يفى له ، وإن الكذب يهدى إلى الفجور ، وإن الفجور يهدى إلى النار ، وإن الصدق يهدى إلى البر ، وإن البر يهدى إلى الجنة ، وإنه يقال للصادق : صدق وبر ، ويقال للكاذب : كذب وفجر ، ألا وإن العبد يكذب حتى يكتب عند الله عز وجل كذابا . (صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٧٢٧٧ ، السنن لابن ماجة ، رقم الحديث : ٤٦ ، والمعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث : ٨٤٣٩ ، و السنة لابن أبى عاصم ، رقم الحديث : ٢٥ ، و المصنف لعبد الرزاق ، رقم الحديث : ٢٠٠٧٦ ، و شعب الايمان ، رقم الحديث : ٤٤٥٤ ، واللفظ لابن ماجة .)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمحدثات بفتح الدال جمع محدثة ، والمراد بها : ما أحدث وليس له أصل فى الشرع ، ويسمى فى عرف الشرع بدعة . وما كان له أصل يدل عليه الشرع فليس ببدعة . فالبدعة فى عرف الشرع مذمومة ، بخلاف اللغة ؛ فان كل شىء أحدث على غير مثال يسمى بدعة ، سواء كان محمودا أو مذموما ، وكذا القول فى المحدثة وفى الأمر المحدث الذى ورد فى حديث عائشة : من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد . كما تقدم شرحه ومضى بيان ذلك قريبا فى كتاب الأحكام . وقد وقع فى حديث جابر المشار إليه : وكل بدعة ضلالة . وفى حديث العرباض

بن سارية : وإياكم ومحدثات الأمور فان كل بدعة ضلالة . وهو حديث أوله : وعظنا رسول اللهﷺ موعظة بليغة . فذكره ، وفيه هذا أخرجه أحمد وأبو داود والترمذى ، وصححه بن ماجة وبن حبان والحاكم . وهذا الحديث فى المعنى قريب من حديث عائشة المشار إليه ، وهو من جوامع الكلم . قال الشافعى : البدعة بدعتان : محمودة ومذمومة . فما وافق السنة فهو محمود ، وما خالفها فهو مذموم أخرجه أبو نعيم بمعناه من طريق إبراهيم بن الجنيد عن الشافعى . وجاء عن الشافعى أيضا ما أخرجه البيهقى فى مناقبه قال : المحدثات ضربان : ما أحدث يخالف كتابا أو سنة أو أثرا أو إجماعا فهذه بدعة الضلال . وما أحدث من الخير لا يخالف شيئا من ذلك فهذه محدثة غير مذمومة انتهى وقسم بعض العلماء البدعة إلى الأحكام الخمسة ، وهو واضح ، وثبت عن بن مسعود أنه قال : قد أصبحتم على الفطرة ، وانكم ستحدثون ويحدث لكم ،فإذا رأيتم محدثة فعليكم بالهدى الأول فمما حدث تدوين الحديث، ثم تفسير القرآن ، ثم تدوين المسائل الفقهية المولدة عن الرأى المحض ، ثم تدوين ما يتعلق بأعمال القلوب ، فأما الأول فأنكره عمر وأبو موسى وطائفة ، ورخص فيه الأكثرون ، وأما الثانى فأنكره جماعة من التابعين كالشعبى ، وأما الثالث فأنكره الامام أحمد وطائفة يسيرة ، وكذا اشتد إنكار أحمد للذى بعده ، ومما حدث أيضا تدوين القول فى أصول الديانات، فتصدى لها المثبتة والنفاة ، فبالغ الأول حتى شبه ، وبالغ الثانى

حتى عطّل ، واشتد إنكار السلف لذلك كأبى حنيفة وأبى يوسف والشافعى وكلامهم فى ذم أهل الكلام مشهور وسببه أنهم تكلموا فيما سكت عنه النبىﷺ وأصحابه . وثبت عن مالك أنه لم يكن فى عهد النبىﷺ وأبى بكر وعمر شيء من الأهواء ، يعنى بدع الخوارج والروافض والقدرية ، وقد توسع من تأخر عن القرون الثلاثة الفاضلة فى غالب الأمور التى أنكرها أئمة التابعين وأتباعهم ولم يقتنعوا بذلك حتى مزجوا مسائل الديانة بكلام اليونان ، وجعلوا كلام الفلاسفة أصلا يردون إليه ما خالفه من الآثار بالتأويل ولو كان مستكرها ، ثم لم يكتفوا بذلك حتى زعموا أن الذى رتبوه هو أشرف العلوم وأولاها بالتحصيل ، وان من لم يستعمل ما اصطلحوا عليه فهو عامى جاهل ، فالسعيد من تمسك بما كان عليه السلف ، واجتنب ما أحدثه الخلف، وان لم يكن له منه بد فليكتف منه بقدر الحاجة ويجعل الأول المقصود بالأصالة. والله الموفق .

وقد أخرج أحمد بسند جيد عن غضيف بن الحارث قال : بعث إلى عبد الملك بن مروان فقال اناقد جمعنا الناس على رفع الأيدى على المنبر يوم الجمعة وعلى القصص بعد الصبح والعصر ، فقال : أما انهما أمثل بدعكم عندى ، ولست بمجيبكم إلى شيء منهما ؛ لأن النبىﷺ قال : ما أحدث قوم بدعة الا رفع من السنة مثلها ، فتمسك بسنة خير من احداث بدعة انتهى . وإذا كان هذا جواب هذا الصحابى فى أمر له أصل فى السنة ، فما ظنك بما لا أصل له فيها ، فكيف بما يشتمل

على ما يخالفها ، وقد مضى فى كتاب العلم أن بن مسعود كان يذكر الصحابة كل خميس لئلا يَملّوا ، ومضى فى كتاب الرقاق أن بن عباس قال : حدث الناس كل جمعة ، فان أبيت فمرتين. ونحوه وصية عائشة لعبيد بن عمير ، والمراد بالقصص التذكير والموعظة ، وقد كان ذلك فى عهد النبى ﷺ ، لكن لم يكن يجعله راتبا كخطبة الجمعة ، بل بحسب الحاجة وأما قوله فى حديث العرباض : فان كل بدعة ضلالة ، بعد قوله : وإياكم ومحدثات الأمور . فإنه يدل على أن المحدث يسمى بدعة ، وقوله :كل بدعة ضلالة ، قاعدة شرعية كلية بمنطوقها ومفهومها ، أما منطوقها فكأن يقال حكم كذا بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، فلا تكون من الشرع ؛ لأن الشرع كله هدى ، فان ثبت أن الحكم المذكور بدعة صحت المقدمتان وأنتجتا المطلوب، والمراد بقوله : كل بدعة ضلالة : ما أحدث ولا دليل له من الشرع بطريق خاص ولا عام ، وقوله فى آخر حديث بن مسعود: و﴿ ان ما توعدون لآت وما أنتم بمعجزين ﴾أراد ختم موعظته بشيء من القرآن يناسب الحال . وقال بن عبد السلام فى أواخر القواعد : البدعة خمسة أقسام : فالواجبة كالاشتغال بالنحو الذى يفهم به كلام الله ورسوله ؛لأن حفظ الشريعة واجب ولا يتأتى الا بذلك فيكون من مقدمة الواجب ، وكذا شرح الغريب ، وتدوين أصول الفقه ، والتوصل إلى تمييز الصحيح والسقيم. والمحرمة :ما رتبه من خالف السنة من القدرية والمرجئة والمشبهة . والمندوبة : كل إحسان لم يعهد

عینـــہ فی العھـد النبوی ، کـالاجتمـاع عن التراویح ، وبناء المـدارس ، والـربـط ، والکلام فی التصوف المحمود ، وعقد مـجالـس المناظرة ، ان أریـد بـذلك وجـه اللّٰه . والمباحة : کالمصافحة عقب صلاة الصبح والعصر،

والتوسع فی المستلذات من أکل وشرب وملبس ومسکن وقد یکون بعض ذلك مکروها أو خلاف الأولی . واللّٰه أعلم .

(فتح الباری ۱۷/۱۳۴، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷)

مقام کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ بھی ملاحظہ کیجیے، چونکہ ہم نے یہاں اجمال کا التزام کیا ہوا ہے؛ اس لیے تفصیل وتوضیح اور تفسیر وتشریح ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کی جائے گی:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنّتِ جمعہ پڑھنے کے لئے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہوکر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں: **الصلاۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللّٰہ** (جمعہ سے پہلی سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنّت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سُنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہوجاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنتِ جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلّد

رہتا ہے یا وہابی نجدی ہوکر اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، کیا وہ بے ایمان ہوجاتا ہے، کیا تثویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اُس کی کوئی اور صورت ہے؟ مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر اجرِ عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

تثویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انہیں لفظوں سے کہا **الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصـلاۃ رحمکم اللّٰہ تعالیٰ** (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرلو اللہ تم پر رحم فرمائے) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے: **یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بماتعارفوہ الافی المغرب**۔ مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت میں تمام لوگوں کے لئے اذان واقامت کے درمیان معروف طریقہ پر تثویب کہی جائے۔

ردالمحتار میں ہے: **بما تعارفوہ کتنحنح اوقامت قامت، اوالصلوٰۃ الصلوٰۃ، ولو احدثوا اعلامامخالفا لذلك جاز، نھر عن المجتبیٰ بماتعارفوہ** سے مراد مثلاً کھانسنا، نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز، اور اگر اس کے علاوہ کوئی الفاظ اطلاع کے لئے مخصوص کرلیے جائیں تو جائز ہیں۔ نہر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے۔ اسی میں عنایہ سے ہے: **احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ، علی حسب ماتعارفوہ فی جمع الصلوات سوی المغرب، مع ابقاء الاول، یعنی الاصل، وھو تثویب الفجر، وماراٰہ المسلمون حسناً، فھو عنداللّٰہ حسنٌ**۔ کہ

متاخرین نے اصل یعنی تثویبِ فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں: مثلاً:

(۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنّتِ جمعہ نہ پڑھنا۔

(۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنتِ قبل الجمعہ کو اذانِ مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔

(۳) بغیر اس کے یہ سمجھا کہ سُنّتیں نہ ہوں گی۔

(۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا۔

(۵) نہ پکارنے سے نمازِ جمعہ میں قصور سمجھنا۔

(۶) نہ پکارنے والے کو تقلیدِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔

(۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل وضلال ہیں، ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم وخیالاتِ باطلہ کا ہدم واعدام لازم ہے۔ **قال رسول اللہ ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں پس وہ مردود ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ۵/۳۸۷، ۳۸۸)

شریعتِ اسلامیہ میں ہر بدعت ضلالت ومذموم ہے

ناظرینِ کرام! بدعات ومنکرات کے خوگر افراد اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے عموماً بدعتِ شرعیہ اور بدعتِ لغویہ کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ومحروم رہتے ہیں، اسی لیے بات بات پر بے سمجھے بدعتِ حسنہ کی رٹ لگا کر قوم کو دھوکہ دینے اور دنیا کی آنکھوں میں

دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیئے چلتے چلتے بدعتِ شرعیہ و بدعتِ لغویہ کو بھی اشاراتی اسلوب میں سمجھتے ہیں، **وللتفصيل مقام و مجال آخر** ۔

امام عزالدین بن عبدالسلام دمشقی ثم مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۶۰ھ) وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے بدعت کی تعریف وتقسیم پر سب سے پہلے باضابطہ لکھا ہے، بعد کے محققین واہلِ علم حضرات کے لیے آپ کی تحریر مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

موصوف بدعت کی تعریف وتقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

البدعة : فعل مالم يعهد في عصر رسول الله ﷺ .

وهي منقسمة الى بدعة واجبة ، وبدعة محرّمة ، وبدعة مندوبة، و بدعة مكروهة ، وبدعة مباحة .

والطريق في معرفة ذلك أن تعرض البدعة على قواعد الشريعة ؛ فان دخلت في قواعدالايجاب فهي واجبة ، وان دخلت في قواعد التحريم فهي محرمة ، وان دخلت في قواعدالمندوب فهي مندوبة ، وان دخلت في قواعدالمكروه فهي مكروهة ، وان دخلت في قواعد المباح فهي مباحة .

(قواعد الأحكام ۲/ ۳۳۷ دارالقلم دمشق)

بدعت: ایسا کام جو رسول اللہ ﷺ کے عصرِ مبارک میں معروف ومعہود نہ ہو۔

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: بدعتِ واجبہ، بدعتِ محرّمہ، بدعتِ مندوبہ، بدعتِ مکروہہ، بدعتِ مباحہ۔

ان اقسام کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو قواعدِ شریعت کی کسوٹی پر پرکھا جائے؛ اگر قواعدِ وجوب کے تحت داخل ہو تو بدعتِ واجبہ، قواعدِ تحریم کے تحت ہو تو محرمہ، قواعدِ مندوب کے تحت ہو تو مندوبہ، قواعدِ مکروہ کے تحت ہو تو مکروہہ اور قواعدِ مباح کے تحت ہو تو بدعتِ مباحہ ہے۔

درحقیقت یہ تعریف وتقسیم بدعتِ لغویہ کی ہے ؛ کیونکہ بدعتِ شرعیہ واجب و مندوب ہونا تو دور کی بات ہے مباح بھی نہیں ہوتی، وہ صرف مذموم وضلالت ہی ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے:

۞ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قام فينا رسول الله ﷺ ذات يوم ، فوعظنا موعظة بليغة ، وجلت منها القلوب ، وذرفت منها العيون ، فقيل : يا رسول الله، وعظتنا موعظة مودع ، فاعهد إلينا بعهد ، فقال : عليكم بتقوى الله ، والسمع والطاعة ، وإن عبدا حبشيا ، وسترون من بعدى اختلافا شديدا ، فعليكم بسنتى ، وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنواجذ ، وإياكم والأمور المحدثات ، فإن كل بدعة ضلالة.

(السنن لابن ماجة ، رقم الحديث : ٤٢ ، و مسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ١٧١٨٤ ، و مسند البزار ، رقم الحديث : ٤٢٠١ ، و السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث : ٢٠٨٣٥ ، والمستدرك للحاكم ، رقم الحديث : ٣٢٩ ، و المعجم الكبير للطبرانى ، رقم الحديث : ١٥٠٢١ ، و شرح السنة ، رقم الحديث : ١٠٢)

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ایسا بلیغ وعظ فرمایا، جسے سن کر دل لرز گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ہمیں رخصت کرنے والے کی طرح نصیحت فرمائی ہے، اب ہم سے کوئی عہد بھی لے لیجئے، ارشاد فرمایا: اللہ کا تقویٰ مضبوطی سے اختیار کرو، اپنے امیر کی اطاعت وفرماں برداری کرو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو، تم میرے بعد زبردست اختلاف دیکھوگے، لہٰذا تم میری سنت اور خلفاءِ راشدین ومہدیین کے طریقہ پر انتہائی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا، نو پیدا امور سے

بچنا؛ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اسی بدعتِ شرعیہ کے بارے میں امام ابوعبید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

البدع و الأهواء كلها نوع واحد من الضلال ، كما قال بن مسعود رضى الله تعالى عنه : كل بدعة ضلالة ، و كل ضلالة فى النار . (شرح البخارى لابن بطال ١٦ / ١٣٩)

تمام بدعات وخواہشات گمراہی کی ایک قسم ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شر الأمور محدثاتها : يعنى : المحدثات التى ليس لها فى الشريعة أصل يشهد لها بالصحة والجواز ، وهى المسمّاة بالبدع ؛ ولذلك حكم عليها بأن كل بدعة ضلالة . وحقيقة البدعة : ما ابتُدئ وافتُتح من غير أصل شرعى ، وهى التى قال فيها عليه الصلاة والسلام : (من أحدث فى أمرنا ما ليس منه فهو ردّ) . (المفهم شرح مسلم ٧ / ١٣٩)

(**شر الأمور محدثاتها**) میں محدثات سے وہ نو پیدا امور مراد ہیں جن کی صحت و جواز کی کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو، انہیں کو بدعات بھی کہا جاتا ہے؛ اسی لیے ان کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ بدعت کی حقیقت ہر وہ کام ہے جو بغیر شرعی اصل و بنیاد کے شروع کیا جائے، اسی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کا اس سے تعلق نہیں وہ مردود ہے۔

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

البدعة : وهو لغة ما أحدث على غير مثال سبق . وتطلق شرعا على مقابل السنة وهى ما لم يكن فى عهده ﷺ .

(شرح الزرقانى على المؤطأ ١ / ٣٤٠)

بدعت کا لغوی معنی یہ ہے کہ جو چیز بغیر کسی سابق نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو۔ اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، یعنی ایسی چیز کی ایجاد جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ رہی ہو۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

البدعة :كل ما خالف أصول الشريعة ولم يوافق السُنَّة .

(الشرح لسنن أبی داؤد ۳ / ۷)

بدعت : ہر وہ چیز جو اصولِ شریعت سے متصادم اور سنت کے خلاف ہو۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بدعت لغویہ کہ تقاسیر مذکورہ حقیقۃً اسی پر منطق، ہرگز سیئہ میں منحصر نہیں، اس تقدیر پر قضیہ **كل بدعة ضلالة** ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ قطعاً عام مخصوص منہ البعض، ہاں اگر بدعت شرعیہ لیجئے یعنی: **ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله** ﷺ ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل شدہ حق کے خلاف کوئی نئی چیز ہو، تو بیشک وہ اپنی صراحتِ عموم و محوضتِ اطلاق پر ہے، علماء تفسیر حدیث میں دونوں طرف گئے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۱/۵۸۱،۵۸۲،)

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت جس چیز کو بدعت کہتی ہے وہ صرف اور صرف ضلالت ہوتی ہے، واجب و مندوب و مباح کی جانب اس کی تقسیم ہرگز نہیں ہوتی، ہاں بدعتِ لغویہ کی ضرور پانچ اقسام ہیں جیسا کہ امام عز بن عبد السلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا۔

بدعتِ شرعیہ صرف سیئہ ہوتی ہے، حسنہ نہیں ہوتی؛ اسی لیے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

كل بدعة ضلالة ، وإن رآها الناس حسنة . (المدخل الى السنن الكبرى للبيهقى ۱ / ۱۴۱ ، رقم الحديث : ۱۳۹ ، السنة للمروزى ، رقم

الحديث : رقم الحديث :۸۲ ، و شرح أصول الاعتقاد للالكائى ، ص : ۱۲۶)

ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اس کو اچھا سمجھیں۔

❁ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ما يأتى على الناس من عام إلا أحدثوا فيه بدعة وأماتوا فيه سنة حتى تحيا البدع وتموت السنن .

(السنة للمروزى ، رقم الحديث : ۹۸ ، و الاعتصام للشاطبى ۱ / ۶۱)

ہر نئے سال لوگ ایک بدعت کی ایجاد کریں گے اور ایک سنت کو مٹا دیں گے، یہاں تک کہ بدعتیں زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی۔ بدعات و منکرات کو اوڑھنا بچھونا بنا لینے والے، سنتوں کو کھلے عام ترک کرنے والے اور محبتِ رسول ﷺ کے دعوے کرنے والوں کے منہ پر زور کا طمانچہ لگاتے ہوئے سیدنا ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ماتت قلوبكم ادعيتم حب رسول الله ﷺ وتركتم سنته .

(الاعتصام ۱ / ۶۶ ، ۶۷)

تمہارے دل مر چکے ہیں، تم محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہو اور سنتوں کو بھی ترک کرتے ہو۔

❁ امام ابن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لا نجد مبتدعا إلا وهو منتقص للرسول وإن زعم أنه يعظمه بتلك البدعة فإنه يزعم أنها هى السنة إن كان جاهلا مقلدا وإن كان مستبصرا فيها فهو مشاق لله ولرسوله .

(فيض القدير للمناوى ۱ / ۹۶)

ہر بدعتی توہینِ رسول ﷺ کا مرتکب ہے، اگرچہ وہ اپنی بدعت کے سہارے یہ گمان کرے کہ وہ تعظیم کرتا ہے؛ کیونکہ اگر وہ جاہل مقلد ہے تو بدعت کو سنت گمان کرے گا، اور اگر ہوشیار ہے تو ایسا شخص اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ سے ٹکراتا ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى هُدَىً ، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَه ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيئاً ، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ ، كَانَ عَلَيهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ ، لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيئاً .

(صحيح مسلم ، رقم الحديث : ٦٩٨٠ ، والسنن لأبى داؤد ، رقم الحديث : ٤٦١١ ، و السنن للترمذى ، رقم الحديث : ٢٦٧٤ ، والسنن لابن ماجة ، رقم الحديث : ٢٠٦ ، ومسند أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ٩١٤٩ ، و صحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ١١٢ ، ومسند البزار ، رقم الحديث : ٨٣٣٨ ، و مسند أبى يعلى ، رقم الحديث : ٦٤٨٩ ، و مستخرج أبى عوانة ، رقم الحديث : ٤٦٩٩ ، والسنة لابن أبى عاصم ، رقم الحديث : ١١٢ ، و السنن للدارمى ، ٥١٣ ، وشرح السنة ، رقم الحديث ١٠٩)

جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اوران کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی ، اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اسے گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اوران کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

وهذا آخر ماأردت من البيان للسنة و الحق و الهدى ، وإزالة البدعة و الباطل و الهوى ، وقد انتهى بنا القول فى رد أباطيل المفترى الكذاب العنيد ، وكشف زيغه و ضلاله البعيد . و أستغفر اللّٰه العلى العظيم الذى لاإله إلا هو الحى القيوم وأتوب إليه ، و أسأله جلّ ذكره أن يجعل ما أوردناه هنا خالصا لوجهه الكريم ، وذخرا ليوم لا ينفع مال و لابنون إلا من أتى اللّٰه بقلب سليم .

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَه عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ .رَبِّ أَوْزِعْنِى أَنْ

أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِى أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَدْخِلْنِى بِرَحْمَتِكَ فِى عِبَادِكَ الصّٰلِحِينَ . فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّ أَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ . سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَاإِ لٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ .و صلىّ اللّٰه تعالىٰ و سلّم و بارك علىٰ سيّدنا و نبيّنا و حبيبنا و شفيعنا و مولٰنا محمّد أفضل الأنبياء و المرسلين ، و على آله الأبرار المطهّرين و أصحابه الأخيار المكرمين ، و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ، وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين .

❁ ❁ ❁

مصادرومراجع

شمار	کتب/مصنّفات	مصنّفین/مؤلفین	وفات
١	القرآن المجید		
٢	السنن (دارالکتب العلمیة ، بیروت)	امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث سجستانی	٢٧٥ ھ
٣	السنن الکبری (دارالمعرفة ، بیروت)	امام ابوبکراحمد بن حسین بن علی بیہقی	٤٥٨ ھ
٤	المعجم الکبیر (دارالحرمین ، القاهرة)	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	٣٦٠ ھ
٥	المعجم الأوسط (دارالحرمین ، القاهرة)	==================	==
٦	صحیح البخاری (دار طیبة ، الریاض)	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	٢٥٦ ھ
٧	السنن (دارالکتب العلمیة)	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	٢٧٩ ھ
٨	السنن (دارالکتب العلمیة)	امام ابوعبداللہ محمد بن یزیدقزوینی ابن ماجہ	٢٧٥ ھ
٩	المسند (مؤسّسة الرسالة ، بیروت)	امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی	٢٤١ ھ
١٠	صحیح مسلم (دارطیبة ، الریاض)	امام ابوالحسین مسلم بن حجّاج قشیری نیشاپوری	٢٦١ ھ
١١	عمدة القاری (دارالکتب العلمیة)	امام ابومحمد بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی	٨٥٥ ھ
١٢	فتح الباری (دارطیبة ، الریاض)	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ ھ
١٣	تارخ بغداد(دارالغرب الاسلامی ، بیروت)	حافظ ابوبکراحمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣ ھ
١٤	السنن المجتبی (بیت الأفکار ، أردن)	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	٣٠٣ ھ
١٥	الفتاوی الرضویة مترجم (لاهور)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی	١٣٤٠ ھ
١٦	فتاوی بحرالعلوم (امام احمدرضا اکیڈمی)	حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی	١٤٣٥ ھ
١٧	حیات تاج الشریعه (بریلی)	مولوی شہاب الدین رضوی	
١٨	درمیانی امت (اسلامی کتب خانه ، دهونره)	علامہ تطہیر احمد رضوی دھونروی	
١٩	غلط فهمیاں (اسلامی کتب خانه ، دهونره)	==================	
٢٠	آؤ دین پر چلیں (اسلامی کتب خانه)	==================	

٢١	حدیثوں کی روشنی (اسلامی کتب خانه)	==================	
٢٢	تغلیق التعلیق (دارالکتب العلمیة)	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ ھ
٢٣	ذکرِ خدا اور امام احمد رضا(اسلامی کتب خانه)	==================	
٢٤	الکامل فی الضعفاء (دارالکتب العلمیة)	امام ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی	٣٦٥ ھ
٢٥	الفردوس بمأثور الخطاب (دارالکتب العلمیة)	امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی	٥٠٩ ھ
٢٦	الدرالمنثور (دارالکتب العلمیة)	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی	٩١١ ھ
٢٧	الابریز (دارالکتب العلمیة)	سیدی احمد بن مبارک سجلماسی مالکی	١١٥٦ ھ
٢٨	القول الجمیل (مکتبه رحمانیه لاهور)	شاہ ولی اللہ احمد بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	١١٧٦ ھ
٢٩	سبع سنابل (جامعه نظامیه ، لاهور)	میر سید عبدالواحد بن ابراہیم واسطی بلگرامی	١١٣٠ ھ
٣٠	الرسالة القشیریة (دارالکتب العلمیة)	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری شافعی	٤٦٥ ھ
٣١	السنن للدارمی (دارالمغنی الریاض)	امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	٢٥٥ ھ
٣٢	المفهم بشرح مسلم (دارالکلم الطیب ، بیروت)	امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی	٦٥٦ ھ
٣٣	المنهاج شرح مسلم (المطبعة المصریة ، القاهرة)	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	٦٧٦ ھ
٣٤	ردالمحتار (دارالکتب العلمیة)	علامہ محمد امین بن عمر معروف بابن عابدین شامی حنفی	١٢٥٢ ھ
٣٥	فیض القدیر (دارالمعرفة ، بیروت)	علامہ زین الدین محمد عبدالرؤف بن علی مناوی	١٠٣١ ھ
٣٦	مغنی المحتاج (دارلمعرفة ، بیروت)	علامہ شمس الدین محمد بن محمد خطیب شربینی شافعی	٩٧٧ ھ
٣٧	نهایة المحتاج (دارالکتب العلمیة)	علامہ شمس الدین محمد بن احمد رملی شافعی	١٠٠٤ ھ
٣٨	فتوحات الوهاب (دارالفکر ، بیروت)	علامہ سلیمان بن عمر جمل شافعی	١٢٠٤ ھ
٣٩	الاصابةفی تمییز الصحابة (دارالجیل بیروت)	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ ھ
٤٠	الکافیة فی النحو (دارالکتب العلمیة)	جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر معروف بابن حاجب مالکی	٦٤٦ ھ
٤١	النحوالوافی (دارالمعارف مصر)	شیخ عباس حسن عضو مجمع اللغة العربیة القاهرة	
٤٢	المسند لأبی یعلی (دارالکتب العلمیة	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی	٣٠٧ ھ

٤٣	شرح معانی الآثار (عالم الکتب ، بیروت)	امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی	٣٢١ ھ
٤٤	معرفة الصحابة (دار المعرفة)	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی	٤٣٠ ھ
٤٥	شرح صحیح البخاری (مکتبة الرشد ، الریاض)	علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال بَکْری	٤٤٩ ھ
٤٦	الدر المختار (دار الکتب العلمیة)	علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی	١٠٨٨ ھ
٤٧	الأشباہ والنظائر (دار الفکر ، دمشق)	علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بابن نجیم مصری	٩٧٠ ھ
٤٨	معجم الصحابة (دار البیان ، کویت)	امام ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بغوی	٣١٧ ھ
٤٩	الترغیب و الترہیب (دار الکتب العلمیة)	امام ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری	٦٥٦ ھ
٥٠	الملفوظ (قادری کتاب گھر ، بریلی)	امام احمد رضا قادری بریلوی	١٣٤٠ ھ
٥١	الکلام الأوضح	علامہ نقی علی خان بن رضا علی خان بریلوی	
٥٢	فتوح الغیب (أصح المطابع ، بومبائی)	محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی	٥٦١ ھ
٥٣	تقلید شخصی (اسلامی کتب خانہ)	حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی	
٥٤	احکام شریعت	امام احمد رضا قادری بریلوی	١٣٤٠ ھ
٥٥	سنی آواز (ناگپور)	ماہواری رسالہ	
٥٦	أصول البزدوی (مکتبة الرشد ، الریاض)	امام فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدوی	٤٨٢ ھ
٥٧	کشف الأسرار (دار الکتب العلمیة)	امام علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی	٧٣٠ ھ
٥٨	أصول السرخسی (دار الکتب العلمیة)	امام ابوبکر احمد بن ابوسہل سرخسی حنفی	٤٩٠ ھ
٥٩	مسلم الثبوت (دار الکتب العلمیة)	قاضی محب اللہ بن عبدالشکور بہاری	١١١٩ ھ
٦٠	فواتح الرحموت (دار الکتب العلمیة)	علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد سہالوی لکھنوی	١٢٢٥ ھ
٦١	التلویح علی التوضیح (دار الکتب العلمیة)	علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	٧٩٢ ھ
٦٢	أصول الشاشی (دار الکتاب ، بیروت)	علامہ نظام الدین ابوعلی احمد بن محمد شاشی حنفی	
٦٣	شرح مشکل الآثار (دار الکتب العلمیة)	امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی	٣٢١ ھ
٦٤	المسند (مکتبة المعارف ، الریاض)	امام عبداللہ بن مبارک بن واضح	١٨١ ھ

٦٥	المصنف (مؤسّسة علوم القرآن ، دمشق)	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی	٢٣٥ ھ
٦٦	التفسیر (مکتبة نزار ، مکة المکرمة)	امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی	٣٢٧ ھ
٦٧	شرح السنة (المکتب الاسلامی ، بیروت)	محی السنہ امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی	٥١٦ ھ
٦٨	شرح المشکوة (مکتبة نزار)	امام شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی	٧٤٣ ھ
٦٩	الأدب المفرد (دار الصدیق ، بیروت)	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	٢٥٦ ھ
٧٠	البدع (دار الصمیعی ، الریاض)	امام ابوعبداللہ محمد بن وضّاح بن بزیع قرطبی	٢٨٧ ھ
٧١	الاعتصام (دار الکتب العلمیة)	شیخ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ لخمی غرناطی شاطبی شافعی	٧٩٠ ھ
٧٢	حلیة الأولیاء (دار طیبة ، الریاض)	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی	٤٣٠ ھ
٧٣	مفاتیح الغیب (دار الفکر ، بیروت)	امام ابوعبداللہ فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی شافعی	٦٠٤ ھ
٧٤	المفردات (دار المعرفة ، بیروت)	امام ابوالقاسم حسین بن محمد معروف براغب اصفہانی	٥٠٢ ھ
٧٥	أنوار التنزیل و أسرار التأویل (دار الکتب العلمیة)	قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی	٦٨٥ ھ
٧٦	حاشیة محی الدین شیخ زادہ (دار الکتب العلمیة)	شیخ زادہ محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی حنفی	٩٥١ ھ
٧٧	مشکوة المصابیح (المکتب الاسلامی)	شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی	٧٤١ ھ
٧٨	مرقاہ المفاتیح (دار الکتب العلمیة)	علامہ نور الدین ابوالحسن علی بن سلطان محمد قاری حنفی	١٠١٤ ھ
٧٩	نوادالأصول (مکتبة الامام البخاری ، القاهرة)	امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی	٣٢٠ ھ
٨٠	شعب الایمان (مکتبة الرشد ، الریاض)	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	٤٥٨ ھ
٨١	تنویر الأبصار (دار الکتب العلمیة)	شیخ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی	١٠٠٤ ھ
٨٢	المدخل (مکتبة دار التراث ، القاهرة)	امام ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدری معروف بابن الحاج مالکی	٧٣٧ ھ
٨٣	الجامع الصغیر (دار الکتب العلمیة)	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی	٩١١ ھ
٨٤	بارھویں شریف (اسلامی کتب خانہ)	حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی	

٨٥	المصنف (المجلس العلمی ، بیروت)	امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمّام صنعانی	٢١١ ھ
٨٦	السنة (دار العاصمة ، الریاض)	امام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی	٢٩٤ ھ
٨٧	جامع معمر بن راشد (دار طیبة)	امام معمر بن ابی عمرو بن راشد ازدی	١٥٣ ھ
٨٨	مسند الشهاب القضاعی (دار الکتب العلمیة)	امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی مصری	٤٥٤ ھ
٨٩	معالم التنزیل (دار المعرفة)	محی السنہ امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی	٥١٦ ھ
٩٠	جامع البیان (دار الکتب العلمیة)	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری	٣١٠ ھ
٩١	التفسیرات الأحمدیة (مکتبة الشرکة ، قزان)	شیخ احمد بن ابوسعید معروف بملا جیون حنفی	١١٣٠ھ
٩٢	مدارک التنزیل (دار الکلم الطیب ، بیروت)	امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی حنفی	٧١٠ ھ
٩٣	خزائن العرفان (رضا اکیڈمی ، ممبئی)	صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	١٣٦٧ ھ
٩٤	الفتاوی الهندیة (دار الکتب العلمیة)	جماعة من علماء الهند	
٩٥	فتاوی فیض الرسول (دار الاشاعت ، براؤں شریف)	مفتی جلال الدین احمد امجدی	
٩٦	صحیح ابن خزیمة (المکتب الاسلامی ، بیروت)	امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری	٣١١ ھ
٩٧	الاستذکار (دار قتیبة ، دمشق)	حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نمری مالکی	٤٦٣ ھ
٩٨	التمهید (مؤسّسة القرطبة ، بیروت)	حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نمری مالکی	٤٦٣ ھ
٩٩	المؤطأ (دار الغرب الاسلامی ، بیروت)	امام دار الہجرۃ ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی مدنی	١٧٩ ھ
١٠٠	الجامع لأخلاق الراوی (دار المعارف ، الریاض)	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣ ھ
١٠١	میزان الاعتدال (دار الکتب العلمیة ، بیروت)	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	٧٤٨ ھ
١٠٢	لسان المیزان (مکتب المطبوعات ، بیروت)	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ ھ
١٠٣	ذم الغیبة والنمیمة (دار البشائر ، بیروت)	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بغدادی معروف بابن ابی الدنیا	٢٨١ ھ
١٠٤	المعجم (مکتبة العلوم ، المدینة المنورة)	امام ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل اسماعیلی	٣٧١ ھ

١٠٥	الأمالی (دار طیبة)	قاضی ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی بغدادی	٣٣٠ ھ
١٠٦	صحیح ابن حبان (مؤسّسة الرسالة ، بیروت)	امام ابوحاتم محمد بن حبّان بن احمد بُستی سجستانی	٣٥٤ ھ
١٠٧	المتفق و المفترق (دار الکتب العلمیة)	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	٤٦٣ ھ
١٠٨	الأسامی والکنی (دار الغرباء ، المدینة المنورة	امام ابواحمد محمد بن محمد حاکم	٣٧٨ ھ
١٠٩	احیاء علوم الدین (دار الکتب العلمیة)	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی	٥٠٥ ھ
١١٠	المسند (دار الکتب العلمیة)	امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی	٢٠٤ ھ
١١١	المسند (مکتبة العلوم ، المدینة المنورة)	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزّار	٢٩٢ ھ
١١٢	المسند (دار المعرفة)	امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم اسفرائنی	٣١٦ ھ
١١٣	المسند (دار الکتب العلمیة)	شیخ بخاری امام ابوالحسن علی بن جعد بن عبید بغدادی ہاشمی	٢٣٠ ھ
١١٤	کتاب المعجم (دار ابن الجوزی ، الدمام)	امام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد معروف بابن اعرابی بصری	٣٤٠ ھ
١١٥	مساوئ الأخلاق (دار الکتب العلمیة)	امام ابوبکر محمد بن جعفر خرائطی	٣٢٧ ھ
١١٦	مجمع الزوائد (دار المامون ، بیروت)	حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی	٨٠٧ ھ
١١٧	السنن (مؤسّسة الرسالة ، بیروت)	امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی بغدادی	٣٨٥ ھ
١١٨	نصب الرایة (دار القبلة ، جدة)	امام جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی	٧٦٢ ھ
١١٩	العقیدة الطحاویة (دار طیبة)	امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی	٣٢١ ھ
١٢٠	شرح المقاصد (عالم الکتب ، بیروت)	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	٧٩٢ ھ
١٢١	منح الروض الأزهر (دار البشائر ، بیروت)	علامہ نور الدین ابوالحسن علی بن سلطان محمد قاری حنفی	١٠١٤ھ
١٢٢	التقریر و التحبیر (دار الکتب العلمیة)	امام شمس الدین محمد بن محمد معروف بابن امیر حاج حلبی حنفی	٨٧٩ ھ
١٢٣	البحر الرائق (دار الکتب العلمیة)	امام زین الدین بن ابراہیم معروف بابن نجیم مصری حنفی	٩٧٠ ھ
١٢٤	خلاصة الفتاوی (دار الکتب العلمیة)	علامہ طاہر بن احمد عبدالرشید بخاری حنفی	٥٤٢ ھ

١٢٥	قوت القلوب (دارالرشيد ، القاهرة)	امام ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی مکی	٣٨٦ ھ
١٢٦	أدب الدنيا و الدين (داراقرأ ، بيروت)	قاضی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب بصری ماوردی	٤٥٠ ھ
١٢٧	ربيع الأبرار (مؤسّسة الأعلمی ، بيروت)	ابوالقاسم محمود بن عمر جاراللہ زمخشری خوارزمی	٥٣٨ ھ
١٢٨	المحرر الوجيز (دارالكتب العلمية)	قاضی ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی	٥٤٦ ھ
١٢٩	اكمال المعلم (دارالوفاء ، المنصورة)	امام ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی اندلسی مالکی	٥٤٤ ھ
١٣٠	غريب الحديث (دارالفكر ، دمشق)	امام ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بُستی خطّابی	٣٨٨ ھ
١٣١	رسالة المسترشدين (دارالكتب العلمية)	امام ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی بصری	٢٤٣ ھ
١٣٢	تعظيم قدر الصلوة (دارالكتب العلمية)	امام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی	٢٩٤ ھ
١٣٣	السنة (دارالصميعی ، مكة المكرمة)	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم	٢٨٧ ھ
١٣٤	المؤطأ (لجنة احياء التراث ، القاهرة)	امام ربانی ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی	١٨٩ ھ
١٣٥	الكاشف (دارالكتب العلمية)	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	٧٤٨ ھ
١٣٦	تقريب التهذيب (دارالكتب العلمية)	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	٨٥٢ ھ
١٣٧	الآحاد و المثانی (دارالراية ، الرياض)	امام ابوبکر احمد بن عمرو ضحاک شیبانی	٢٨٧ ھ
١٣٨	شرح الزرقانی علی المؤطأ (دارالمعرفة)	علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مالکی	١١٢٢ ھ
١٣٩	الجامع لأحكام القرآن (دارالكتب ، القاهرة)	امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی	٦٧١ ھ
١٤٠	معالم السنن (المطبعة العلمية ، حلب)	امام ابوسلیمان احمد بن محمد بُستی خطّابی	٢٨٨ ھ
١٤١	عوارف المعارف (دارالكتب العلمية)	شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد عبداللہ سہروردی	٦٣٢ ھ
١٤٢	جامع العلوم والحكم (دارطيبة)	علامہ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی	٧٩٥ ھ
١٤٣	المختار للفتوی (دارالكتب العلمية)	امام ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی حنفی	٦٨٣ ھ
١٤٤	البحر المحيط (دارالكتب العلمية)	امام بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی مالکی	٧٩٤ ھ
١٤٥	التحبير شرح التحرير (مكتبة الرشد ، الرياض)	علامہ علاؤالدین علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	٨٨٥ ھ
١٤٦	المحصول فی علم الأصول (دارالكتب العلمية)	امام ابوعبداللہ فخرالدین محمد بن عمر بن حسین رازی شافعی	٦٠٤ ھ

١٤٧	المستصفی من الأصول (دارالكتب العلمية)	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی	٥٠٥ ھ
١٤٨	العناية شرح الهداية (دارالمعرفة)	امام محمد بن محمد بابرتی حنفی	٧٨٦ ھ
١٤٩	تبيين الحقائق (دارالكتب العلمية)	امام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی حنفی	٧٤٣ ھ
١٥٠	زادالمسير فی علم التفسير (دارالكتب العلمية)	امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی	٥٩٧ ھ
١٥١	لباب التأويل (دارالكتب العلمية)	علامہ علاؤالدین علی بن محمد معروف بخازن شافعی	٧٢٥ ھ
١٥٢	قواعد الأحكام (دارالقلم ، دمشق)	امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام	٦٦٠ ھ
١٥٣	شرح السنن لأبی داؤد (دارالكتب العلمية)	امام ابومحمد بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی	٨٥٥ ھ
١٥٤	شرح أصول الاعتقاد (دارطيبة)	امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری لالکائی	٤١٨ ھ
١٥٥	المستخرج علی مسلم (دارالكتب العلمية)	امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم اسفرائنی	٣١٦ ھ
١٥٦	المحيط البرهانی (دارالكتب العلمية)	امام برہان الدین ابوالمعالی محمود بن احمد بخاری حنفی	٦١٦ ھ